قال اللہ تعالیٰ ووصّٰی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب

اَلدُّرُّ المنضود

ترجمہ

البحر المورود

مترجم
ملفوظ احمد
مترجم
نام سے عہد لیا گیا

از تالیفات

طب ربانی الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

صفیہ اکیڈمی
ناشران و تاجران کتب
۱۴۴/۲ پی آئی بی کالونی کراچی ۵

بار اول	یکم رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۶ء
تعداد	ایک ہزار
زیر اہتمام	محمد حسن ولد مقصود میاں مولوی
مطبع	جاوید پریس کراچی
کتابت	ممتاز حسین قادری
قیمت	[redacted]

محمد حسن ایم مولوی نے جاوید پریس میں طبع کرواکر
صفیہ اکیڈمی کراچی ۵ سے شائع کیا۔

عرض ناشر

علامہ امام شعرانی دسویں صدی ہجری کے اکابر علما اعظم صوفیا میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کا پورا نام ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی تھا۔ آپ کا وصال بمقام قاہرہ ہوا جہاں آپ بڑی مدت سے مقیم تھے آپ کا مرتبہ اہل علم اور اہل عرفان کی نظر میں کافی بلند تھا آپ ابوالحسن الشاذلی کے سلسلہ شاذلیہ سے منسلک تھے۔ آپ ہی سے تصوف کا نیا سلسلہ شعرادیہ وجود میں آیا۔ آپ کافی مقبول مصنف تھے آپ کی علم تصوف، علم فقہ، علم نحو وغیرہ پر متعدد تصانیفات ہیں اور تمام تصانیف اہل علم و اہل عرفان میں مقبول ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے ایک اہم تصنیف انوار قدسیہ اردو ترجمہ فی آداب العبودیۃ گزشتہ سال رمضان شریف میں پیش کر چکے ہیں خدا کا شکر ہے کہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگی

اب ہم آپ کی خدمت میں ایک اور نایاب کتاب الدر المنضود پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ انوار قدسیہ سے بھی زیادہ یہ کتاب مقبولیت حاصل کرے گی اور علم دوست حضرات خاص کر تصوف سے دلچسپی رکھنے والے فیض یاب ہونگے۔

ناشر

محمد حسن ولد مقصود میاں مولوی

فہرست مضامین الدر المنضود

نام مضمون	صفحہ
دیباچہ مترجم	۱۷
دیباچہ مؤلف	۲۴
عہد (۱) اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں۔	۳۱
عہد (۲) اگر ہم کو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کے لئے آمادہ کرلیں۔	۴۵
عہد (۳) مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں۔	۴۹
عہد (۴) تمام حکام کی صبح وشام حفاظت کیا کریں اور دل سے ان کا خیال رکھیں۔	۵۰
عہد (۵) مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں۔	۵۲
عہد (۶) ذکر سے فارغ ہو کر فوراً خلوت میں پہنچ جائیں۔	۵۴
عہد (۷) قرآن حفظ کرنے والوں کو حکم کریں کہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں۔	۵۵
عہد (۸) جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی ہو اس کے ساتھ مناظرہ نہ کریں۔	۵۷
عہد (۹) مخالفین سے اپنا برتاؤ بھلائی کا قطع نہ کریں۔	۶۱

نام مضمون	صفحہ
عہد (۱۰) اپنے حقیقی رتبہ کو عنداللہ ہر مومن کے رتبہ سے کم سمجھیں۔	۶۳
عہد (۱۱) طالب کو جب تک پوری محبت نہ ہو جائے اس وقت تک اُس سے عہد بیعت نہ لیں۔	۶۵
عہد (۱۲) دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت اور جھگڑا نہ کریں۔	۷۱
عہد (۱۳) عبادات شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں۔	۷۳
عہد (۱۴) کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا نہ قبول کیا کریں۔	۷۵
عہد (۱۵) جب مقاماتِ سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں۔	۷۷
عہد (۱۶) جب تک ایثار نفس کامل طور پر حاصل نہ ہو والدین و مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا کریں۔	۷۸
عہد (۱۷) علماء اسلام اور صوفیائے کرام کی طرف سے خوب جواب دیں۔	۸۰
عہد (۱۸) بعبارت عربی۔ جس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ علماء ملاحظہ کریں۔	۸۷
عہد (۱۹) مال وقف سے ضیافت قبول نہ کریں۔	۸۸
عہد (۲۰) اگر چاندی سونے کے ڈھیر پر گزر ہو تو اس میں سے ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں۔	۹۰
عہد (۲۱) اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں۔	۹۲
عہد (۲۲) دنیا اور اس کی لذت کی طرف رغبت سے نہ دیکھیں۔	۹۴

نام مضمون	صفحہ
عہد (۲۳) اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نہ کریں۔	۹۶
عہد (۲۴) اپنے نفس کے ساتھ اس قدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔	۹۷
عہد (۲۵) اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کر دیں۔	۹۸
عہد (۲۶) جب تک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اس وقت تک اپنی ذات کے لئے کوئی ہدیہ و صدقہ قبول نہ کریں۔	۱۰۰
عہد (۲۷) ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی نہ کرنا چاہیئے۔	۱۰۱
عہد (۲۸) جس کو ہماری آبروریزی کی وجہ سے جسمانی تکلیف پہنچی ہو اس سے ملنا جلنا کم کر دیں۔	۱۰۲
عہد (۲۹) جملہ اقوال و افعال وغیرہ میں توحید خالص حاصل کریں۔	۱۰۳
عہد (۳۰) اپنے شیخ میں جو بات نقصان و عیب کی نظر آئے اس کو اپنا عیب سمجھیں۔	۱۰۵
عہد (۳۱) اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔	۱۰۷
عہد (۳۲) کتاب اللہ و حدیث نبوی کی حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں۔	۱۰۹
عہد (۳۳) جس قدر حقوق اللہ و حقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں ہمیشہ ان میں نظر کرتے رہیں۔	۱۱۰

نام مضمون	صفحہ
عہد (۳۴) اگر مالدار لوگ کھلم کھلا زکوٰۃ نہ نکالتے ہوں تو اُن سے بدگمان نہ ہوں۔	۱۱۲
عہد (۳۵) دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں۔	۱۱۳
عہد (۳۶) اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کے ساتھ زیادہ میل جول کریں۔	۱۱۴
عہد (۳۷) گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کریں۔	۱۱۵
عہد (۳۸) سفر میں اپنے ساتھیوں کو لے کر ایسے شخص کے گھر نہ اتریں جو مہمان نوازی میں مشہور ہو۔	۱۱۷
عہد (۳۹) جو طالب علم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اس کے پڑھانے سے رُک جائیں۔	۱۱۹
عہد (۴۰) دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصوبوں سے علیحدہ ہوں۔	۱۴۶
عہد (۴۱) مسلمان بھائیوں سے بڑا بن کر نہ رہیں کہ ان کی ملاقات کو نہ جایا کریں۔	۱۵۷
عہد (۴۲) اپنے دوستوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں۔	۱۵۹
عہد (۴۳) جس شخص کے دل کو دین کے بارہ میں مضبوط دیکھیں اُس کو نصیحت کرنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں۔	۱۶۱
عہد (۴۴) جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانۂ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اُس کے لئے شفقت و رحمت پیدا نہ ہونی چاہیئے۔	۱۶۵

نام مضمون	صفحہ
عہد (۴۵) اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ ہم جنسوں میں سے جس کی حالت بدل جائے اس پر رحم کیا کریں ہنسیں نہیں۔	۱۶۸
عہد (۴۶) جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہیں۔	۱۷۰
عہد (۴۷) خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں۔	۱۷۴
عہد (۴۸) اپنے آپ کو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں۔	۱۷۵
عہد (۴۹) مرید جب تک تمام حقوق مال و آبرو کے متعلق ادا نہ کر دے اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں۔	۱۷۹
عہد (۵۰) بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نہ کریں۔	۱۸۱
عہد (۵۱) اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں۔	۱۸۳
عہد (۵۲) جب تک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خدا تعالیٰ سے اجازت نہ حاصل کر لیں اس وقت تک کوئی کام شروع نہ کریں۔	۱۸۵
عہد (۵۳) کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں۔	۱۸۶
عہد (۵۴) امور متعلقہ سلطنت و حکومت میں دخل نہ دیا کریں۔	۱۸۹
عہد (۵۵) جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں۔	۱۹۰
عہد (۵۶) بے وضو بھی کبھی نہ سویا کریں۔	۱۹۳
عہد (۵۷) بغیر باطنی طہارت کے بھی نہ سویا کریں۔	۱۹۴
عہد (۵۸) اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اس کی قضا کریں۔	۱۹۵
عہد (۵۹) اگر کسی کو کسی پر اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اس کا علاج کریں۔	۱۹۶

صفحہ	نام مضمون

عہد (۶۰) رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی نہ سویا کریں۔ ۱۹۷

عہد (۶۱) تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں۔ ۲۰۰

عہد (۶۲) مسلمانوں کے ہر غم میں شریک ہونا چاہیئے۔ ۲۰۲

عہد (۶۳) جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے یہ کہدیا کریں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ۲۰۳

عہد (۶۴) مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں۔ ۲۰۵

عہد (۶۵) کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے ۲۰۶

عہد (۶۶) جو کوئی ہماری مدح کرے اُس کو ڈانٹ دیا کریں۔ ۲۰۸

عہد (۶۷) جو کوئی ہماری تعریف کرے اُس کے مُنہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔ ۲۱۰

عہد (۶۸) جو شخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اُس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں۔ ۲۱۲

عہد (۶۹) جو لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں ان پر جلدی اعتراض نہ کریں۔ ۲۱۴

عہد (۷۰) اپنے دوستوں میں سے کسی کو دوسروں کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرلے دیں۔ ۲۱۷

عہد (۷۱) اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لئے بے ضرورت کوشش نہ کرلے دیں۔ ۲۲۱

عہد (۷۲) اگر سید ہم سے کوئی چیز مانگے فوراً دے دیا کریں ۲۲۲

عہد (۷۳) اپنے پاس روپیہ و اشرفی پر رات نہ گزرنے دیں۔ ۲۲۴

نام مضمون	صفحہ
عہد (۷۴) ہمارے ہمعصر مخالف کی اگر کوئی تعریف کرے تو ہم کو بھی اُس کی تائید کرنا چاہیئے ۔	۲۲۸
عہد (۷۵) جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیب اخلاق کی امید نہ رکھیں ۔	۲۳۰
عہد (۷۶) خدام مسجد اور موذن وغیرہ سے دشمنی پیدا نہ کریں ۔	۲۳۲
عہد (۷۷) چغلخور سے قطع تعلق کر دیں ۔	۲۳۵
عہد (۷۸) مجاہدۂ نفس کو علومِ زائدہ پر مقدم کریں ۔	۲۳۷
عہد (۷۹) ختنہ وغیرہ کی تقریب میں نہ جایا کریں ۔	۲۴۱
عہد (۸۰) عرسوں کی دعوت قبول نہ کیا کریں ۔	۲۴۹
عہد (۸۱) بیباک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں ۔	۲۵۲
عہد (۸۲) حاجتمند سائل کو خالی واپس نہ کریں ۔	۲۵۴
عہد (۸۳) جب کوئی ہم پر ظلم کرے ۔ اپنے آپ کو اس سے زیادہ کا مستحق سمجھیں ۔	۲۵۷
عہد (۸۴) جب کوئی دوست قید ہو جائے اس کی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں ۔	۲۶۳
عہد (۸۵) جب شہر پر کوئی ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے اس کے ادا کرنے میں جلدی کریں ۔	۲۶۴

تبصرہ

ہفت روزہ چٹان لاہور

۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء

انوار قدسیہ

ناشر۔ صفیہ اکیڈمی ۲/۱۴۱ پی آئی بی کالونی کراچی ۵

صفحات (بڑے سائز میں) ۲۳۲، کاغذ سفید، کتابت وطباعت آفسیٹ، جلد خوبصورت، گرد وپیش دیدہ زیب، قیمت چھ روپے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ مصر کے مشہور عالم دین اور صوفی ہوئے ہیں۔ آپ کا دور دسویں صدی ہجری ہے۔ آپ نے دینیات اور تصوف پر بہت گراں قدر کتابیں تحریر کی ہیں۔ ایک کتاب کا اردو ترجمہ بنام انوار قدسیہ کیا گیا تھا جو بہت جلد ناپید ہوگیا اب صفیہ اکیڈمی کراچی نے یہی کتاب نہایت خوبصورت طریقہ سے شائع کی ہے۔

"انوار قدسیہ" اپنے موضوع کے اعتبار سے خشک کتاب ہے۔ لیکن مترجم نے اتنی سلیس اور شگفتہ اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ تصوف سے دلچسپی رکھنے والے لوگ بھی اس میں اپنی دلچسپی کا سامان پاتے اور دنیوی و اخروی سعادتوں کو سمیٹ لیتے ہیں۔ اہل علم حضرات بالخصوص دینی حلقوں کے لئے "انوار قدسیہ" ایک قابل قدر تحفہ ہے۔ اتنی اچھی کتاب کی قیمت چھ روپے محض برائے نام ہے۔

تبصرہ روزنامہ انجام کراچی مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۶۶ء

انوار قدسیہ

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ

ضخامت :- ۲۳۲ ، قیمت :- چھ روپے

ناشر :- صفیہ اکیڈمی ۱۴/۶۱ پیر کالونی - کراچی ۵

عبدالوہاب شعرانیؒ کو نویں صدی ہجری کے علمائے اسلام میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے انھوں نے عربی میں اپنے متصوفانہ خیالات سے نہ صرف اضافہ کیا تھا بلکہ تصوف کے وہ رموز خفی وجلی بھی آشکار کئے تھے جن پر عام لوگوں کی نگاہ نہیں جاتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے ہم ان کی زیر تبصرہ تصنیف انوار قدسیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے وہ مقامات، مراتب اور مدارج سامنے آتے ہیں جن سے گزرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے - یہ تصنیف تین حصوں میں منقسم ہے پہلے باب میں عبودیت کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں علم نافع کی خصوصیات اور تلاش سے بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں فقراء، مشائخ اور حکماء کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے عبودیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تصنیف عربی میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے جس نے مسلمانوں میں ذہنی انقلاب برپا کر کے ان کی فکر ونظر کی جلا کی ہے۔ جن لوگوں کو تصوف اور اس کے فلسفہ سے دلچسپی ہے۔ یہ ان کے لئے یقیناً مشعل راہ ہوگی۔ وہ اس کی روشنی میں تزکیہ نفس بھی کر سکتے ہیں اور محاسبۂ ذات بھی، آج سے نصف صدی پہلے شیخ عبدالرحمن نامی ایک بزرگ نے اس کا پہلی مرتبہ اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ ترجمہ بھی نایاب ومفقود تھا - صفیہ اکیڈمی کے ناشر نے اس ترجمہ کو حاصل کر کے ضروری تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے - اور ایک بہت بڑی ضرورت پوری کی ہے - امید ہے کہ یہ عام طور پر پسند کی جائے گی -

(ع ع)

تبصرہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور مورخہ ۳۱ جون ۱۹۶۶ء

انوار قدسیہ

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ

ضخامت :- ۳۳۲ صفحات کاغذ سفید سائز ۲۲×۱۸/۸ ٹائیٹل خوبصورت لکھائی و چھپائی بہتر - قیمت چھ روپے

ناشر :- صفیہ اکیڈمی ۱۶/۴ پی آئی بی کالونی - کراچی ۵

علامہ سید عبدالوہاب شعرانیؒ دسویں صدی ہجری کے اکابر علماء اعاظم صوفیاء میں بلند مقام رکھتے تھے - اور آپ بڑے مقبول مصنف تھے - آپ کی تصانیف میں سے ایک اہم تصنیف انوار قدسیہ ہے جو کافی عرصہ سے نایاب تھی - اب اسے صفیہ اکیڈمی کراچی نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے - یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے باب اول میں مطلقاً آداب عبودیت، باب دوم میں مفید و نافع علم کے طریقے اور فوائد، باب سوم میں فقراء و سالکین کے آداب - اور خاتمہ میں معاملات کے بیان جو عبد کامل و عارف محقق کے نزدیک عبودیت سے گرے ہوئے ہوں - اس کتاب کا مطالعہ اہل علم حضرات، خصوصاً تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہت مفید ہوگا -

دیباچہ

الدُّرُّ المنضود (ترجمہ) البحر المورود

الملقب بہ

وصیت مشائخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ۰ والصلوٰۃ والسلام علی سیدی وروحی سید الاولین والآخرین ۔ نبیہ وصفیہ حبیب اللہ وعبدہٗ ورسولہٗ محمد خاتم المرسلین ۔ مراد العاشقین ومرام المشتاقین وقرۃ عیون المساکین صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وعترتہٖ الطاہرین الطیبین ۔ صلوٰۃ وسلامًا دائمین متلازمین الٰی یوم الدین کما یحب ویرضٰی ربنا آمین ۔ اما بعد یہ محتاج رحمت رب احد احقر الوریٰ بندہ ظفر احمد عرض کرتا ہے کہ ۱۳۲۶ھ میں جب یہ احقر حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً کی زیارت سے مشرف ہوا

تو بعض اوقات خدمت بابرکت حضرت سیدی مولانا محب الدین صاحب[1] مہاجر مکی دامت برکاتہم میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور حضرت مولانا بھی احقر کے حال پر توجہ فرماتے تھے - ایک بار غایت شفقت سے فرمایا کہ تو نے علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عہود محمدیہ کا بھی مطالعہ کیا ہے - میں نے عرض کیا حضرت کوئی نہیں - نام بھی آج ہی سن رہا ہوں - فرمایا کہ اُس کا مطالعہ جماعت اہل دیوبند کے ہر فرد کو ضروری ہے جو اتباع سنت کے دلدادہ ہیں - چنانچہ احقر نے کتاب موصوف کو خرید کر مطالعہ کیا واقعی اتباع سنت کی ترغیب جس عمدہ پیرایہ سے اس کتاب میں دی گئی ہے بہت کم کسی کتاب میں نظر سے گزری - علامہ نے اُس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو عہد و وصیت کے پیرایہ میں بیان کیا ہے - پھر اپنے مشائخ دائمہ کے کلام سے اس کی شرح فرمائی ہے جس سے تعلیم نبوی کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے اور ہر عہد کے اخیر میں بہت سی احادیث نقل فرمادی ہیں - عہود محمدیہ کے حاشیہ پر ایک دوسری کتاب البحر المورود چڑھی ہوئی ہے وہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے - اس میں وہ وصیتیں جو ان کے مشائخ نے اُن کو فرمائی تھیں اور وہ عہد و پیمان جو ان سے لئے تھے جمع فرمادیئے ہیں - میں کیا کہوں کیسے عجیب و غریب مضامین ہیں اُن کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اتباع سنت کس

---

[1] یہ بزرگ حضرت قطب العالم سیدی حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے ہیں -
مترجم

چیز کا نام ہے - تصوف کیا شے ہے - حقیقت کس کو کہتے ہیں - علماء سالکین کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیئے - نیز مشائخ سلف کا طریقۂ تربیت بھی واضح ہوتا ہے کہ کس قدر پاکیزہ ہے - اُن لوگوں کی غلطی بھی کھل جاتی ہے جو شریعت و طریقت کو الگ الگ دو چیزیں سمجھتے ہیں - یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صوفیائے کرام کو تزکیۂ اخلاق و درستیٔ معاملات و معاشرت و پاس آداب و انتظام امور و مصالح عباد کا کس درجہ اہتمام تھا - نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کیسے بیدار مغز ہوتے ہیں نفس کے امراض اور شیطان کے فریبوں کو کس خوبی سے سمجھتے اور بیان کرتے ہیں اور طالبانِ سلوک کی کس طرح عہد و پیمان لے کر اور وصیت و نصیحت فرما کر کامل اصلاح کرتے ہیں - البحر المورود کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مشائخ صوفیہ نے طالبین سے کیسی ذرا ذرا سی باتوں کا عہد لیا ہے - مگر وہ حقیقت میں ذرا سی نہیں - اُن کے نتائج بہت قیمتی ہیں اور کیسی خفیف خفیف باتوں پر مواخذہ فرمایا ہے جو ظاہر میں ہلکی معلوم ہوتی ہیں لیکن واقع میں بہت زہریلا مادہ ہے ان باتوں کو دیکھ کر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ سچا اور مقبول سلف طریقۂ تصوف وہی ہے جس کو آج خدا کی ایک برگزیدہ جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے - اس زمانہ میں لوگوں نے تصوف صرف اسی کا نام سمجھ لیا ہے کہ اوراد و اشغال کی کثرت کر لی جائے تسبیحیں اور نوافل زیادہ مقدار میں پڑھ لی جائیں - پاس انفاس وغیرہ کی مشق بڑھا لی جائے - انوار و انکشافات ہونے لگیں - دل جاری ہو جائے تو بس مدعائے تصوف حاصل ہو گیا حالانکہ تصوف

کے لئے ایسی بیداری کی بھی ضرورت ہے جس سے تمام معاملات و معاشرت میں ہر چیز کا پورا حق ادا ہو۔ اُن آداب کی بھی ضرورت ہے جن کے بعد کسی کو زبان یا ہاتھ وغیرہ سے ایذا نہ پہنچے۔ ہر کام کے ایسے انتظام کی ضرورت ہے جس سے دل کو تمام اُلجھنوں سے نجات ہو کر جمعیت و یکسوئی کے ساتھ مشاہدۂ جمالِ حقیقی نصیب ہو۔ اُن اخلاق کی بھی ضرورت ہے جن سے دربارِ الٰہی کی پاک جماعت و منزّہ مجلس میں شامل ہونے کی قابلیت پیدا ہو۔ کیونکہ مرتبۂ احسان جس کو حصولِ نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے خاص صدیقین و اولیاء صالحین کا مقام ہے۔ اس مقام پر وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو تزکیۂ اخلاق وغیرہ سے اُن کی طرح پاک وصاف ہو چکا ہو۔ گندہ و ناپسندیدہ اخلاق و اعمال کے ساتھ اس پاک و منزّہ مجلس میں باریابی مشکل ہے۔ پھر جو شخص ایسے اعلیٰ و برتر مقصود کا جس کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم بھی گرد ہے طالب ہو اور اس کے اقوال و احوال و اعمال پر گرفت اور روک ٹوک کی جائے وہ بھی اگر یوں کہنے لگے کہ شیخ بہت سخت گیری کرتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ فرماتے ہیں، سخت حیرت و تعجب کا مقام ہے یا نہیں۔ ان صاحبوں کو شرمانا چاہیئے کہ عاشقانِ مجازی ایک فانی صورت کی محبت میں کیسی کیسی سختیاں اور تکالیف عمر بھر جھیلتے ہیں، تو کیا جمالِ حقیقی کا طالب چند روز بھی شیخ کی سختی کو نہ برداشت کرے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ہ کیا تم کو صرف کہہ دینے پر چھوڑ دیا جائے کہ ہم تو مسلمان ہیں اور تمہارا امتحان نہ کیا جائے۔ تو پھر ایسے انوکھے محبوب کے طالب ہی کیوں ہوتے

ہو اپنے گھر راحت و آرام سے بیٹھے ہوتے ؎

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول، قدم آنست کہ مجنوں باشی

اگر اس راستے میں قدم رکھنا ہے تو سب سے اول اپنے ارادہ اختیار و عزت و جاہ کو فنا کر دینا چاہیئے اور اس بات کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے کہ اگر بر سر راہ بھی جوتیاں ماری جائیں تو دل میں تغیر اور ابروؤں پر بل نہ پڑے - یاد رکھو بسا اوقات نفس سمجھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں کبر و عجب و اخلاق رذیلہ نہیں رہے مگر امتحان کے وقت اس کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ یہ سب دعوے جھوٹے تھے - تو کیا شیخ اس کا امتحان بھی نہ کرے اور امتحان کے بعد اُس کی اصلاح نہ کرے - اگر خدا کے طالب بن کر بھی یہی چاہتے ہو تو طلب کا کیوں نام لیا - کس نے تمہاری خوشامد کی - خوش خوش اپنے گھر رہو اور کسی شیخ کے پاس جانے کا نام نہ لو یاد رکھو کہ شیخ جو کچھ کرتا ہے تمہارے ہی بھلے کو تمہارے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے طالب خدا کو اس راہ میں قدم ڈالنے سے پہلے سرمد کی یہ رباعی پیش نظر کر لینا چاہیئے ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد

یا تن برضائے دوست میباید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

میں نے چاہا تھا کہ اول عہودِ محمدیہ[1] کا ترجمہ احباب کے سامنے پیش کروں مگر ایک بار حضرت حکیم الامت دام مجدہم کے سامنے جو یہ ارادہ عرض کیا تو فرمایا کہ عہود محمدیہ بڑی کتاب ہے اُس کے ترجمہ میں بہت زمانہ صرف ہو گا میری رائے میں پہلے البحر المورود کا ترجمہ کرنا چاہیئے کہ وہ چھوٹی کتاب ہے اور مضامین بھی نئے ہیں۔ عام لوگوں کے لئے مفید بھی بہت زیادہ ہیں اس لئے بنام خدا اول اسی کا ترجمہ شروع کیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ ان قیمتی اور انمول جواہر سے احباب کی ضیافت نہ کروں اس لئے اپنی وسعت کے موافق عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کر کے پیش کرتا ہوں۔ جہاں مجھ کو شبہ پیش آئے گا اپنے بزرگوں سے حل کر کے اس کو لکھوں گا اس کے بعد بھی کوئی غلطی رہے تو ناظرین مطلع فرمائیں۔ بین القوسین کچھ عبارات توضیح مقصود کے لئے بڑھا دی ہے وہ مترجم کی طرف سے ہے اگر کہیں اختصار یا خلاصہ کیا جائے گا حاشیہ میں اس کی اطلاع کر دی جائے گی۔ سہولت کے لئے اس کے چند حصے کر دیئے گئے۔ اس وقت حصہ اول آپ کے سامنے ہے باقی حصے بھی انشا اللہ جلد مکمل ہو کر پیش ہوں گے۔ اس ترجمہ کا نام الدر المنضود ترجمہ البحر المورود الملقب بہ وصیت مشائخ رکھنا

---

[1] اس کے بعد انشا اللہ عہود محمدیہ کا ترجمہ بھی جلدی پیش کیا جائے گا اُس کا نام العقود السرمدیہ ترجمہ العہود المحمدیہ الملقب بوصیت رسول ہو گا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری زندگی میں ان دونوں کتابوں کا ترجمہ پورا ہو جائے اور اپنے بھائیوں کو ان سے منتفع ہوتا ہوا دیکھ لوں۔
مترجم

ہوں حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اس سے منتفع فرمائیں - خدا کرے میں اپنی زندگی میں اپنے بھائیوں کو اس کی قدر کرتے ہوئے اور اس کے مضامین پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے دیکھ لوں - حق تعالیٰ اس کو میرے لئے ذریعۂ نجات بنائیں اور اپنی ذات پاک کے لئے اس عمل کو خالص فرمالیں اور میرے اہل و عیال کو بھی اس پر کاربند ہونے کی کامل توفیق عطا فرمائیں اور مجھے غوائل نفس سے محفوظ رکھیں - آمین - میں اپنی اس ناچیز خدمت کو اعلیٰ حضرت سیدی سندی مولائی و مرشدی قطب العارفین ظل اللہ علی العالمین فقیہ الامت المحمدیہ وارث العلوم النبویہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب لازلت بحار الطافہ وافضالہ زاخرۃ وشآبیب انورہ وبرکاتہ علینا ماطرۃ کی بارگاہ عالی میں ہدیۂ پیش کرتا ہوں - ؏ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا : ؎

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیادِ تو می کشم چہ عبارت و چہ معانیم

والحمد للہ اولاً وآخراً وظاھراً وباطناً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ○

دیباچہ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الشیخ العلامۃ القطب الربانی سیدی المولیٰ عبد الوہاب الشعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ الحمد للہ رب العالمین وصل وسلم علیٰ سیدنا محمد وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہم وصحبہم اجمعین واقول سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے (معلوم ہو کہ) یہ کتاب ہے جس میں میں نے ایک عمدہ مجموعہ اُن عہدوں کا جمع کر دیا ہے جو مجھ سے میرے اُن مشائخ کرام نے لئے تھے جن کو میں نے ۱۰۰۰ھ کے شروع میں پایا ہے ۔ میں نے ان عہدوں کو بامید نفع برادران (دینی) کے ان چند اوراق میں لکھ دینا چاہا ۔ بعد ازاں کہ اول ان کو کتاب و سنت کے مطابق سونے و جواہرات کے پانی سے اپنی طاقت کے موافق تحریر کر لیا تھا اور جب میں اس کتاب کو تالیف کر چکا تو لوگوں نے اُس کی نقل میں بہت جلدی کی ۔ یہاں تک کہ تقریباً تیس ۳۰ نسخے مصر اور اس کے متعلق دیہات وغیرہ میں لکھے گئے جس سے میرے ایک ہمعصر کو حسد ہوا اور اس نے ایک نسخہ میرے ایک بھولے شاگرد

سے عاریت سے لیا اور اُس سے خود ایک دوسرا نسخہ نقل کیا جس میں بہت سی باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ملادیں اور بہت سی حکائتیں مسخرے پن کی اُس کتاب کے عہدوں میں اس طرح شامل کردیں کہ (بظاہر دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) گویا وہی میری تصنیف کردہ کتاب ہے - پھر اس نسخہ کو دور دراز کے واسطے سے ایک ایسے شخص کے پاس بھیجا جو اپنے کاموں میں بہت بے باک اور دلیر تھا اس نے بدون مجھ سے ملے ہوئے (مجھے بدنام کرنا شروع کردیا) اور اُس نسخہ کو جامع ازہر وغیرہ میں لے کر گھومنا شروع کیا اور لوگوں سے کہا ذرا اس کتاب کو تو دیکھو جو فلاں شخص کی تصنیف ہے (اس میں خلاف شرع کس قدر باتیں ہیں) - پس اے عزیز کچھ نہ پوچھو اس کے بعد علما اور عوام کس قدر میری آبرو کے پیچھے پڑے - جب مجھ کو یہ خبریں پہنچیں تو میں نے اُن کے پاس اپنا اصلی نسخہ جس پر علماء کی مہریں تھیں بھیجا اور اس کو انھوں نے بغور دیکھا تو اس میں ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہ پائی جو اس دشمن نے (خلاف شرع) ملادیں تھیں - اور اس واقعہ میں میرے اوپر سب سے زیادہ انکار برادر صالح شیخ حسین العبادی نے کیا - حق تعالیٰ شانہٗ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں کیونکہ انھوں نے مجھے بہت ثواب پہنچایا اور میرے اوپر ہمیشہ کے لئے آبرو کے بارے میں ہر قسم کی بات برداشت کرنے کا دروازہ کھول دیا یہاں تک کہ میں اب ہر شخص سے جو کہ میری آبرو کے متعلق کچھ کلام کرے بطیب خاطر چشم پوشی کرنے اور اس کی بات کو اچھے معنی پر حمل کرنے لگا - اور اس واقعہ کے دبدبے سے میں لے کوئی بات تصنیف

نہیں کی جس میں لوگوں کی اس قسم کی آمیزش کا تذکرہ کر کے اس سے اپنی برأت ظاہر نہ کی ہو۔ مبادا کہیں لوگ (دشمنوں کی) اشاعت کے موافق یہ گمان نہ پکا لیں کہ اس میں کوئی بات خلاف شرع بھی ہے اور اس کے مواعظ و نصائح کے فوائد سے محروم رہیں اسی وجہ سے دو سال کے بعد میں نے اس کتاب کا دیباچہ بدلا اور اس میں اس حاسد کی آمیزش کا تذکرہ کیا[1]۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی اس خطا کو معاف فرمائے اور جن لوگوں نے اس کی وجہ سے میری غیبت کی ہے ان کو بھی اللہ تعالیٰ بخشے۔ آمین اللّٰھم آمین۔ اور میں اپنی اس کتاب کے اور دوسری کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں سے اللہ کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان میں کچھ تحریف (یعنی تغیر معنی) یا تصحیف (یعنی تغیر لفظی) یا ایسی کوئی عبارت دیکھیں جس میں نظر غائر کرنے والے کو کوئی بات خلافِ حق مفہوم ہو اس کی اصلاح کر دیں اور اس کا ثواب

---

[1] میں کہتا ہوں کہ حاسدین نے صوفیائے کرام کی کتابوں میں غلط مضامین کی بہت آمیزش کر دی ہے جس سے ان پر کفر کے فتوے لگنے لگے۔ مگر حاشا للہ وہ ان خرافات سے پاک تھے۔ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ و شیخ محی الدین ابن عربی کے کلام میں حاسدین نے بہت کچھ گڑبڑ کر دی ہے۔ بہت جگہ غلط مضامین ملا دیئے ہیں۔ جن سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔ اور یہ تو اب بھی ہوتا ہے کہ علمائے اہل سنت کی کتابوں میں صحیح باتوں کا غلط مطلب بنا کر عوام پر ظاہر کیا جاتا ہے اور ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی عبارت کا صحیح مطلب بیان بھی کرتے ہیں اس پر بھی افترا سے باز نہیں آتے۔

مترجم

اُن کو حق تعالیٰ کے پاس ملے گا اس لئے کہ انسان اپنی کتاب کے منقح و مہذب کرنے میں جس قدر بھی چاہے مبالغہ کرے پھر بھی غلطی اور تحریف سے بہت کم کوئی بچتا ہے - اگر یہ بات نہ ہوتی تو متاخرین متقدمین پر استدراک (گرفت) نہ کر سکتے - اور کتابوں کی شروح نہ کی جاتیں اور شروح پر حواشی نہ لکھے جاتے - یہ سب کچھ اسی لئے کیا جاتا ہے کہ مصنف ہر مسئلہ کو مع اس کے تمام لوازم اور تمام ان اشکالات کے جو اُس کے منطوق و مفہوم پر وارد ہو سکتے ہیں ذہن میں حاضر کرنے سے عاجز ہے لیکن کسی کو یہ نہ چاہیئے کہ جب تک میں بقید حیات ہوں بدوں مجھ سے مراجعت (مشورہ) کئے میری کتاب میں کوئی اصلاح کر دے (بلکہ اس کو اول مجھ سے مراجعت کرنا چاہیئے) تاکہ میں اس عبارت کی مراد کو اول خود واضح کر دوں - کیونکہ صاحب کلام اپنی مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے - علاوہ بریں یہ کہ میری اکثر تالیفات جو حدیث کے سوا کسی اور فن میں ہیں وہ کتابوں سے جمع کی ہوئی نہیں ہیں - بلکہ اُن میں اکثر حصہ آفتاب شریعت مطہرہ کی شعاعوں سے اقتباس کیا گیا ہے یا اہل طریق کے کلام سے استنباط کیا گیا ہے اور جہاں کہیں میں نے کسی کا کلام نقل بھی کیا ہے تو وہ اپنے استنباط اور فہم کی تائید و تقویت کے لئے ذکر کیا ہے اور جو مصنف نور شریعت کی شعاعوں سے اوّلاً اقتباس و استنباط کرتا ہے اس کا کلام مجتہدین کے کلام کے مشابہ ہو گا اگرچہ مرتبہ میں تفاوت ضرور ہو گا - ایسے شخص کے کلام کو اس کی یقیناً ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اس پر گرفت کرے یعنی کہیں اُس میں کوئی قید یا

یا شرط زیادہ کردے کہیں مراد کو واضح کردے بخلاف اُن مصنفین کے جن کی تصنیفات علمائے سلف کے کلام کا مجموعہ ہوتی ہیں کہ اُن کو کسی گرفت کرنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔کیونکہ علما کے منقول کلام کو متاخرین متقدمین سے دست بدست لیتے چلے آئے ہیں اور اُس کو صاف وشستہ کر چکے ۔اس پر زیادتی بھی ہو چکی ۔پس اب جو بعد میں کوئی آتا ہے وہ منقح اور مہذب عبارتیں پاتا ہے (جن میں گرفت کی ضرورت باقی نہیں رہی) ۔پس اُن کو اسی طرح کتاب میں لکھ دیتا ہے (اور فقہا و مستنبطین کا یہ حال تھا کہ) حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی مسئلے میں فتویٰ دیتے تو ساتھ میں یہ بھی فرما دیتے کہ یہ وہ بات ہے جو عمر کی سمجھ میں آئی اگر ٹھیک ہو تو اللہ و رسولؐ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہو تو عمر کی طرف سے ہے ۔ایسے ہی امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کے ماسوا علمائے سلف فرمایا کرتے تھے اور میں بھی اس وقت ایسے ہی کہتا ہوں ۔

اے عزیز اس کے بعد تم پر یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیئے کہ صوفیائے کرام کا قاعدہ ہے کہ وہ مرید سے عزائم[1] (کے اختیار کرنے) پر اور

---

[1] احکامِ شرع دو قسم پر ہیں ۔عزیمت و رخصت ۔عزیمت اصلی حکم کو کہتے ہیں جو افضل ہوتا ہے اور رخصت وہ آسان حکم ہے جس کو شارع نے بلحاظ عذر کے جائز رکھا ہے مثلاً عزیمت سفر میں جب کہ با مشقت نہ ہو روزہ رکھنا ہے اور افطار بھی جائز ہے یہ رخصت ہے ۔اور مثلاً عزیمت یہ ہے کہ انسان اکثر اوقات ذکر اللہ میں رہے اور آرام کرنا بھی وقت فرائض کے علاوہ جائز ہے اور یہ رخصت ہے ۔
مترجم

رخصتوں کے چھوڑنے پر بغرض ترقی مرید عہد لیا کرتے ہیں کیونکہ اکثر رخصتوں میں ترقی نہیں ہوتی البتہ اچھی نیت سے اگر ان کو کیا جائے (تو ان میں بھی ثواب ہوتا ہے) پس اگر کوئی شخص اہل طریق میں سے کسی مرید سے عہد لے کہ فلاں کام (جو فی نفسہٖ) مباح ہے مت کرنا - اس پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ یہ شخص ایسے کام سے کیوں منع کر رہا ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے لئے جائز کیا ہے - (بات یہ ہے) کہ تم اور میدان میں ہو اور یہ قوم دوسرے میدان میں ہے -
اہل طریق کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص رخصتوں ہی کا عادی ہو وہ اُن کے طریق میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ راستہ مشقت اور محنت اور عزائم کے اختیار کرنے کا ہے: نیز مباح کو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے تاکہ ضعفاء تکالیف کی مشقت سے آرام حاصل کرلیں - پس جس شخص کو کسی قسم کی مشقت نہ ہو اس کو چاہیئے کہ مباح کی جگہ کوئی واجب یا مستحب کام اپنے ذمہ مقرر کرلے -

علیٰ ہٰذا اہل طریق کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ مرید کو بھول چوک کا وطیرہ اختیار کرنے پر سزا دیتے ہیں اگرچہ نسیان وخطا کا گناہ اس امت سے اٹھا دیا گیا ہے (مگر اہل طریق) کہتے ہیں کہ ہمارے طریق میں نسیان وخطا نادر چیز ہے (اس راستہ میں چلنے والے کو نسیان نہ ہونا چاہیئے) کیونکہ وہ راستہ بیداری اور حضور قلب اور درگاہِ حق سبحانہٗ کی طرف (اچھی طرح) متوجہ ہونے کا ہے اور بھول چوک مرید سے اکثر اسی وقت صادر ہوتی ہے جب کہ وہ پہلے احکام خداوندی کے ساتھ کچھ سستی برتے جیسا کہ ہم نے عہود محمدیہ کے دیباچہ میں بھی اس کو

ذکر کیا ہے ۔ جب بعض حاسدین نے ان عہود میں (خرافات کی) آمیزش کر دی تو میں نے ایک کتاب عہود کی احادیث نبویہ سے مضبوط کر کے تالیف کی تاکہ حاسدین اس میں آمیزش کرنے سے باز رہیں (اسی کتاب کا نام عہود محمدیہ ہے) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ حاسد میری طرف سے غافل نہ رہے گا تو اس کا حیلہ کمزور ہو جائے گا (کیونکہ اس کے بعد بھی اگر اس نے خلاف شرع کوئی آمیزش کی تو) لوگ خود سمجھ لیں گے کہ مؤلف ایسی باتیں کیونکر بیان کر سکتا ہے کہ اس کے بنائے ہوئے کلام کی تردید اسی کی بیان کردہ احادیث کر رہی ہیں ۔ کیونکہ مؤلف تو اسی واسطے حدیثیں بیان کیا کرتا ہے تاکہ اس کے کلام کی تائید کریں ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور میں نے اس کتاب کا نام (البحر المورود فی المواثیق والعہود) رکھا ہے ۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اپنی ذات پاک کے لئے خالص فرمالیں اور اس کے مؤلف اور کاتب (و مترجم) اور دیکھنے والے کو اس سے منتفع فرمائیں ۔ بے شک وہی دعا کے سننے والے قبول فرمانے والے ہیں ۔ اب ہمیں مقصود کتاب کو شروع کرنا چاہیئے پس اللہ کی توفیق کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ ۔

عہد (۱)

اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں

ہم سے عہد لیا گیا ہے۔ (اور ہم فضل خداوندی سے اس کے پورا ہونے کی امید رکھتے ہیں) کہ ہم اپنے پاس بیٹھنے والے ہر مسلمان سے اپنے آپ کو کم سمجھیں اگرچہ وہ مسلمان بدحالی میں کیسا ہی انتہا کو پہنچ گیا ہو مگر ہم اپنے نفس کو اس سے کم ہی سمجھیں۔ تمام سلف صالحین کا یہی مذاق تھا رضی اللہ عنہم۔ جیسے وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ اور (خلیفہ راشد) عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فضیل بن عیاض وعمرو بن بجید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وہب بن منبہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ اس وقت تک متواضع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر لوٹنے تک کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھے اور عمرو بن بجید رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کی طرف عبدیت کا کوئی درجہ اس وقت تک منسوب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے تمام طاعات کو ریا اور تمام حالات وکیفیات کو جھوٹے دعوے نہ سمجھے اور میں نے سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ تکبر اور رعونت والوں میں

سے جو کوئی اس بات میں شک کرے کہ اس کا نفس اس کے پاس بیٹھنے والے سے کمتر ہے اُس کو چاہیئے کہ اپنی اُن تمام لغزشوں اور گناہوں کو جو اتنی عمر میں اس سے سرزد ہوئی ہیں اپنے نفس کے سامنے پیش کرے پھر اُن کا اُن نقائص سے مقابلہ کرے جو اُس کے پاس بیٹھنے والے کے اندر اس کے علم میں ہیں تو غالب یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو پاس بیٹھنے والے کے نقائص معلومہ سے یقیناً زیادہ پائے گا۔ کیونکہ اکثر یہی قاعدہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے نقائص کو دوسرے کے نقائص سے زیادہ جانتا ہے اور جو شخص گناہوں میں اپنے ہمنشیں سے بڑھا ہوا ہو وہ مرتبہ میں بھی اُس سے (یقیناً) کمتر ہو گا۔ (پس اب کیا حق ہے کہ اپنے آپ کو اس سے افضل سمجھے اور بعض لوگوں کو جب دوسرے کے گناہوں کا پوری طرح علم نہیں ہوتا تو یہ خیال کر لیا کرتے ہیں کہ اس کے بھی گناہ بہت ہوں گے اگرچہ میں نہیں جانتا) اور کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ صرف گمان اور تخمین سے اپنے پاس بیٹھنے والے کو کثرتِ معاصی میں اپنے نفس پر قیاس کرے اور (دل ہی دل میں) یوں کہے کہ ایسے شخص سے یہ بات بعید ہے کہ خدا نے اُس کو اُن گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھا ہو گا جو مجھ سے سرزد ہوئے ہیں اس لئے کہ یہ بدگمانی ہے (اور بدگمانی جائز نہیں) اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ کسی کو دوسرے کے عیوب اپنے عیوب سے زیادہ معلوم ہیں تب بھی اس کو لائق یہی ہے کہ دوسرے کے عیبوں میں نظر کرنا چھوڑ دے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے خوف خدا میں مشغول ہو۔ اگرچہ وہ دوسروں کے گناہوں سے شمار

ہیں کم ہی ہوں۔ کیونکہ ہر مکلف کے لئے اپنے گناہوں کی وجہ سے اہتمام کے ساتھ خوف خدا کو دل میں جگہ دینا دوسروں کے گناہوں کے شمار کرنے کی فکر میں پڑنے سے زیادہ بہتر ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی خبر نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کس بات پر مواخذہ کریں گے اور کس گناہ سے چشم پوشی فرمائیں گے۔ ممکن ہے کہ خدا اس کو معاف کر دے اور تم سے مواخذہ کرے۔ (اور اس سے بھی ترقی کر کے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ فرض کر لو کہ تمہارے اندر بہت سی خوبیاں ہیں اور کوئی بھی عیب نہیں اور دوسرے شخص میں کوئی بھی خوبی نہیں اور تمام عیوب موجود ہیں جب بھی تم اپنے کو اس سے افضل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے الاعمال بالخواتیم کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارا خاتمہ انہیں اعمال پر ہوگا یا تقدیر میں کچھ اور لکھا ہوا ہے اور کیا عجب ہے کہ جس شخص میں اس وقت سرتاپا گناہ ہی گناہ ہیں اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے اور وہ تم سے مرتبہ میں اللہ کے نزدیک اعلیٰ ہو جائے۔ پس کبھی اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ نہ سمجھنا چاہیئے اور یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ جس خدا نے دوسرے شخص کو نیک اعمال کی توفیق نہیں دی وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم سے نیک اعمال کی توفیق سلب کر کے اس کو دیدے۔ بڑائی اور عظمت حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات پاک کے لئے زیبا ہے۔ بندہ کو عاجزی اور خاکساری ہی میں نجات ہے۔ تواضع اصل عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت غایت ذلت کو کہتے ہیں) اس کو خوب جان لو پھر اے عزیز! تم پر یہ بات چھپی نہ رہنی چاہیئے کہ یہ عہد اس کتاب کے تمام عہود پر عمل کرنے کے

لئے دہلیز ہے ۔پس جو کوئی اس دہلیز سے داخل نہ ہوگا وہ اس کتاب کے عہود کے ساتھ خوگر ہونے کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو لوگوں سے زیادہ یا اُن کے برابر سمجھے گا وہ ان کی مدد (اور فیض باطنی) سے محروم رہے گا۔ اس لئے کہ فیضانِ باطنی پانی کے مانند ہے اور پانی نیچے کی جانب پست مقامات ہی میں چلا کرتا ہے ۔ بلند مقامات کی طرف نہیں چڑھا کرتا ۔ اور برابر جگہ میں پانی ٹھیرا کرتا ہے ۔پس اگر اپنے آپ کو کسی کے برابر بھی سمجھو گے تو اس کا فیض ٹھیرا رہے گا تم تک نہ پہنچ سکے گا ۔ اس لئے متکبر کو کسی سے بھی فیض نہیں پہنچ سکتا اور اس مرتبہ والا یعنی صاحب تواضع ہر پاس بیٹھنے والے سے فیض لے لیتا ہے ۔ اس کی طرف فیض خود بخود بہکر چلا آتا ہے دوسرا چاہے یا نہ چاہے ۔پس اس کے مشائخ کا کوئی شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ سیدی شیخ عبدالعزیز الدیرینی رحمتہ اللہ سے کسی نے اُن کے مشائخ طریق کے بابت سوال کیا (کہ کس قدر ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں اپنے مشائخ کا شمار نہیں کر سکتا کیونکہ میں ہر شخص سے جس کے بھی پاس بیٹھ جاؤں فائدہ حاصل کر لیتا ہوں پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

وکل شیخ نلتُ منہ علما

اوادبا فھوا ماحی حتما

ترجمہ

جس کسی سے بھی مجھے علم وادب ہو حاصل

ہے وہی شیخ مرا اور امام کامل

پس اے عزیز اپنے نفس کو ہر پاس بیٹھنے والے مسلمان سے کمتر مشاہدہ کر۔ تاکہ تو اہل تواضع میں سے ہوجائے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ تجھ کو تیرے ہمسروں پر بلندی عطا فرمائیں گے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے من تواضع اللہ رفعہ اللہ کہ جو کوئی (خالصاً) للہ تواضع کرے خدا تعالیٰ اس کو بلند فرمائیں گے۔ پس اگر تو اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے بڑا سمجھے گا اُن کا ماتحت ہوجائے گا اور اگر دل سے تو اُن کو اپنے سے بڑا سمجھے گا تو اُن سے بلند ہوجائے گا (مگر اس نیت سے تواضع اختیار کرنا کہ میں تواضع کے بعد دوسروں سے بلند ہوجاؤنگا تکبر ہی میں داخل ہے۔ بلندی تواضع سے اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو بلندی سے بھاگتا ہو اور دل سے اپنے آپ کو کسی قابل نہ سمجھتا ہو تواضع خدا کے لئے خالص اسی طرح ہوسکتی ہے ورنہ بہ نیت رفعت تواضع کرنا تو خط نفس کے لئے ہے)۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم کو اس واسطے اپنا بندہ نہیں بنایا کہ ہم اپنے آپ کو کسی مخلوق سے افضل سمجھا کریں البتہ بجہت شکر (اگر اپنا کوئی مرتبہ یا مقام جو حق تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ظاہر کردیا جائے تو اس کا) مضائقہ نہیں (چنانچہ بعض عارفین سے جو بعض شطحیات و دعاوی منقول ہیں وہ یا تو کسی خاص حالت میں اُن سے صادر ہوئی ہیں یا کبھی نعمت الہٰی کے اظہار کے لئے انھوں نے ایسا کیا ہے جس کا امر آیۃ وَ اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ میں آیا ہے) اترانے اور عجب کرنے کے طور پر اپنے کو کچھ سمجھنا کبھی جائز نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس سے ہم کو بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی زبانی ارشاد فرمایا ہے کہ لا یدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر یعنی علی اخیہ المسلم - جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا یعنی مسلمان بھائی کے مقابلہ میں وہ جنت میں داخل نہ ہو گا - اور ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول تھا کہ ذُلّی عطّل ذُلّ الیھود - میری ذلت نے تو یہود کی ذلت کو بھی بیکار کر دیا (مطلب یہ کہ میری ذلت کے سامنے یہود کی ذلت کی بھی کچھ حقیقت نہیں - میں ان سے بھی زیادہ ذلیل ہوں) اس لئے کہ ہر ذلیل کی ذلت موافق اس کی معرفت کے ہوتی ہے - یعنی جس قدر اس کو دوسرے کی عظمت و جلال کی معرفت ہو گی اسی قدر وہ اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل سمجھے گا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو عظمت و جلال خداوندی کی معرفت اس قدر تھی کہ یہود کو ہر گز نہ تھی (پس حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ اپنے آپ کو عظمت و جلال خداوندی کے مشاہدے کے بعد بالکل ہیچ اور نیست و نابود سمجھتے تھے اور یہود باوجود مخلوق کی آنکھوں میں ذلیل ہونے کے اپنے دل میں اپنے آپ کو اب بھی بہت کچھ سمجھتے ہیں سو واقعی) حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے شبلی رحمتہ اللہ علیہ اپنے آپ کو اس قدر ذلیل سمجھتے تھے کہ یہود اس قدر نہ سمجھتے تھے تو ان کی ذلت یہود کی ذلت سے بہت ہی بڑی ہوئی (کیونکہ یہود کو صرف دوسرے لوگ ذلیل سمجھتے ہیں اور وہ خود اپنے کو ذلیل نہیں مانتے اور حضرت شیخ اپنی نگاہ میں بہت ذلیل تھے اگرچہ مخلوق ان کی عظمت کرتی تھی) خوب سمجھ جاؤ اور جو شخص مقام تواضع میں ہوتا ہے وہ ہر مسلمان کے لئے جو اس کے پاس آتا ہے (تعظیماً) کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کو

اپنے سے افضل جانتا ہے اور اس کے سوا اس کے وجدان میں کچھ نہیں آتا پھر جب حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و احسان سے اس کو (مقام تواضع میں) کمال (اور رسوخ) عطا فرما دیتے ہیں تو پھر وہ حسب قاعدہ شریعت فاسق کے لئے کھڑا ہونا چھوڑ دیتا ہے تاکہ اس کو زجر (وتنبیہ) ہو جائے اور شریعت مطہرہ کا ادب بھی قائم رہے کیونکہ قیام صرف علماء و صالحین کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے اور جو شخص علانیہ فسق کرتا ہے وہ اس سے خارج ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیں اس شخص کے لئے کھڑے ہونے کی اجازت نہیں دی جس کے لئے کوئی بھی فضیلت ظاہر نہیں ہوئی (یعنی ایسے شخص کے لئے بہ نیت تعظیم کھڑا ہونا جائز نہیں۔ اگر کسی مصلحت سے مثلاً تالیف قلب بامید اصلاح یا دفع مضرت کے لئے کھڑا ہو جائے تو وہ جائز ہوگا) اور کامل کا نام (اصطلاح اہل طریق میں) عدل ہوتا ہے (کیونکہ وہ اعتدال کی پوری رعایت کرتا ہے) اور کنیت ابو العیون ہوتی ہے (جس کے معنی ہیں بہت سی آنکھوں والا) کیونکہ ہر چیز کے لئے اس میں ایک خاص آنکھ ہوتی ہے کہ اس کو اسی سے دیکھتا ہے۔ مثلاً تواضع خالصاً للہ کی وجہ سے تو وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ہر ہمنشیں کے مقابلہ میں بہ نظر حقارت دیکھتا ہے اور ان انعامات و افضال خداوندی پر نظر کر کے جو اس پر فائز ہیں حد شرعی میں رہ کر وہ کبھی اپنے آپ کو ہر پاس بیٹھنے والے سے بڑھ کر دیکھتا ہے۔ سیدی ابو الحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ مقام شکر میں اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ بادشاہوں کی نعمت و دولت کو

اپنی نعمت سے کمتر نہ سمجھے۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ خیال کیونکر (صحیح) ہو سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود بادشاہ بھی تو منجملہ اُن نعمتوں کے ہیں جو اس کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے حق تعالیٰ اس کے دین اور آبرو اور مال کی حفاظت فرماتے ہیں اور اُن سے شعائرِ اسلام قائم رہتے ہیں اور اگر بادشاہ نہ ہوتے تو دین کا کام سست ہو جاتا (توجب بادشاہوں کا تمام ساز و سامان بھی تمہارے ہی واسطے ہے تو پھر کس لئے اُن کی دولت و حشمت کو اپنی نعمتوں سے زیادہ سمجھتے ہو وہ بھی تو تمہارے ہی اوپر انعام ہے) اور ابو القاسم جنید رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ مقام تواضع اور شکرِ خداوندی میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ یہ نہ سمجھ لے کہ وہ رحمتِ الٰہی کا بالکل اہل نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ اگر رحم فرمائیں تو یہ محض احسان و فضل ہے۔ اور غالباً حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کا اہل نہ سمجھنے سے مقصود مستحق نہ جاننا ہے۔ کیونکہ کوئی مخلوق حق تعالیٰ پر کسی بات کا استحقاق نہیں رکھتی خوب سمجھ لو۔ (کیونکہ اہل نہ سمجھنے کے اگر یہ معنی لئے جاویں کہ اپنے کو رحمتِ الٰہی کا بالکل قابل نہ سمجھے تو اس سے یاس پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور رحمت خداوندی سے ناامیدی کافر کو ہوتی ہے مسلمان ہر حالت میں رحمتِ خداوندی کا امیدوار اور اس کے قابل ہوتا ہے) اور میں نے سیدی علی خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بندہ مقام تواضع کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس میں یہ بات نہ ہو کہ تمام موجودات میں کسی چیز سے اپنا مرتبہ عنداللہ زیادہ نہ سمجھے (یعنی علی التعیین کسی سے اپنا مرتبہ خدا کے نزدیک زیادہ

نہ سمجھے) البتہ جہاں شارع علیہ السلام کی طرف سے نص صریح وارد ہو (مثلاً جن لوگوں کا جہنمی اور کافر ہونا علی التعیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے اُن سے بطور شکر الٰہی کے اپنے کو افضل جاننا ضرور چاہیئے اور اجمالاً بدون تعین کے تو تمام کفار و مشرکین و اہل بدعت و فاسقین سے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان جان کر اپنے کو افضل سمجھنے میں مضائقہ نہیں - یعنی یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے مجھے کافر و مشرک و بدعتی فاسق نہیں بنایا اور تعین کر کے یہ نہ سمجھے کہ میں فلاں کافر یا فلاں بدعتی یا فلاں فاسق سے افضل ہوں) بلکہ اپنے کو تمام زمینوں سے نیچے اتارنا چاہیئے جو کہ ارواح عارفین کی قرار گاہ ہے اور جب تک بندہ اپنے لئے کوئی بلند مرتبہ سمجھتا رہے کہ اس سے تنزل کر کے لوگوں سے ملتا ہو وہ متکبرین میں سے ہے وہ اگر تواضع بھی کرتا ہے جب بھی اپنے آپ کو اُن لوگوں سے بڑھ کر سمجھتا ہے جن کے سامنے وہ تواضع کرتا ہے کیونکہ اُس نے اپنے واسطے ایک مقام اُن سے اوپر سمجھ رکھا ہے جس سے تنزل کر کے وہ لوگوں سے تواضع کا برتاؤ کرتا ہے اور عارفین کی تواضع ایسی نہیں ہوا کرتی اور میں نے ان کو بارہا یہ کہتے سنا کہ مقام تواضع کے ساتھ سچے طور پر خوگر ہو جانے والے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ تمام مخلوق کی اذیت کو برداشت کرے اور تکلیف کا مقابلہ انتقام سے نہ کرے (اور ایسا برتاؤ کرے) جیسا غلام اپنے آقا کے ساتھ کرتا ہے - اسی بات نے فقرا کو مخلوق کی تکالیف برداشت کرنے پر دلیر بنا رکھا ہے ورنہ اگر وہ اپنے کو مخلوق سے بڑا یا ان کے برابر سمجھتے تو اسی طرح

مقابلہ کرتے جیسا کہ مخلوق کا برتاؤ ہوتا (مگر وہ تو اپنے آپ کو سب کا غلام سمجھتے ہیں) اور اے عزیز غلام کی حالت میں تم ذرا غور کرو کہ جب اس کو اپنے آقا کا رتبہ معلوم ہو جاتا ہے جس نے اس کو خرید کیا ہے اور اس کی قیمت تول کر دی ہے تو آقا اس کو گالی بھی دے لیتا ہے اور مارتا بھی ہے مگر وہ کیسا خاموش سر جھکائے کھڑا رہتا ہے (یہی حال متواضع کا ہونا چاہیئے) اور سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جب کوئی شخص اس سے کوئی چیز مانگے تو اس سے انکار نہ کرے (البتہ کوئی شرعی مصلحت ہو تو خیر) جیسا کہ غلام اپنے آقا کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ نیز ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے دل میں کبھی یہ بھی خطرہ نہ آوے کہ اس کی تعظیم کے واسطے کوئی کھڑا ہوگا یا وہ قیام کا مستحق ہے جیسا کہ غلام اپنے آقا سے اس کا امیدوار تو کیا وہم بھی نہیں کر سکتا۔ نیز ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس کی ہجو (یعنی برائی) کرے اور اس کو عیوب کے ساتھ متہم کرے تو اس سے متاثر (یعنی رنجیدہ وغضبناک) نہ ہو بلکہ (دل میں یوں کہے) کہ یہ مذمت و اتہام بجا ہے۔ میں ایسا ہی ہوں (بلکہ اس سے بھی بدتر ہوں کیونکہ اصلی عیوب کی برائی کرنے والے کو بھی خبر نہیں) اور یہ شخص اگر مجھے برا بھلا کہے تو یہ اس کا اہل ہے (کیونکہ مجھ سے افضل ہے) البتہ اگر شرعی مصلحت[1] اس کے خلاف ہو (تو دل سے تو اپنے

---

[1] شرعی مصلحت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً تم مقتدا ہو اور تمہارے اوپر کسی بات کا جھوٹا الزام لگایا گیا تو اگر تم اپنی براءت ظاہر نہ کرو گے تو اندیشہ ہے کہ لوگ تم سے بدگمان

کو ان عیوب کے ساتھ متہم[۱] ہی سمجھے مگر زبان سے اپنی برارت ظاہر کردے)۔ اور سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ مسجد میں تنہا داخل ہونے کی جرارت نہ کرے بلکہ لوگوں کے ساتھ داخل ہو۔ اور جب مسجد میں آئے اور اس میں کسی کو نہ پا دے تو دروازے پر کھڑا رہے یہاں تک کہ کوئی دوسرا اس میں داخل ہو تو یہ بھی اس کے ساتھ داخل ہو جائے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ
ہو کر استفادہ چھوڑ دیں۔ جس سے مخلوق کو سخت ضرر پہنچے گا۔ ایسے وقت میں اپنی برارت کر دینا ضروری ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے پاس قید خانہ میں جب شاہی حکم پہنچا آپ رہا کر دیئے گئے تو آپ نے اس وقت تک نکلنے سے انکار کیا جب تک کہ اُن کے بے قصور اور بری ہونے کی تحقیق نہ کر لی گئی۔ جب زلیخا نے سب کے سامنے اور دوسری عورتوں نے بھی مجمع عام میں آپ کی برارت و نزاہت کا اقرار کیا اس وقت آپ قید خانہ سے باہر ہوئے۔ حضرت حکیم الامت تفسیر میں اس مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اس اہتمام برارت سے معلوم ہوا کہ رفع تہمت میں سعی کرنا امر مطلوب ہے۔ حدیثوں میں بھی اس کا مطلوب ہونا وارد ہے۔ منجملہ اس کے فوائد کے یہ بھی ہے کہ لوگ غیبت سے بچیں گے۔ اپنا قلب بھی تشویش سے محفوظ رہے گا۔ اور گو عزیز کو آپ کی برارت پہلے سے بھی معلوم تھی مگر اس کے یقین کو مستحکم کرنا اور عام لوگوں کے دلوں سے بدنامی کا رفع کرنا ایک جدید مصلحت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اپنی برارت ظاہر کرے تو نیت یہ ہونا چاہیئے کہ لوگ غیبت سے بچیں گے اور میرا دل بھی مطمئن ہو جائیگا۔ دعوائی بزرگی کی نیت سے کبھی برارت کا قصد نہ کرے۔ مترجم

[۱] کیونکہ اگر تم سے وہ برا کام ابھی تک نہ بھی ہوا ہو تو ممکن ہے کہ کبھی اس کا قصد کیا ہو اور خدا کے نزدیک کرنا اور ارادہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ زنا آنکھ سے

کہ اس میں بہت سے اسرار (اور بھید[۱] ہیں) جن کو اللہ والے ہی سمجھتے ہیں چنانچہ اپنی بعض تصنیفات میں ہم نے اُن کو واضح بھی کیا ہے وللہ الحمد۔ نیز سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جو لوگ اُس کو مجلس میں بیٹھنے دیں یا سلام کا جواب دے دیں یا خود اُس کو سلام کریں اُن کا احسان مند ہو۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ صوفی اپنے سلوک میں ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کو اپنے اندر بہت سے عیوب نظر آتے ہیں اور اپنی خطائیں اور گناہ ایسے کھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا ان کی سب کو اطلاع ہے اُس وقت اپنے آپ کو وہ ایسا فاسق (و بدکار) سمجھتا ہے جس کا فسق کھلم کھلا ظاہر ہے وہ جواب سلام کے بھی لائق اپنے

بقیہ برصفحہ ۴۱

بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی اور کان سے بھی اور اگر مان لو کہ اب تک اس کا ارادہ بھی نہیں کیا تو ممکن ہے کہ تم سے آئندہ سرزد ہو جائے اور ظاہر ہے کہ محاورات میں آئندہ کے لحاظ سے بھی کسی صفت کے ساتھ انسان کو موصوف کر دیا کرتے ہیں۔ جیسے میزان پڑھنے والے کو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ آئندہ ایسا ہو جائے گا اسی طرح تم اپنی برائی کو سن کر یہ سمجھو کہ اگر میں اس سے اب تک بری ہوں تو ممکن ہے آئندہ مبتلا ہو جاؤں یہی مطلب ہے دل سے اپنے کو متہم سمجھنے کا۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ مجھ سے آئندہ بھی کسی گناہ یا برائی کا ارتکاب ممکن نہیں اس کے دماغ میں شیطان گھسا ہوا ہے۔ اس کو تواضع کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ مسلمان کو بڑے سے بڑے مقام پر پہنچ کر بھی تقدیر الٰہی سے مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ لرزاں و خائف رہنا چاہیئے۔ اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہنا ضروری ہے۔ افامنوا مکر اللہ فلا یأمن مکر اللہ الا القوم الخسرون ۰

[۱] راز اس میں یہ ہے کہ مسجد عارفین کو ایسی ہی نظر آتی ہے جیسے کسی بادشاہ کا دربار اور

آپ کو نہیں سمجھتا کیونکہ (اس کی نظر میں) اپنے اندر گناہ بہت معلوم ہوتے ہیں اور وہ اُس کے سامنے ایسے ظاہر اور واضح ہوتے ہیں گویا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں اس کے سوا (اس کو اپنے اندر) کچھ مشاہدہ نہیں ہوتا۔ خصوصاً اگر غضب و جلال خداوندی پر نظر کرکے ان گناہوں کی ہیبت اُس کے دل میں زیادہ ہوگئی ہو یا وہ اُن لوگوں میں سے ہو جن کے نزدیک باطنی (قلبی) گناہ مرتبہ میں ظاہری گناہوں کے برابر ہوگئے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ تو سب کو جانتے ہیں (ایسی حالت میں تو وہ اپنے آپ کو کسی قابل بھی نہ سمجھے گا)۔ نیز سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ لوگ جس قدر بھی اپنے واسطے مراتب کمال کا دعویٰ کریں یہ سب کو اکثر تسلیم

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۲

ظاہر ہے کہ دربار شاہی میں ایسے وقت جب کہ وہاں بجز بادشاہ کے کوئی نہ ہو جانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوا کرتی۔ ہاں اگر دوسرے لوگ بھی دربار میں موجود ہوں تو ہمت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ مسجد میں جب کوئی نہیں ہوتا اس وقت عارف متواضع کو قدم رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ خوف خداوندی اُس پر غالب ہو جاتا ہے۔ ہاں دوسروں کے ساتھ لگا لپٹا چلا جاتا ہے۔ اسی واسطے بعض مرتبہ سالک کو صف اول میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوتی۔ حالانکہ صف اول کا ثواب بہت ہے۔ مگر صف اوّل کی وہی شان ہے جو بادشاہ کے بالکل قریب ہونے والی جماعت کی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ سالک بوجہ غلبہ ہیبت کے بہت زیادہ قریب یعنی صف اول میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ ظاہر میں تو اس کو ملامت کریں گے کہ دوسری صف میں کھڑا ہو کر صف اول کے ثواب سے محروم رہتا ہے مگر کسی کو کیا خبر کہ اس کے لئے دوسری صف ہزار صف اوّل سے بڑھ کر ہے۔

مترجم

کر لیا کرے اور (دل میں) یوں سمجھے کہ زمین والے آسمان والوں کی باتیں نہیں جان سکتے۔ یعنی کم درجہ والے سے بڑے درجہ والوں کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ (پس اگر مجھے ان لوگوں کے حالات کا علم نہ ہوا تو کچھ بعید نہیں کیونکہ میں ان سے کمتر ہوں)۔ پس ہر بندہ کو ان علامات کے ساتھ اپنے نفس کو جانچنا چاہیئے۔ اگر ان علامات کا خوگر اپنے نفس کو پائے تو شکر (الہٰی) بجالائے ورنہ تکبر سے درگاہ خداوندی میں (سچے دل سے) توبہ کرنا چاہیئے۔ اس وقت یہ بات جو کبھی کبھی اس کی زبان سے نکل جاتی ہے کہ ہم تو لوگوں کی خاک پا کے بھی برابر نہیں جھوٹ اور غلط ثابت ہوگی اس کو خوب سمجھ لو اور اس پر عمل کرو اس کی برکت کا مشاہدہ کر لو گے اور خدا تم کو ہدایت کرے۔

عہد (۲)

اگر ہم کو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کے لئے آمادہ کرلیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہمارا نفس اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش کرے تو اس کو تکالیف اور بلاؤں کے برداشت کرنے کے لئے پختگی کے ساتھ آمادہ کرلیں۔ نیز اس بات کے لئے کہ ہمارے اوپر آشنا اور نا آشنا ہر ایک کی طرف سے انکار کثرت سے ہوگا کیونکہ یہ باتیں اس شخص کو خواہ مخواہ ضرور پیش آتی ہیں جس کو حق تعالیٰ شانہٗ منتخب و برگزیدہ فرمانا چاہیں۔ پھر اے عزیز! تم پر یہ بات مخفی نہ ہونا چاہیئے کہ قوم صوفیہ کی آبرو کے پیچھے جو اکثر لوگ پڑتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دربار الٰہی میں داخل ہونے کی تمنا کرتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا اس شخص کے لئے حرام ہے جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی بھی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہو اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ اُن پر مخلوق کو مسلط فرماتے ہیں اور مخلوق کے جھوٹ اور بہتان سے اُن کی آبرو کو چاک کرتے ہیں یہاں تک کہ بجز حق تعالیٰ شانہٗ کے کسی کی طرف ان کو میلان نہیں رہتا۔ اور اس وقت لامحالہ حق تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور فقط اُسی کے پاس مرتبۂ قرب

کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں حق تعالیٰ شانہٗ ان کو خاص اپنا بنا لیتے ہیں اس کے بعد وہ درجات قرب میں ترقی کرتے ہیں جہاں تک کہ حق تعالیٰ نے کسی کے لئے مقدر فرمایا ہے اور جب تک بندہ مخلوق کی نگاہوں میں کسی مرتبہ کا خواہاں رہے وہ حق تعالیٰ سے محجوب[ل] ہے۔ اور جس قدر صفاتِ خبیثہ زیادہ ہونگی اسی قدر حجابات بڑھتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات بندہ کے اور اس کے خدا کے درمیان ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ پردے حائل ہو جاتے ہیں (خدائے تعالیٰ سب کو اس سے پناہ دے)۔ اور میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کسی بندہ کو اس وقت تک خاص اپنا نہیں بناتے جب تک کہ شیاطین الانس والجن گروہ بندی کر کے اس کو جھوٹ اور بہتان کا نشانہ نہ بنائیں۔ جب اس کا نفس مخلوق سے

ل یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہو گئی جو ابتدائے سلوک ہی سے یہ خواہش کیا کرتے ہیں کہ ہماری تکمیل ہو جائے گی تو ہم دوسروں کی اصلاح کریں گے۔ یاد رکھو یہ خیال بہت بڑا حجاب ہے۔ شیطان زبردست تاویلوں سے اس کو آراستہ کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بڑے بننے کی طلب نہیں بلکہ بغرض شفقت ایسا خیال آتا ہے مگر حقیقت میں اس کا منشا عجب اور کبر کے سوا کچھ نہیں۔ خدا کے طالب محض اس کی ذات کے واسطے بنو تکمیل ہو یا نہ ہو۔ چاہے ساری عمر ناقص ہی رہو۔ بندے کا کام طلب ہے۔ وصول و کمال عطا فرمانا محبوبِ حقیقی کا کام ہے۔ "کار خود کار بیگانہ مکن" تم اپنا کام کرو جو تم سے لیا جاتا ہے۔ وصول اور کمال کی فکر میں کیوں پڑے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

بیزار ہوجاتا ہے اور کسی طرف اُسے التفات نہیں رہتا اس وقت اس کو منتخب فرما لیتے ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ لوگ اس کے انبیا و اولیائے کرام کے بارے میں کچھ سے کچھ جھوٹ اور بہتان کی باتیں کہیں گے تو اس نے ایک جماعت کی تقدیر میں شقاوت (اور بدبختی) لکھ دی جنھوں نے خدا کے لئے بیوی اور بچے بنائے کسی نے اس کی شان میں یَدُ اللہِ مَغْلُوْلَہ کہا (یعنی خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) پس جب کبھی کسی ولی کا دل ان باتوں سے جو کہ اس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں پریشان ہوتا ہے تو ہاتف غیبی اس کو پکارتا ہے کہ کیا تجھ کو اپنے خدا کے ساتھ اقتدا کافی نہیں (لوگوں نے خدا کی شان میں بھی تو گستاخی کی ہے) اس کے لئے بیوی بچے گڑھ لئے اور اس کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو اس کی عظمت و جلالت کے مناسب نہیں۔ حالانکہ سب

بقیہ حاشیہ برص ۴۶

گر مرادت را مزاق شکر است ‏ ‏ ‏ نامرادی نے مرادِ دل برست

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد میں نے حکیم الامت کی زبانی سنا ہے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو نامرادی چاہے وہ ہمارے پاس آئے۔ سبحان اللہ کیا بات فرمائی۔ واقعی عشق و محبت نامرادی ہی کا نام ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں ہر مقام پر سالکِ صادق اپنے کو نامراد ہی سمجھتا ہے کیونکہ نامتناہی بارگاہ ہے۔ سالک کسی مقام پر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ مقصود حاصل ہوگیا اور حصول نسبت جس کا نام اصطلاح میں وصول رکھا گیا ہے اس سے تو نامرادی کی حقیقت منکشف ہونی شروع ہوتی ہے۔

کے سب اس کے احسانات میں (از سر تا پا) غرق ہیں اور سب کی جانیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس وقت ولی کو اس بات سے تسلی سی ہو جاتی ہے۔ شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انبیاء اور اولیا کے بارے میں عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ پہلے ابتداء حالت میں اُن پر تکلیف مسلط فرماتے ہیں پھر جب وہ صبر کرتے ہیں تو انجام کار انھیں کو غلبہ ہوتا ہے اور ہم اس عہد پر کتاب طبقات الکبریٰ کے دیباچہ میں مبسوط بحث کر چکے ہیں واللہ اعلم۔

عہد (۲۳)

مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں جب کہ غیبت و بیہودہ کلام سے بچنے کی طاقت نہ ہو

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں مگر جب کہ ہم اپنے اندر غیبت اور بیہودہ کلام وغیرہ سے بچنے کی طاقت پاتے ہوں ورنہ ہمیں مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے کبھی نہ آنا چاہیئے اور بعد سلام و دعا کے فوراً نکل جانا چاہیئے اور اس عہد پر عمل کرنے میں بہت لوگ کوتاہی کرتے ہیں بعض لوگ جمعہ کے دن مسجد میں (سویرے) آتے ہیں اور لوگوں کی عیب چینی کرتے ہیں۔ کبھی کسی بزرگ کی کبھی کسی عالم کی یا قاضی کی یا محتسب کی پھر جماعت کے وقت تک اسی (جھگڑے) میں رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا دل (ان بیہودہ باتوں کی ظلمت سے) مردہ ہو چکتا ہے اور مرے ہوئے دل سے وہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان ایسے نہیں ہوا کرتے۔ پس اے عزیز! ایسی باتوں سے بچو کیونکہ شیطان ان باتوں کی تاک میں رہتا ہے۔

عہد (۴)

تمام حکام کی صبح و شام حفاظت کیا کریں اور دل سے اُن کا خیال رکھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم تمام[1] حکام کی اُن کے مرتبہ کے موافق صبح و شام حفاظت کیا کریں اور دل سے اُن کا خیال رکھیں۔ احادیث و آیات میں اس کا امر وارد ہے کیونکہ اُن میں سے ہر ایک

---

[1] حضرت حکیم الامت نے اس مقام پر فرمایا کہ یہ اقطاب کی شان ہوتی ہے۔ اُن کو تمام مصالح عباد کے خیال رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار مولانا محمد علی صاحب سے ریاست بھوپال کے کسی واقعہ کی نسبت دریافت فرمایا کہ اس کا انجام کیا ہوا یا کس طرح ہوا تو مولانا محمد علی صاحب نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر فرمائی اس پر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ایک اسلامی ریاست ہے اُس کا (اور اسی طرح سب اسلامی ریاستوں کا) خیال رکھنا چاہیئے (خیال رکھنے سے مراد باطن سے توجہ اور دل سے دعا کرنا ہے) اقطاب کے سپرد یہ خدمت ہوتی ہے اور عام مسلمانوں کو بھی ان سب باتوں کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ علامہ شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے قطب تھے واللہ اعلم۔ مترجم

پر غلط فیصلہ یا ظلم میں مبتلا ہو جانے کا ہر وقت اندیشہ ہے تو ہمیں (دل سے) ان کی خبر گیری کرنا چاہیئے تا کہ حق تعالیٰ اُن کو اس سے بچائے رکھے۔ اسی طرح ہم کو اپنے نفسوں کی اور تمام گنہگاران امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے حفاظت کرنی چاہیئے کہ کسی پر ایسی بلا نازل نہ ہو جو اُس کا نشان ہی مٹا دے۔ اسی طرح دریاؤں کے بڑھنے کے زمانے میں اُن کی خبر گیری کرنی چاہیئے کہ وہ اس حد تک پہنچ جائیں جس سے زمین بخوبی سیراب ہو سکے اور پلوں کی نگہبانی کرنی چاہیئے کہ اُن کو بدمعاش لوگ دریا کے اپنی اصلی حد تک پہنچنے سے پہلے نہ کاٹ دیں جس سے شہر تباہ و برباد اور کھیتی خراب ہو جائے۔ ایسے ہی کھیتوں کے حشرات الارض سے اور سخت گرمی اور لُو سے اور چوہوں سے نگہبانی کرنی چاہیئے۔ نیز میوہ جات اور ککڑی کھیرے وغیرہ کے پھولوں کی نگہداشت کرنی چاہیئے کہ وہ گرم ہواؤں سے گر نہ پڑیں (جس کا طریقہ یہ ہے کہ اہل ہمت توجہ اور دعا کریں اور اہل ظاہر دعا و تدبیر کریں) والحمد للہ رب العٰلمین ہ

عہد (۵)

مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں جب تک کہ وہ کسی بری بات کی طرف ہم کو نہ بلائیں حدیث میں جہاں صف برابر کرنے کا امر ہے وہاں یہ بھی ارشاد ہے ولینوا فی ید اخوانکم کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ (یعنی جب کوئی تم کو آگے یا پیچھے کرے تو اس کی اطاعت کرو ضد اور ہٹ نہ کرو۔)

اے عزیز یہ بات بھی نرمی میں داخل ہے کہ جب تمہارا گزر ایسی جماعت پر ہو جو کہ اہل مغرب کے طریقہ پر یا اہل عجم کے یا صوفیہ مطاوعہ یا شناذیہ کے یا فرقہ رفاعیہ کے طریقہ پر ذکر الٰہی میں مشغول ہیں تو تم بھی انھیں کی طرح اسی آواز اور لہجہ میں ذکر کرو اور ان کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرو جس سے ان کو تشویش ہو اور نہ خاموش رہو کہ تم سے ذکر کا ثواب فوت ہو جائے گا۔ اور نرمی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب تم کسی مجلس میں جاؤ اور قرائن سے یہ بات تم کو معلوم ہے کہ لوگ تم کو کسی معمولی جگہ پر نہیں بیٹھنے دیں گے تو ادب اور سہولت کی بات یہ ہے کہ تم قصہ مختصر کر کے خود اس جگہ بیٹھو جہاں وہ تم کو

(تمہارے خیال میں) بٹھلاویں گے ورنہ بعض دفعہ وہ تم کو کھینچیں گے
اور تم رکو گے پھر وہ تم کو گھسیٹیں گے تم ان کو گھسیٹو گے جس سے
لوگوں کے دل مشغول ہو جائیں گے خصوصاً اگر مجلس علم کی یا حلقہ وظیفہ
کا ہو تو بعض دفعہ مجلس میں ایسی گڑبڑ ہو گی کہ شیخ جس مسئلہ کی تقریر
کر رہا تھا وہ تمہارے قصہ میں مشغول ہو کر اُسے بھول جائے گا۔ چنانچہ
عہود محمدیہ میں ہم نے اس کو بوضاحت بیان کر دیا ہے۔ والحمد للہ
رب العالمین۔

عہد (۶)

ذکر سے فارغ ہو کر فوراً خلوت میں پہنچ جائیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی شخص ہمارے میں سے ذکر کر کے فارغ ہو تو فوراً خلوت میں پہنچ جائے تاکہ وارد کو سکون ہو جائے۔ کیونکہ اگر کبھی وارد کے سکون سے پہلے کوئی شخص ہم سے آکر بات چیت کرنے لگا تو ہم اس پر شور مچانے لگیں گے جس سے گونگے ہونے کا اور گٹھیا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ سیدی تاج الدین ذاکر کو اپنی باندی کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور اس کو توضیح کے ساتھ ہم نے کتاب المنن والاخلاق میں بیان کیا ہے والحمد للہ رب العالمین۔

عہد (۷)

قرآن حفظ کرنے والوں کو حکم کریں کہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے تمام قرآن حفظ کرنے والے بھائیوں کو یہ حکم کریں کہ وہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں اور اپنے منہ کو حرام اور مکروہ کھانے سے گندہ نہ کیا کریں بوجہ تعظیم کلام خداوندی کے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے کلام کا بعد کلام اللہ کے) اور دیگر علما و صالحین کے کلام کا بھی (بعد کلام رسول اللہ کے) یہی ادب ہے۔ حضرت سیدنا ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بعض لوگ حلال کھانا کھانے سے وضو کو ضروری سمجھتے ہیں اور حرام بات کہنے سے وضو نہیں کرتے (بعض صحابہ کا قول تھا کہ پکا ہوا کھانا کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض فقہانے بھی اس کو اختیار کیا ہے مگر حنفیہ وضو سے کلی مراد لیتے ہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے وضو شرعی کو ایسی حالت میں واجب نہیں مانا) گویا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان لوگوں کی اس حرکت پر انکار فرماتی تھیں (کہ حرام بات منہ سے نکال کے وضو نہیں کرتے حالانکہ حلال کھانا کھانے سے بعض فقہا وضو واجب کرتے ہیں)

اور سیدی ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے منہ کو تلاوت قرآن کے لئے پاک صاف رکھا کرو کیونکہ اس شخص کی مثال جو کہ اپنے منہ کو حرام بات یا حرام کھانے سے گندہ کر کے بدون توبہ کئے قرآن پڑھنے لگے ایسی ہے جیسے کوئی قرآن کو ناپاکی پر لکھے یا جیسے کوئی قرآن کو گندگی پر رکھ دے اور ایسے آدمی کا جو حکم ہونا چاہیئے وہ سب کو معلوم ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ اہل اللہ بعض باطنی گندگیوں کو ظاہری گندگیوں سے (اپنے مشاہدہ میں) زیادہ پلید سمجھتے ہیں۔ پس اگر کسی کی زبان مسوڑھوں کے خون سے آلودہ ہو تو وہ اس کو قباحت میں اس سے کم سمجھتے ہیں کہ زبان غیبت یا چغلخوری سے آلودہ ہو اسی طرح سب کو سمجھ لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم

عہد (۸)

جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی ہو اس کے ساتھ مناظرہ نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے اور حق بات کا انکار کرنے اور علمیت جتلانے کی ہو ہم اس کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ سے دلائل قائم کرنے کا برتاؤ نہ کریں مگر جب کہ اس کا نفس ٹھنڈا ہو جائے کیونکہ ایسے آدمی کا نفس جب جوش میں ہوتا ہے تو وہ حد سے بڑھنے لگتا ہے اور جو کوئی اس کی عقل و فہم کا مقابلہ کرے اس کی آبرو چاک کرتا ہے چاہے اس کا شیخ ہی کیوں نہ ہو بلکہ ہمیں ایسے شخص کے ساتھ احسان اور تعظیم کا اور اس کے ہمعصروں میں اس کی خوبیاں پھیلانے کا برتاؤ کرنا چاہیئے یہاں تک کہ جب وہ ہماری طرف محبت کے ساتھ مائل ہو جائے اس کے بعد پوشیدہ طور پر بدون تعیین کے دوسروں کے حق میں مثالیں بیان کریں[1] مثلاً یوں کہیں کہ جو شخص شریعت

---

[1] اس سے آج کل کے واعظین سبق حاصل کریں جو دو چار اردو کتابیں اور واہی تباہی قصے دیکھ کر وعظ کہنے لگتے ہیں۔ وعظ کہنا اور نصیحت کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ عام

کا عالم ہو اس کے لئے دنیا پر اوندھے منہ ہو کر گر پڑنا اور جو کوئی اُس کو محبت دنیا سے روکے اُس کی آبرو کو پاش پاش کرنا دنیا جمع کرنے کی حرص کرنا اور خرچ میں بخیل بننا لوگوں کے وظائف اور تنخواہوں میں خلاف شرع بیجا کارروائی کرنا اعمال میں ریا کرنا بہت نازیبا ہے۔ لوگوں کا رخ اپنی طرف بزرگی اور تعظیم کے اعتقاد کے ساتھ پھیرنا چاہتا ہے، رات بھر سوتا ہے اور دن بھر خدا تعالیٰ سے غافل رہتا ہے اور ایسی ہی باتیں (تعریض کے طور پر کہے) جن میں اُس کے بعض صفات و اخلاق ناشائستہ کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ شاید کہ اس طرح وہ نصیحت یا خوف خدا اختیار کرے۔ مگر جو کوئی ایسے شخص سے اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷

خطاب کے ساتھ وعظ کہنے کے لئے علم شریعت کافی طور پر ہونے کی ضرورت ہے تاکہ خدا اور رسول کی طرف غلط مضمون منسوب نہ کر سکے اور خاص طور پر کسی کو نصیحت کرنے کے لئے حسن تدبیر اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ نیز عام وعظ میں ایسا مضمون بیان نہ کرنا چاہیئے جو کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ عام نصیحت کرنی چاہیئے جس سے ہر شخص اپنی حالت کا موازنہ کر کے سبق حاصل کرے اور خاص خطاب میں وہ صورت اختیار کرنی چاہیئے جس کا مخاطب پر جلدی اثر ہو۔ ہر جگہ سختی کرنا مناسب نہیں۔ ہاں جن لوگوں پر اپنا زور ہے جیسے اولاد۔ شاگرد۔ مرید۔ اُن پر گاہے سختی کا بھی مضائقہ نہیں یا زور تو نہیں مگر انداز سے معلوم ہو جائے کہ یہ شخص نرمی سے اثر پذیر نہ ہو گا تو وہاں غیروں سے بھی سختی کرنے کا ہرج نہیں بشرطیکہ اندیشہ ضرر کا نہ ہو۔ غرض جس شخص کو حق تعالیٰ فہم و سیاست عطا فرما دیتے ہیں وہ خود نرمی سختی کا موقع سمجھ لیتا ہے۔ اس کے بدون خاص نصیحت کی اجازت نہیں۔ مترجم

قسم کا برتاؤ کرے اُس کو اتنی احتیاط کرنی چاہیئے کہ تمام بُرائیاں مخاطب ہی پر نہ ڈالے اور یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ مخاطب ہی مقصود بالکلام ہے کیونکہ اس سے بعض دفعہ اُس کے نفس کی آگ بھڑک جائے گی اور وہ اپنی طرف سے جواب دینے کی فکر کرے گا اور یوں کہے گا کہ بحمداللہ میں تو ان باتوں سے پاک وصاف ہوں اور بعض دفعہ یہ بھی کہے گا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور روکنے سے پہلے اپنے نفسوں کو تو پاک صاف کرو۔ برادرم شیخ افضل الدین جب کسی شخص کو بُرے کاموں کا مرتکب دیکھتے یا قصد کرنے والا پاتے تو پہلے ہی سے اُس کی اس طرح روک تھام کرتے کہ اپنے لوگوں میں بیٹھ کر اُس شخص کی تعریف کرتے کہ مجھے تو بس فلاں شخص کی حالت بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ بُری باتوں سے کراہت کرتا ہے اور فلاں فلاں کام سے بچتا ہے۔ اس درمیان میں وہ افعال بھی ذکر کر دیتے جن میں وہ شخص آلودہ ہوتا ہے، یا قصد رکھتا ہے۔ پس وہ شخص اُس بُرے کام پر پیش قدمی کرنے سے رُک جاتا اور جو مبتلا ہوتا تو توبہ کر لیتا تھا یا کم از کم اگر وہ اُن کو کھُلم کھلا کرتا ہوگا تو بعد اس نصیحت کے کھُلم کھلا کرنا چھوڑ دے گا اور ایسی مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

اور سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حق تعالیٰ کسی کو ایسی حسن تدبیر اور سیاست عطا نہ فرمائیں جس سے وہ نصیحت کے لئے ایسی تمہید قائم کر سکے کہ دوسرا آدمی اپنی مصلحت اور خوبی سمجھ کر خود اس کام کے لئے سبقت کرنے لگے اس وقت تک کسی کو مسندِ نصیحت و وعظ پر بیٹھنا جائز نہیں۔ جس کو حسن سیاست سے

حصہ نہیں عطا ہوا وہ اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرے گا۔ میں نے ایک بار حمام میں ایک شخص کو دیکھا کہ دونوں رانیں کھولے ہوئے تھا اس کو ایک عالم نے ڈانٹا کہ او کتے، او یہودی اپنا ستر ڈھانک۔ او خدا سے نہ ڈرنے والے اپنا بدن چھپا۔ اس شخص کو غصہ آگیا اس نے وہ کپڑا بھی اتار کر پھینک دیا جو بیچ میں شرم گاہ کے اوپر تھا اور ننگا بیٹھ گیا اور کہا کہ یہ تیرے منہ کے قابل ہے۔ اے فقیہہ۔ اور اگر وہ عالم اس سے اس طرح کہتے کہ صاحب اپنی ران ڈھانک لیجئے کیونکہ آپ بڑے لوگوں میں سے ہیں اور مجھے غیرت آتی ہے کہ کوئی آپ کا ستر دیکھے۔ تو وہ اُن سے یہی کہتا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے (آپ نے اچھی بات فرمائی) اور ران کو چھپا لیتا۔ اسے خوب سمجھ جاؤ۔

عہد (۹)

مخالفین سے اپنا برتاؤ بھلائی کا قطع نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو شخص ہمارا مخالف یا درپے آبرو ہو ہم اس سے اپنا برتاؤ احسان وسلوک اور بھلائی کا قطع نہ کریں بلکہ ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ فرماتے ہیں کیونکہ ہم ہمیشہ دن رات گناہوں میں مشغول رہتے ہیں اور حق تعالیٰ ہم کو کھانا پانی برابر دیتے رہتے ہیں اور اپنے سلوک واحسان کو ہم سے منقطع نہیں فرماتے اور بعض دفعہ ہم سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ ہم کو گھر کے اندر ہی زمین میں گاڑ دیا جائے یا دھنسا دیا جائے (مگر حق تعالیٰ اپنی رحمت سے پردہ پوشی فرماتے رہتے ہیں) مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم خدا کی اگر لوگوں کو ہماری وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ چھپا لیتے ہیں تو وہ ہمیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں۔ نیز یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں میں بُو ہوا کرتی تو میرے پاس بوجہ گناہوں کی سخت بدبو کے کوئی بھی نہ بیٹھ سکتا۔ جب بزرگان تابعین کا اپنے نفس کو بُرائی کے ساتھ

منہم سمجھنے میں یہ حال تھا تو ہمارا جو کہ پیٹ اور شرم گاہ کے غلام ہیں کیا حال ہونا چاہیئے - اس سے معلوم ہوا کہ ہر اس شخص پر جو کہ اللہ کے راستے کی طرف بُلانے والا ہو یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج سلوک و احسان سے کرے محروم کرنے اور سخت بات کہنے سے نہ کرے - کیونکہ وہ دائمی (یعنی نگہبان ہے) اور ہر راعی سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا (البتہ جہاں سختی ہی نافع ہو وہاں مضائقہ نہیں) ایک مرتبہ مجھے اُن ذاکرین سے جو میرے پاس رہتے تھے نفرت ہوگئی تھی اور میں نے اُن کو چھوڑ دینے کا قصد کیا تو اُسی رات خواب میں سیدی علی خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صبر کئے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت اُن کی خبر گیری کرتے رہو - اور اُس شخص کی طرح مت بنو جس کی بکریاں دشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور وہ غصہ ہو کر اُن کو جنگل میں بھیڑیئے کے واسطے چھوڑ آیا تاکہ وہ اُن کو پھاڑ کھاوے -

عہد (۱۰)

اپنے حقیقی رتبہ کو عنداللہ ہر مومن کے رتبہ سے کم سمجھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے حقیقی مرتبہ کو اللہ کے نزدیک ہر مومن کے مرتبہ سے کم سمجھا کریں۔ جس کی مثال محسوسات میں گویا مٹی ہے جس کو چلنے والوں کے قدم پامال کرتے ہیں اور کتے اس پر موتتے ہیں اور ہمیں اپنے نفسوں کو رات دن کی کسی گھڑی میں زمین سے اونچا نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ زمین ہماری ماں ہے اور یہ کسی عاقل کو مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو اپنی ماں سے زیادہ سمجھے۔ اور جو شخص اس مقام میں پختگی حاصل کرلے گا اس کو خوشنودی خالق وخلق ہمیشہ حاصل رہے گی اور اس مقام میں پختہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جس قدر عیوب تمام مخلوق میں متفرقاً موجود ہیں وہ اگر سب کے سب اس کی طرف منسوب کردیئے جائیں تو ان میں اپنے مبتلا ہونے کو مستبعد نہ سمجھے کیونکہ اگر ابھی تک ان میں مبتلا نہیں ہوا تو کیا عجب ہے کہ آئندہ مبتلا ہوجائے یا ان کا کم از کم قصد ہی کرے اور کم از کم دل پر ان کا خطرہ ہی گزرے کیونکہ آخر معصوم تو نہیں ہے۔ اور یہ عہد اس کتاب کے پہلے عہد کی گویا فرع ہے اور اس عہد پر عمل کرنے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اگر کبھی گر پڑے تو شرمندہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ہمیشہ زمین ہی

پر بیٹھا رہتا ہے بخلاف اس شخص کے جو اپنے آپ کو زمین سے بلند سمجھتا ہے کیونکہ وہ جب کبھی گرتا ہے اکثر اتنا ہی شرمندہ ہوتا ہے جس قدر وہ اپنے آپ کو بلند سمجھتا ہے۔ پس وائے افسوس اُس شخص پر جو اپنے نفس کو اپنے ہمسروں سے بلند سمجھے کہ اس کی شرمندگی ہمیشہ ہی رہتی ہے نیز جو شخص اس عہد پر عمل کرتا ہے وہ اگر کبھی گرتا بھی ہے تو لوگ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو اپنے آپ کو لوگوں سے بڑا سمجھتا ہے وہ کبھی گر پڑتا ہے تو اُس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑتا بلکہ اس کے گرنے پر خوشی کرتے ہیں۔ اور سیدی احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر وصیت مرض الموت میں یہ تھی کہ تم دم کی طرح پیچھے رہو سر کی طرح آگے نہ بڑھو کیونکہ مار سب سے پہلے سر ہی پر پڑتی ہے۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی طرف اشارہ کیا اور حاضرین سے فرمایا کہ اس کھجور کے درخت کو دیکھو جب یہ سینہ ابھار کر کھڑا ہوا تو حق تعالیٰ نے اس کے پھلوں کا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا۔ اب وہ جس قدر بھی بوجھ اٹھائے کوئی اس کی امداد نہیں کرتا بخلاف کدو کے درخت کے کہ اُس نے اپنا رخسارہ زمین پر بچھا دیا تو حق تعالیٰ نے بھی اس کے پھلوں کا بوجھ دوسروں پر ڈال دیا اب وہ جس قدر بھی بھاری پھل لاوے اسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

عہد (۱۱)

طالب کو جب تک پوری محبت نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کسی طالب سے اس وقت تک اپنی نیک تعلیم کے سننے اور تابعداری کرنے کا عہد نہ لیا کریں جب تک کہ اس کو ہمارے ساتھ ایسی محبت نہ ہو جائے کہ ہمارے اوپر بیوی بچوں میں سے کسی کو مقدم[1] نہ کرے بوجہ نائب رسول سمجھنے کے مستقلاً نہیں کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو نہ جان لیتے کہ محبت ناصح کو جلد ہدایت حاصل ہونے میں بہت زیادہ دخل ہے تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے بیوی بچوں اور تمام آدمیوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ اس امت میں جو لوگ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔ پس بوجہ

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کو بیعت میں جلدی نہ کرنی چاہیئے بلکہ طالب کی عقیدت و مناسبت کا کافی امتحان کرنا چاہیئے کیونکہ بدون مناسبت کے کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ حضرت حکیم الامت کا اس پر پورا عمل تھا چنانچہ مشہور ہے۔

مترجم

وارث ہونے کے اُن کے ساتھ بھی ادب اور محبت وہی ہونی چاہیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضروری ہے تاکہ مرید میں عبدیت کامل ہوجائے ۔ اور اُس کو اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد کرنا چاہیئے کہ وہ اس کے نفس سے زیادہ اُس پر شفیق ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں النبی اولےٰ بالمومنین من انفسہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق ہے خوب سمجھو اور جب شیخ کو مرید کی طرف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کو محبت میں اُس پر مقدم کرتا ہے تو وہ ہاتھ جھاڑ کر اُس سے الگ ہوجاتا ہے۔[۱]

شیخ عارف باللہ عدی بن مسافر جو کہ اس طریق کے ایک رکن اعظم ہیں فرماتے ہیں کہ تم کسی شیخ سے ہرگز کچھ نفع نہیں حاصل کرسکتے جب تک کہ تمہارا اعتقاد اُس کے بلکہ اُس کے ہم جنسوں کے بارے میں ہر اعتقاد سے بڑھا ہوا نہ ہو اُس وقت وہ تمہارے دل کو اپنے سامنے مجتمع اور

---

[۱] یہ مسئلہ صوفیہ کی اصطلاح میں وحدت مطلب کے نام سے مشہور ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ طلب میں قبل حصول نسبت بجز ایک شیخ کے کسی کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے ۔ زمانۂ طلب میں دو شخصوں کی طرف رجوع کرنے سے عادۃً حصول نسبت دشوار ہے اور بعد حصول نسبت چند مشائخ سے استفاضہ میں مضائقہ نہیں (یہ تحقیق حضرت حکیم الامت دام مجدہم کی فرمودہ ہے) مگر اس میں اتنی شرط اور بھی ہے کہ بعد حصول نسبت کے اگر چند مشائخ کی طرف رجوع کیا جائے تو اپنے اصل شیخ کے ساتھ اعتقاد و محبت میں کمی نہ ہونے پائے ورنہ ترقی بند ہوجائے گی بلکہ دوسروں سے بھی جو فیض ہو اُس کو اسی کا فیض مشاہدہ کرے ۔

مترجم

اپنے غیبت میں محفوظ رکھے گا اور تم کو اپنے اخلاق کے ساتھ مہذب بنا دے گا اور مراقبہ و توجہ سے تم کو ادب سکھلائے گا اور اپنے نور باطن سے تمہارے باطن کو منور کر دے گا - اور جب تمہارا اعتقاد اس کے بارے میں کمزور اور سست ہو گا تو تم ان باتوں میں سے اس میں ایک بھی نہ پاؤ گے بلکہ خود تمہارے باطن کی ظلمت منعکس ہو کر تم کو مشاہدہ ہو گی کہ تم اپنے صفات کو شیخ کی صفات سمجھو گے پھر تمہیں اس سے کچھ بھی نفع نہ ہو گا اگرچہ وہ درجہ کے اعتبار سے بہت ہی بڑے اولیاء میں کیوں نہ ہو - سیدی علی بن وفا کے کلام میں ہے ان اردت تسمع قولی - فرغ تقویٰ مسمعک من کل ماقال غیری - فی سائر الادوار - اگر چاہتا ہے سنے بات میری - تو غیروں کی باتوں سے کر کان خالی - نیز آپ نے اپنی کتاب الوصایا میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ اہل اللہ کے دل پہاڑوں کے مانند ہیں - سو جس طرح پہاڑ کو سوائے شرک باللہ کے کوئی چیز ان کی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وتخر الجبال ھذا ان دعوا للرحمٰن ولدا کہ پہاڑ ٹوٹ کر اس بات کی وجہ سے گر پڑتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد بنا لی - اسی طرح ولی کے دل کو اس کی جگہ سے کوئی چیز نہیں ہٹاتی سوا اس کے کہ اس کا مرید اس کے ساتھ کسی کو محبت میں شریک کرے یہی بات اس کو اپنی جگہ سے ہٹاتی ہے نہ کہ خدمت میں کوتاہی کرنا - خوب سمجھ جاؤ - پھر یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیئے کہ مشائخ جو مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کا اور ہر حکم پر راضی ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ سب باتیں صرف مرید کے پختہ کرنے اور اس کی ترقی چاہنے کے لئے کرتے ہیں کیونکہ شیخ ترقی کا زینہ ہے - مرید اس کے ساتھ

ادب کا برتاؤ کر کے حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ادب کرنا سیکھتا ہے۔ پس جس نے اپنے شیخ کے ساتھ ادب کو پختہ نہیں کیا وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ادب کرنے کی بُو بھی نہیں سونگھے گا۔ جس وقت شیخ مرید کو دنیا کی ایسی چیز سے روک دے جس کے حصول کی اس کو امید تھی سو اگر وہ اس وقت راضی رہے تو اس کی بدولت اس کو رضا بالحق کا مرتبہ حاصل ہوگا (یعنی اگر حق تعالیٰ شانہٗ بھی اس کو کسی رزق یا تنخواہ سے محروم فرما دیں یا اس پر کوئی بلا نازل فرما دیں یا اس سے سب نعمتیں چھین لیں تو وہ ان حالات میں حق تعالیٰ سے بھی راضی رہے گا) اور اگر وہ شیخ کے اس فعل پر راضی نہ ہوگا تو حق تعالیٰ کے ساتھ بھی اس کو رضا حاصل نہ ہوگی جب کہ وہ کسی محبوب چیز سے اس کو محروم فرما دے۔ اور اگر وہ اپنے شیخ کی ناراضی پر اور اس کے چھوڑ دینے پر صبر کرلے گا اور اس کے چھوٹ جانے پر مطمئن ہو کر بیٹھ جاویگا تو اگر کبھی خدا تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی یہ باتیں پیش آئیں گی وہ ان پر صبر کرے گا اور ان سب کو برداشت کرلے گا اور خدا کے چھوٹ جانے پر بےچین نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ ان باتوں سے سب کو پناہ میں رکھے۔ آمین۔ اور اگر شیخ کا ہمیشہ خدمت وغیرہ سے خیال رکھے گا اور اس کی طرف سے غافل نہ ہوگا تو حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت سے بھی غافل نہ ہوگا اور دل سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کا بھی خیال رکھے گا۔ اور اسی طرح دوسری باتوں کو بھی خیال کرلو۔

اے عزیز! جس وقت تیرا نفس یہ دعویٰ کرے کہ وہ شیخ کے ہر حکم کا تابعدار ہے تو اس کا امتحان کرنا چاہیئے (ممکن ہے کہ جھوٹا دعویٰ ہو) جیسا کہ اکثر مریدین کی زبان سے ایسے دعوے سرزد ہوتے ہیں کہ

ہم شیخ کے سب سے پہلے تابعدار ہیں پھر جب مرشد ان میں سے کسی کو حکم دیتا ہے کہ اپنی فلاں بیوی کو جس کے بابت میں کہہ چکا ہوں کہ تجھ کو خدا سے مشغول کرتی ہے اور حرام و مشتبہ مال کے لینے پر مضطر کرتی ہے طلاق دیدے تیرے واسطے بہتر ہوگا یا یوں کہے کہ اپنا آدھا مال لے آ تا کہ تیرے ان غریب بھائیوں میں تقسیم کردوں یا یوں کہے کہ تمام وظائف سے مثل امامت و خطبہ خوانی و درس و تدریس درویشی و فراشی و اذان وغیرہ کے اپنا حق ساقط کردے تو اس پر وہ مرید راضی نہیں ہوتا اور اس کے چہرے پر ناگواری ظاہر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تمام حاضرین اس کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور وہ رسوا ہو جاتا ہے اور اگر شیخ کے ارشاد کو قبول کر لیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ مشائخ کاملین انشاء اللہ خیانت نہیں کرینگے اور ہم نہیں جانتے کہ شیخ کی اطاعت کرنے میں مرید کا کون سا نقصان ہوتا ہے جب کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ سب چیزوں کے عوض اس کو ملتے ہیں (اور ہم نہیں سمجھ سکتے) کہ اس شخص کو کیا مل گیا جس نے بارگاہِ خداوندی کی شرکت اور مجالست کو ایک کھال کے ٹکڑے کے بدلے بیچ دیا جو کہ خون اور پیشاب سے دباغت دیا گیا ہے اور اگر اس کو کاٹ کر بازار میں بیچا جائے تو ایک پیسہ کے برابر بھی نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ جس شخص کا اعتقاد اپنے شیخ کے بارے میں یہ نہ ہو وہ کہ اس پر اس کے نفس سے بھی زیادہ شفیق ہے اور یہ کہ وہ کسی چیز کے چھوڑنے کا حکم صرف اسی لئے کرتا ہے تاکہ اس سے زیادہ نفیس چیز اس کو دے تو ایسے شخص کا شیخ کی صحبت میں رہنا محض نفاق سے ہوگا اور ممکن نہیں کہ شیخ اس کو ان رازوں میں سے جن کے ساتھ وہ ترقی کرتا ہے ایک راز پر بھی مطلع کر دے اور جو شخص فقراء

کے اسرار معلوم کرنے کے بھی قابل نہیں اس کو گویا ان کی صحبت ہی نصیب نہیں ہوئی۔ اسی لئے بعض لوگ شیخ کامل کے پاس تیس برس سے زیادہ تک رہتے ہیں اور ان کو شیخ کے اخلاق سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہوتا۔ جس کی علامت یہ ہے کہ ایسے لوگ شیخ کی وفات کے بعد خانقاہ سے نکل کر مشائخ وقت کی آبرو کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑا کہ اس کے بعد ہم کسی دوسرے کے محتاج ہوں اور یہی علامت ہے ان میں غضب الٰہی کے مستحکم ہوجانے کی اگر وہ غضب الٰہی سے سالم رہتا تو ہر صوفیانہ لباس پہننے والے کے سامنے پست ہوجاتا بوجہ خرقۂ مشائخ کی تعظیم کے۔ شیخ عبدالرحیم قنادی رحمتہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک کتا آپ کے سامنے آیا تو آپ تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے اس کی بابت آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ دیکھو اس کی گردن میں کیا ہے۔ دیکھا تو اس کی گردن میں کسی درویش کے جبہ کا ٹکڑا تھا۔

ایک بار سیدی ابو السعود الجارحی رحمتہ اللہ سے لوگوں نے صوفیہ کرام کے اسرار کی بابت سوال کیا (کہ کچھ بیان فرمائیں) آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے تمھارا ہوانکالنے میں تو اعتبار نہیں۔ پھر اہل طریق کے اسرار کی بابت میں تمھارا کیونکر اعتبار کرسکتا ہوں اور اسی واسطے بعض مشائخ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ کو تعلیم و تلقین فرماتے ہیں جن میں سے ایک بھی کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ لوگوں میں صدق و خلوص نہیں رہا۔ واللہ غنی حمید۔

عہد (۱۲)

دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت اور جھگڑا نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت (اور جھگڑا) نہ کریں کیونکہ دنیا پر جھگڑنے سے دلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے خصوصاً وہ چیزیں جن میں شان ریاست ہے جیسے تعلیم وتدریس اور اپنے پاس رہنے والوں سے عہد لینا اور بیعت کرنا اور یہ بات اچھی طرح جان لو کہ جو چیز تم کو بواسطہ نزاع اور جھگڑے کے حاصل ہو وہ دنیا ہے اس میں غور کرو یہ ایسی سچی ترازو ہے جو ایک ذرہ پر بھی جھک جائے گی۔ کیونکہ آخرت کے جو کام خالص ہوں جن میں دنیوی قصہ کوئی نہ ہو ان میں نزاع اور مزاحمت نہیں ہوسکتی۔ مثلاً دن کو روزہ رکھنا رات کو تہجد کی نماز پڑھنا اور مقروض کی طرف سے مال وزن کر کے ادا کر دینا ان کاموں میں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کسی سے جھگڑتا ہو یا اس کی شکایت حاکم یا غیر حاکم سے کرتا ہو (پس جن کاموں میں منازعت ومزاحمت کی نوبت آتی ہے سمجھ جاؤ کہ ان میں دنیا کی ضرور آمیزش ہے۔ خالص عمل آخرت ہوتا تو نزاع کا اس میں نام بھی نہ ہوتا) اور اگر انسان کو یہ خواہش نہ ہو کہ اس کے شہر میں صرف اسی کی شہرت ہو تو وہ اس شخص سے کبھی پریشان نہ ہوتا جس

کی طرف اسے چھوڑ کر لوگ متوجہ ہو جائیں اور اس کی تعظیم کرنے لگیں اور اگر وہ دنیا سے بے رغبت ہوتا تو اس شخص سے بہت خوش ہوتا جو اس کے شہر میں ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ یہ اس کے سامنے گمنام ہو گیا ہو اور مشائخ کا قول ہے کہ صدیقین کے سروں میں سے سب سے پیچھے حُبِّ ریاست نکلتی ہے کیونکہ مخلوق کسی درویش کی تابعدار مجاہدہ پورا کرنے کے بعد ہی ہوتی ہے اس وقت اس کو ریاست حاصل ہو سکتی ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ ریاست کی محبت اپنی طبیعت سے نکال دے اور سیدی الشیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ محبت ریاست طالب کے ظہور (یعنی ترقی فیض) کو روکتی ہے ۔

عہد (۱۳)

عبادات شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم مسجد کی نگہبانی پر اور درس و تدریس پر اور خطبہ خوانی و امامت پر اور اذان و روشنی اور فرش بچھانے پر اور تجوید و قرارت سبعہ پر اور بچوں کو قرآن شریف پڑھانے پر اور جو ان کے سوا عبادات شرعیہ ہیں کسی پر تنخواہ نہ لیا کریں مگر جب کہ اس کے سوا اور کوئی صورت ہماری آمدنی کی نہ ہو (تو لے لیا کریں) - رہی حدیث احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان سب میں زیادہ مستحق اجر لینے کا قرآن ہے - تو یہ اس عہد کے منافی نہیں کیونکہ حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اجر سے مراد ثواب آخرت ہو - علاوہ ازیں یہ کہ اس حدیث سے اجرت لینا مستحب تو نہیں معلوم ہوتا (صرف جواز مفہوم ہوتا ہے) اور چند احادیث سے ان کاموں کا صرف ثواب سمجھ کر کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے - کیونکہ یہ کام درحقیقت رضائے الہٰی یا ثواب آخرت ہی حاصل کرنے کے لئے مشروع ہوئے ہیں - اور طالب کے لئے تنخواہ لینے میں (طلب دنیا سے) خلاصی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کام کو محض رضائے الہٰی و ثواب اخروی کی نیت سے کرے - پھر وظیفہ مقررہ

کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے عطیہ سمجھ کر لے اور اس طریق پر سچے طور پر کاربند ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر وقف کی آمدنی پر کسی کا قبضہ ہو جائے (اور تم کو نہ ملے) جب بھی تم اپنے منصب کو اسی طرح ادا کرتے رہو اور کام کو اوندھا نہ کر دو اور اس میں کسی قسم کی گرانی تمہاری طبیعت پر آمدنی بند ہونے سے نہ ہو اور ناظر وقف اور آمدنی وصول کرنے والوں کی ان باتوں میں کسی سے شکایت نہ کرو یہاں تک کہ اپنے دوستوں، شاگردوں سے بھی نہ کرو چہ جائیکہ حکام تک نوبت پہونچے اگر تم سے یہ باتیں سرزد ہوئیں تو جان لو کہ تم اس مقام کے لوگوں میں نہیں ہو۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی اور شیخ محی الدین نووی اور ایک جماعت مشائخ کی جن کا ہم نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ اسی قدم پر تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر یہ[1] تو بہت ہی بیہودہ بات ہے جو (آج کل) امام اور خطیب

---

[1] حضرت حکیم الامت نے اس مقام پر فرمایا کہ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ایک مرتبہ درس و تدریس پر تنخواہ لینے سے اپنی طبیعت کی الجھن میرے سامنے ظاہر فرمائی کہ اس سے طبیعت کو سخت نفرت اور پریشانی ہوتی ہے کیونکہ یہ تو صاف دین فروشی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ تنخواہ لینی چاہیئے کیونکہ تنخواہ لے لینے سے کام اچھی طرح ہوتا ہے اور اس کا بار طبیعت پر رہتا ہے اور بدون تنخواہ لئے کام کا بار نہیں ہوتا۔ کہنے لگے کہ تنخواہ لینے میں یہ مصلحت تو ہوئی مگر اس ضرر کا کیا علاج ہے کہ اس میں دین فروشی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس کی ایک پہچان ہے وہ یہ کہ اگر کسی شخص کو ایک جگہ سے اتنی تنخواہ ملتی ہے کہ وہ اس کے گزارہ کے لئے کافی ہے۔ پھر دوسری جگہ سے اس سے زیادہ تنخواہ آنے لگے اور جس جگہ گزارہ کے موافق تنخواہ ملتی ہے وہاں دین کی خدمت بھی اس کے ہاتھ سے زیادہ ہو رہی

اور موذن وغیرہ کرتے ہیں کہ تنخواہ بند ہو جانے پر اپنے کام کو اوندھا سیدھا کرنے لگتے ہیں (ڈھنگ سے نہیں کرتے) اس میں اسلامی شعار کے باطل اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ واللہ غفور الرحیم۔

عہد (۱۴)

کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا نہ قبول کیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کفار اور ظالمین اور فاسقین کے ہدایا ہم نہ کھایا کریں (مگر جب کہ کوئی ایسی مصلحت ہو جو اسی کے مقتضی ہو) کیونکہ جب حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تو حضورؐ نے یہ فرما کر واپس فرما دیا تھا نحن لا نقبل ھدایا المشرکین کہ ہم مشرکین کے ہدایا قبول نہیں کرتے - نیز ان لوگوں کے ہدایا کھانے سے مجبوراً دل کو ان کی طرف میلان ہو گا چنانچہ اس حدیث میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴

ہے اور جہاں سے تنخواہ زیادہ آتی ہے وہاں دینی خدمت بھی زیادہ ہوتی ہے

...... (نوٹ :- ایک لائن کٹ گئی ہے)

مترجم

اس امر کی طرف اشارہ ہے جبلت القلوب علی حبّ من احسن الیہا کہ محسن کی محبت فطرتاً قلوب میں رکھی گئی ہے اور فطری بات کا قلوب سے نکلنا سخت دشوار ہے (اس لئے خواہ مخواہ میلان ہی ہوگا اور ایسے لوگوں کی طرف دل کا مائل ہونا اُن کے افعال کی کراہت کو کم کر کے کسی قدر اُن کے افعال کو خفیف سمجھنے کا سبب ہوگا اور یہ بہت ہی سخت بات ہے جو کہ بڑا وبال ہے) ہاں اگر قبول کرنے پر کوئی مصلحت (دینی) مرتب ہو تو قبول کر لینا چاہیئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقش شاہ اسکندریہ کا ہدیہ باوجود اس کے کفر کے قبول فرمالیا تھا اگرچہ (یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ) وہ اہل کتاب میں سے تھا۔ واللہ غفور الرحیم۔

عہد (۱۵)

جب مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو شیطان سے پہلے سے زیادہ ڈرتے اور بچتے رہیں کیونکہ جب بندہ ترقی کر کے دربار خداوندی سے قرب حاصل کرتا ہے تو اُس کی دشمنی بڑھ جاتی ہے اور وہ اُس کے لئے لشکر زیادہ تیار کرتا ہے اور اس عہد سے طالبین بہت کم خبردار ہیں وہ تو جب اپنے نفس کو دیکھتے ہیں کہ ترقی کرنے لگا یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ بس اب شیطان پیچھے لوٹ گیا اور یہ اُس سے محفوظ ہو گیا (حالانکہ یہ خیال غلط ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے وسوسے اللہ کی طرف متوجہ ہونے والوں سے کبھی منقطع نہیں ہوتے بلکہ اُس وقت ایسے دقیق اور باریک وساوس قلب میں ڈالتا ہے جن کو بجز اُس شخص کے کہ خدا نے اس کو ہدایت دے دی ہو کوئی نہیں سمجھ سکتا اس کا بہت خیال رکھو (پس حصول نسبت کے بعد بھی سالک کو بے فکر نہ ہونا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب تو نسبت حاصل ہو گئی اب شیطان کیا کر سکتا ہے یاد رکھو حصول نسبت کے بعد علاوہ معصیت کے بعض مباحات پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔ مقرباں را بیش بود حیرانی)

عہد (۱۶)

جب تک ایثار نفس کامل طور پر حاصل نہ ہو والدین و مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک ہمیں ایثار نفس کا مرتبہ کامل طور پر نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک اپنے والدین و مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا پیا کریں۔ البتہ اگر اس برتن میں کھانا سب ایک ہی قسم کا ہو جس کے سب حصے یکساں ہوں اور کوئی اعلیٰ و ادنی نہ ہو تو خیر۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہمارے ماں باپ یا بزرگ کی نگاہ کسی بوٹی پر پڑے یا وہ کوئی عمدہ دانہ یا چھوارے یا انگور کا جو کہ بہت شیریں ہو اچھی طرح پک چکا ہو کھانے کا ارادہ کریں اور بے خبری میں اسے ہم کھالیں تو یہ ایک قسم کی خیانت ہے کیونکہ یہ بات کمال احسان کے خلاف ہے جس کا اس آیت میں حکم کیا گیا ہے وبالوالدین احسانا کہ والدین کے ساتھ پورا احسان کرو۔ اور والدین کے حکم میں چچا بھی داخل ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے ان العم اب کہ چچا بھی باپ ہے ایسے ہی جن لوگوں کو آیت شریفہ میں والدین کے ساتھ عطف کر کے بیان کیا گیا ہے ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرنا چاہیئے جیسے قرابت والے اور یتیم بچے اور مساکین وغیرہ

کیونکہ احسان کا حکم اُن کے ساتھ بھی وارد ہے اور ہم کو خبر پہونچی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سے اپنے نفس کی نگہداشت شروع کی اُس وقت سے کبھی اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھایا لوگوں نے سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کسی لقمہ پر میری والدہ کی نگاہ مجھ سے پہلے پڑ گئی ہو اور بےخبری میں اُسے میں کھا لوں ۔ (مصنف رحمتہ اللہ فرماتے ہیں) کہ اگر ماں باپ یا جو لوگ آیت میں اُن کے ساتھ مذکور ہیں دیکھتے نہ ہوں ۔ مثلاً نابینا ہوں یا اندھیرا ہو رہا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اُن کا احساس زائل ہو گیا ہو یا یتیم بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ اُس کو عمدہ اور نفیس کھانوں کی تمیز نہیں تو ایسے وقت میں اُن کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ایثار کی پوری رعایت رکھیں اور پرکھنے والا خود ہی جان لیگا اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو اس کی برکتیں نصیب ہوں گی اور اللہ تمھیں ہدایت دے ۔

عہد (۱۷)

علماء اسلام اور صوفیہ کرام کی طرف سے خوب جواب دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ علمائے اسلام اور صوفیہ کرام کی طرف سے اپنی طاقت اور کوشش کے موافق خوب جواب دیں اور جو لوگ اُن پر طعن کرتے ہیں اُن کی بات پر ہرگز کان نہ دھریں جب کہ ہم جانتے ہیں کہ اُن پر طعن اسی شخص نے کیا ہے جو اُن کے مراتب پہچاننے سے قاصر ہیں پھر یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص ایسے لوگوں پر طعن کرتا ہے اُس کا نور (قلب) بجھ جاتا ہے اور اُس کی تصانیف سے بالکل فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس نے ایسے لوگوں کی بے ادبی کی جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قیامت تک کے لئے اپنے بندوں کا پیشوا بنایا ہے۔ بھلا ایک معمولی آدمی کے مرتبہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ سے کیا نسبت جو وہ امام کے اقوال کی تردید پر جرات کرے اور ابن جوزی کے مرتبہ کو معروف کرخی اور جنید و شبلی اور ابو یزید بسطامی اور سہل بن عبداللہ تستری اور جو ان کے مثل بزرگان طریق ہیں اُن کے مرتبہ سے کیا نسبت جو وہ اُن پر رد کرنے کو تیار ہو گئے۔ اور اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھ گئے کہ میری جان کی قسم ان صوفیوں نے تو شریعت کے فرش

کو بالکل طے کر کے رکھ دیا کاش کہ یہ لوگ صوفی نہ بنتے - اور اسی کتاب کے ایک دوسرے موقع میں لکھتے ہیں کہ یہ صوفی لوگ تو درجۂ جنون سے بھی چند طبقے آگے بڑھ گئے - اور اس کتاب میں انھوں نے سیدنا ابو یزید بسطامیؒ و سہل بن عبداللہ تستری اور شبلیؒ اور امام غزالیؒ اور ایک جماعت کی تکفیر صاف صاف لکھ دی - اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے کیونکہ یہی حضرات تو اولیاء کرام میں بڑے بڑے پیشوا اور امام ہیں جو کہ شریعت و طریقت کے جامع ہیں (یہ بھی کافر ہوں گے تو مسلمان کون رہا) اور خود ابن جوزی رحمتہ اللہ نے اپنی تمام کتب رقائق کو (جن میں زہد و اخلاق کے عبرت آمیز مضامین ہیں) ان حضرات کے مناقب سے اور اُن کی حکایات سے آراستہ کیا ہے - پس شاید یہ خیال بدگمانی کا اُن کو ابتدائی حالت میں رہا ہو (پھر بعد میں رائے بدل گئی اور حسن ظن پیدا ہو گیا ہو) یا کہ یہ باتیں کسی دشمن نے ان کی کتاب میں ملحق کر دی ہوں - اور اے عزیز خوب جان لو کہ ہم نے علماء باعمل میں سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی تردید کے درپے ہوئے ہوں بلکہ وہ تو ان کی طرف سے کوشش کر کے اچھے اچھے جوابات بتاتے تھے جیسا کہ شیخ عالم محقق جلال الدین محلی نے شرح منہاج نووی میں کیا ہے کہ مصنف کے کلام کو اچھے سے اچھے محمل پر حمل کرتے ہیں اور کبھی مصنف پر اعتراض یا غصہ ظاہر نہیں کرتے بلکہ اچھی طرح اُن کی باتوں کو بناتے ہیں یہاں تک کہ آج کل اکثر طلبہ نووی رحمتہ اللہ کی باتوں کا جواب نہیں جانتے (بلکہ شارح کی توجیہ کی وجہ سے ان کو صحیح اور پختہ سمجھتے ہیں) حق تعالیٰ ان اہل انصاف کو

جزائے خیر دے اور جنیدؒ و غزالیؒ کے بارے میں ائمہ طریق اور علمائے اسلام شہادت دے چکے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اب جو کوئی ان پر طعن کرتا ہے وہ آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ وہ صاف چمک رہا ہے کہ ذرا سی بدلی بھی اس کے سامنے حائل نہیں کیا وہ چھپکلی کی پھونک سے پہاڑوں کو ہلانا چاہتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ نے امام حجتہ الاسلام ابوحامد غزالی رضی اللہ عنہ کی بابت شہادت دی ہے کہ وہ بڑے صدیقین میں سے ہیں۔ یہ شہادت اتنے بڑے شیخ کی زبان سے امام غزالیؒ کی فضیلت کے لئے کافی دلیل ہے۔ اور شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ باوجودیکہ علوم ظاہرہ و باطنہ میں پورے متبحر تھے۔ پھر بھی احیاء العلوم کا مطالعہ کیا کرتے اور اس سے مستفید ہوتے تھے اور ان کی طرف سے اچھے اچھے جوابات دیا کرتے تھے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ شریعت میں اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ اپنے سب ہمعصروں پر سبقت لے گئے یہاں تک کہ آپ کا لقب حجتہ الاسلام پڑ گیا اور آج مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ میں ان کی کتابوں پر علماء رجوع کرتے ہیں اور انھیں سے فتویٰ دیتے ہیں۔ اور بعض عارفین نے (روحی فداہ) سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو امام غزالیؒ کے ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام پر فخر و مباہات فرماتے ہوئے دیکھا ہے کہ حضورؐ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ آپ کی امت میں بھی کوئی عالم غزالی جیسا ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ اور علماء مغرب میں سے ایک عالم کو امام غزالی سے انکار تھا اور انھوں نے کتاب احیاء العلوم جلا دی تھی تو خواب میں اسی عالم

نے حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کو دیکھا کہ آپ اُن سے چہرۂ مبارک پھیرے ہوئے ہیں - پھر حضورؐ نے کسی کو اُن کے کپڑے اتارنے کا حکم دیا اور وہ عالم حضور کے سامنے کوڑوں سے مارے گئے پھر وہ عالم جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے پہلوؤں پر کوڑوں کے اثر پائے جو کہ مرتے دم تک باقی رہے - پھر اُن عالم صاحب نے اس گستاخی سے توبہ کی اور کتاب احیار العلوم کو سونے کے پانی سے لکھوایا خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر مرحمت فرمائیں - حسنؒ بصری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کو کسی شخص کی نسبت یہ معلوم ہو کہ اس نے کسی مسئلہ میں غلطی کی ہے تو اول اس سے ملو اگر وہ غلطی کا انکار کرے تو اُس کی تصدیق کرو اور اُس کے بعد اُس غلطی کی نسبت اس کی طرف کرنا جائز نہ ہوگی - اور اگر تم اُس سے نہ مل سکو تو اس کے قول کو ستر طریقوں سے بناؤ اور صحیح معنی پر حمل کرو - اگر اس پر بھی تمھارے نفس کو تسلی نہ ہو تو اُسی کو ملامت کرو اور کہو کہ میرے بھائی کا کلام ستر صورتوں کا احتمال رکھتا ہے اور تو اُن میں سے ایک صورت پر بھی اس کو حمل نہیں کرتا - پس اس قول سے معلوم ہوا کہ ہم کو اپنے کسی ہمعصر کی تنقیص محض اس کی نسبت کوئی بات سننے سے جائز نہیں ہو سکتی بلکہ ہم کو انتظار کے بعد تحقیق کرنی چاہیئے - اور ان سے ملنا چاہیئے یا کم از کم خط و کتابت کرنی چاہیئے - پس یا تو وہ اس بات کا اقرار کر لیں گے یا انکار کریں گے

لہ آج کل کے علما کو امام حسن بصری کے ارشاد میں غور کرنا چاہیئے - افسوس ہم نے اس طریقہ کو بالکل چھوڑ دیا ہے الا ماشاء اللہ -

مترجم

اگر وہ اُس بات کا اقرار کر لیں (جو کہ اُن کی نسبت ہم کو پہنچی تھی) تو ہم کو کوئی صورت اُس کے مسلک کی صحیح اور صواب ہونے کی اپنے ذہن میں تلاش کرنی چاہیئے اور اُس کو علما کے سامنے پیش کرنا چاہیئے - اگر علما اس مسلک کو کسی صورت سے صحیح تسلیم کر لیں تو ہمیں بھی اُس کا قائل ہو جانا چاہیئے اور اگر علما اس کے مسلک کو کسی صورت سے ناپسند کریں اور سب کے سب اُس سے انکار کریں تو ہم کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ ہمعصر اس کے بعد کیا کرتا ہے اگر وہ اپنی غلطی سے انکار کرے تو ہم کو بھی اُس سے راضی ہو جانا چاہیئے کیونکہ اب وہ اپنے دین کی طرف رجوع کر چکا اور اگر وہ اپنی اس غلطی ہی پر جا رہے تو اُس وقت ہم کو اُس کی بات کی اشاعت جائز ہوگی (اور یہ کہنا جائز ہوگا کہ فلاں شخص نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے مگر یہ اشاعت محض) اُس شخص پر اور اُس کے متبعین پر شفقت ظاہر کرنے کے لئے ہونی چاہیئے (کہ شاید اس طرح وہ اپنی غلطی سے رجوع کرے یا اگر اُس نے رجوع نہ کیا تو مسلمانوں کو تو اُس کی غلطی کا علم ہو جائیگا .. تو وہ اُس غلطی سے محفوظ رہیں گے) بغض و عداوت اور شفاء غیظ کے طریقہ سے اُس کی غلطی کا اظہار نہ کرنا چاہیئے (اور سمجھدار شخص دونوں طریقوں میں بخوبی امتیاز کرلے گا) اور اس بات کی آج کل لوگوں میں بہت ہی کمی ہے کیونکہ آج کل ہمعصروں میں حسد اور کینے بہت زیادہ ہو گئے ہیں - اگر کسی ہمعصر کی نسبت کوئی بات سنتے ہیں تو اُس کی تحقیق کبھی نہیں کرتے (فوراً اُس کے درپے ایذا ہو جاتے ہیں) اور تحقیق نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ مبادا تحقیق کے بعد یہ بات کہیں غلط نہ ثابت ہو جائے تو پھر وہ غرض نفسانی یعنی ایذا رسانی حاصل نہ ہو سکے گی -

اور آج کل لوگ جھوٹ باتیں کثرت سے سنتے ہیں کیونکہ لوگوں کی آبرو میں پڑنے سے آج کل احتیاط بہت کم کی جاتی ہے۔ سیدی عبدالعزیز دیرینی رحمتہ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوتا کہ کسی نے ان کی غیبت کی ہے تو اس سے (شفقت کے ساتھ) فرمادیا کرتے کہ اے بھائی تونے میرے گناہ اپنی پشت پر کیوں لادے۔ تم کو وہی گناہ بہت تھے جو تم خود اپنی پشت پر پہلے سے لادے ہوئے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی آبرو میں پڑنے کا ادنیٰ نقصان یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اس غیبت کرنے والے کے نیک اعمال میں پورے مختار ہوں گے اگر ان میں سے کوئی کہنے لگے کہ میں تو اس غیبت کے بدلے اس شخص کے سارے اعمال لوں گا اور اس کے بغیر راضی نہ ہوں گا تو اس غیبت کرنے والے کے سارے اعمال دلا دیئے جائیں گے۔ پس جو شخص کہ ایک مفلس آدمی کو اپنے اعمال میں با اختیار بنا دے اس سے بڑھکر بیوقوف بھی کوئی ہوگا اور یاد رکھو بعض دفعہ عالم اپنی تصنیف میں کوئی بات لکھتا ہے۔ یا پڑھاتے ہوئے کہتا ہے پھر اسے بعد میں یا اسی مجلس میں رجوع کرلیتا ہے۔ پس کسی دیندار کو ایسی بات کی نسبت اس عالم کی طرف اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اس سے دوبارہ مراجعت نہ کرلے اور یہ نہ معلوم کرلے کہ اس وقت اس کی کیا رائے ہے اور اب اس کے علم میں اس مسئلہ کے متعلق کیا بات ہے اور اس بارہ میں بہت لوگ تباہ ہوگئے ہیں کہ بعض مصنفین کی طرف سے انھوں نے وہ باتیں شائع کردیں جن سے کہ وہ رجوع کرچکے تھے اور تحریف کرکے ان کی طرف وہ باتیں منسوب کردیں جن کے اعتقاد و عمل سے وہ بالکل

بری تھے - چنانچہ خود مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ چند مسائل میری طرف سے مصر میں مشہور ہو گئے جن کا مجھے علم و شعور بھی نہ تھا اور نہ مجھے اس شہرت کا پتہ پہلے پہل چلا اور کسی نے بھی مجھ سے ان مسائل میں مراجعت نہیں کی - واللہ غفور الرحیم -

عہد (۱۸)

(اخذ علینا[1] العہود) ان لا ناکل من المسامیح

علی الوجه الذی یعمله الناس فیها الیوم من الحیله فانه معدود عند العارفین من جملة اکل اموال الناس بالباطل وذلک لان الدکان الذی یوجر للجزار او المعصرة التی توجر للمعاصری کل یوم ثلاثین نصفا مثلا لولا توفر ما کان یاخذه صاحب جملة الوزر ما اعطی الجزار او المعاصری فی کراء الدکان او المعصرة کل یوم ثلاثین نصفا ولو حبس وضرب وان تشککت فی قولی فجرب وکان صاحب المسموح یقول للجزار اعطی ما کان اصحاب الوزر یاخذونه منک واجعلنی مکانهم ولکن من اراد الحل فلیشتر الذبیحة علی ذمته او السمسم بمال حلال لا بما اجتمع عنده من مال المسموح ثم یذبح علی ذمته ویعصر السمسم علی ذمته والله علیم حکیم ٥

---

[1] اس عہد کا صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آیا اس لئے بعینہ نقل کر دیا گیا اہل علم اس میں غور فرمائیں اگر کسی کو صحیح مطلب منکشف ہو جائے احقر کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ اس میں علامہ نے اپنے زمانہ کی کوئی خاص صورت معاملہ کی ناجائز بتائی ہے۔ وہ صورت معاملہ سمجھ میں نہیں آئی کہ کس طرح ہوئی تھی اس لئے تکلف کر کے ترجمہ کی بھی حاجت نہ سمجھی وما انا من المتکلفین ۔ مترجم

عہد (۱۹)

مال وقف سے ضیافت قبول نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اس زمانہ میں مال وقف سے ضیافت قبول نہ کریں[۱] کیونکہ پہلے زمانے میں کاشتکار اپنے مشائخ و اساتذہ کی

---

[۱] اس کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصر وغیرہ میں علماء کے لئے زمینیں وقف ہیں جو کاشتکاروں کو لگان پر دی جاتی ہیں اور لگان وصول کر کے اس میں سے علماء مشائخ کی تنخواہیں دی جاتی ہیں تو ان زمینوں کے کاشتکار کبھی اُن علماء و مشائخ کی ضیافت و دعوت بھی کیا کرتے تھے چونکہ یہ رواج عام ہو گیا تو ایک زمانے میں مثل لگان کے دعوت بھی کاشتکاروں کے ذمہ ضروری سمجھی جانے لگی۔ پہلے زمانے کے علماء تو دعوت قبول کر کے اُن کے ساتھ احسان و سلوک بھی کر دیتے تھے۔ علامہ کے زمانے میں چونکہ اس کا رواج عام تھا اس لئے دعوت کو کاشتکاروں کے ذمہ ضروری سمجھا جاتا تھا اور اس کا بدلہ احسان و سلوک سے کوئی نہ کرتا اور ظاہر ہے کہ رواج پڑ جانے کے بعد خلوص نہیں رہا کرتا ضرور گرانی ہوتی ہے اس لئے اس سے بچنے کا عہد لیا گیا آج کل یہی اس کی ایک نظیر موجود ہے۔ بعض دیہات میں طلبہ کی دعوت دو سال کے زمانے میں بالالتزام ہوتی ہے جس میں سارا گاؤں شریک ہو کر سامان کرتا ہے اول اول تو خلوص سے شروع ہوتی ہے پھر التزام کی وجہ سے ضرور گرانی ہوتی ہے اس کا ضرور خیال کرنا چاہیئے۔
مترجم

خدمت میں زمین وقف سے ضیافت وہدایا اس لئے بھیجتے تھے کہ وہ مشائخ وغیرہ بھی اُن کے ساتھ احسان وسلوک کرتے رہتے تھے۔ کبھی اُن کو کپڑے دیدیتے کبھی اور کوئی چیز دیدیتے اور آج کل یہ بات اس طرح مفقود ہوئی ہے گویا پہلے زمانے میں اس کا وجود ہی نہ تھا۔ پس آج کل دیندار عالم یا فقیر کو زمین وقف کے کاشتکاروں سے ضیافت قبول نہ کرنی چاہیئے مگر یہ کہ سلف کی طرح خود بھی اُن کے ساتھ احسان کرتا رہتا ہو یا قیمت ادا کرکے پھر قبول کرے اگر ایسا نہ کیا تو اُس نے حرام مال کھایا اور جو گوشت کہ حرام مال سے نشو ونما پائے جہنم اُس کے لئے زیادہ مناسب ہے اور اس عہد پر عمل آج کل بہت ہی کم ہوگیا اور دیکھنے والے مشتبہ مال کھانے میں ایک دوسرے کی تقلید کرنے لگے۔

عہد (۲۰)

اگر چاندی سونے کے ڈھیر پہ گذر ہو تو اس میں سے ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہم چاندی سونے کے ڈھیروں پر گزریں جن کا نہ دنیا میں کوئی مطالبہ کرنے والا ہو نہ آخرت میں اس کا کوئی حساب ہو تب بھی اس میں سے بجز اس دن کی خوراک کے زیادہ نہ لیں اور اگر کوئی گدھا سونے سے لدا ہوا ہمارے گھر میں گھس آئے تو ہم کو چاہیئے کہ اس کو نکال دیں اور گھر کا دروازہ بند کر لیں اور اپنے لئے اس میں سے کچھ نہ لیں۔ البتہ کسی دوسرے کی نیت سے لے لیں تو مضائقہ نہیں۔ سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا ابلیس کی بیٹی ہے پس جو کوئی ضرورت سے زیادہ دنیا لیگا وہ شیطان کا داماد بن جائے گا اور اس کے پاس شیطان کی آمد و رفت اپنی بیٹی کی وجہ سے زیادہ ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ لینے کی مثل دنیا کی آرزو کرنا بھی ہے کیونکہ آرزو کرنا مثل پیغام بھیجنے کے ہے اور پیغام بھیجنے کے بعد بھی داماد خسر میں ملاقات اور آمد و رفت عادۃً ہونے لگتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ابلیس کی بیٹی سے نہ نکاح کیا نہ اس کو پیغام بھیجا ابلیس اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ

انبیاء علیہم السلام کے پاس شیطان نہیں پہنچ سکتا اور اس عہد پر پوری طرح عمل کرنے والوں میں سے فضیل ابن عیاض اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم تھے اور اس عہد سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ فقراء کاملین کیمیا بنانے اور مطالب و مقاصد بتلا کر روپیہ پیسہ لینے سے مستغنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ بے محنت و مشقت ملنے والے سونے کے ڈھیروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ نہیں لیتے تو ان کی نسبت کیونکر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی جانوں کو کیمیا بنانے کے لئے جڑی بوٹیاں یا دھونے کی دوائیں خریدنے کی یا مقاصد و مطالب کے لئے مٹی کھودنے کی مشقت میں ڈالیں گے تاکہ اس ذریعہ سے یہود و نصاریٰ کے گندے مال اور ان کی خیرات وصول کریں جو کہ مطالب معلوم کرنے کے لئے الگ رکھتے ہیں۔ اور اے عزیز خوب سمجھ لے کہ اس عہد پر عمل کرنا درویشوں کے اخلاق میں سے ایک ادنیٰ بات ہے کیونکہ وہ آخرت کی محبت صحیح طور پر اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ دنیا سے بے رغبت نہ ہو جائیں جیسا کہ دنیا کی محبت کامل اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ماسوا سے بے رغبت نہ ہو جائیں۔ اس بات کو سمجھ لو اور اولیاء اللہ میں سے جو کوئی اس عہد کے ساتھ موصوف ہونے کا اظہار کرے اس کا ادب لازم سمجھو کیونکہ انشاء اللہ وہ سچا ہو گا اور اس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو کہ یہ قیاس تمہارا غلط ہو گا (کار پاکاں را قیاس از خود مگیر)۔

عہد (۲۱)

اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں اور اگر کسی کے ذمہ ہمارا دَین ہو تو اُس کے مطالبہ کی فکر نہ کریں کیونکہ آخر وہ کس کا بندہ ہے اور کس کی امت میں ہے - خدا اور رسول کی عظمت کا خیال کر کے کسی مسلمان سے تقاضہ نہ کرنا چاہیئے ہاں جو کوئی بدوں مانگے ادا کر دے اس سے لے لینا چاہیئے اور خرچ کر لینا چاہیئے اور جو نہ ادا کرے اُس سے دنیا و آخرت میں مطالبہ نہ کرنا چاہیئے ۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ایک رفیق نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ کے اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے اور وہ رفیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ ہماری اجرت کا مطالبہ خدیجہ سے کیجئے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے - سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو چاہیئے کہ مدیون سے مطالبہ قرض کا اس نیت سے کرے کہ اچھا ہو یہ شخص مواخذۂ آخرت سے چھوٹ جائے - اس نیت سے مطالبہ نہ کرے کہ میرے پاس روپے آئیں گے تو میں اُن سے راحت پاؤں گا اور اگر کسی کی اسقدر ہمت ہو کہ مدیون سے اُس

دین کو معاف کر سکے تو وہ مواخذۂ آخرت سے بچانے کی نیت سے
بھی مطالبہ نہ کرے (بلکہ معاف ہی کر دے) اور سیدی علی خواص
جب کسی پر ان کا ایک درہم بھی قرض ہوتا تو مطالبہ میں بہت سختی
کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں سختی اس لئے کرتا ہوں تاکہ یہ
شخص لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں سستی نہ کیا کرے اور فرمایا کرتے
تھے کہ جب بندہ مقام عبدیت میں راسخ ہو جاتا ہے تو وہ اس بات
کو ناگوار سمجھنے لگتا ہے کہ آخرت میں اللہ کے بندوں میں سے کسی پر
بھی اس کا کوئی حق ہو۔ اور مقام عبدیت والا جب کسی وقف وغیرہ
کا متولی ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنے حق تولیت کو ساقط کر دے
(یعنی اس کا معاوضہ کچھ نہ لے) یا اپنا کوئی نائب مقرر کرے جو
مال وقف کو قاعدہ کے موافق وصول کرے مگر آمد و خرچ کی
طرف خود اپنی توجہ صرف کرے تاکہ مصالح وقف ضائع نہ ہوں
واللہ واسع علیم۔

عہد (۲۲)

دنیا اور اس کی لذت کی طرف رغبت سے نہ دیکھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ دنیا اور اس کی شہوات و لذات کی طرف بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں۔ رغبت کی نگاہ اس کی طرف نہ کیا کریں۔ کیونکہ دنیا اس بوسیدہ ہڈی کی مانند ہے جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے ہیں۔ پس جو کوئی دنیا میں رغبت کرے گا ضرور نجاست سے آلودہ ہو جاوے گا اور اس کو کتے کاٹیں گے اور اس پر دانت نکال کر بھوکیں گے۔ پھر بڑی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔ اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جب سے کہ دنیا کو پیدا فرمایا ہے ایک بار بھی اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔ یعنی دنیا اور طالبانِ دنیا کی طرف خوشی اور رضا کے ساتھ توجہ نہیں فرمائی۔ یہ مراد نہیں کہ تدبیر و ارادہ کے طور پر بھی نظر نہیں فرمائی کیونکہ مدبر و خالق تو دنیا کے بھی حق تعالیٰ شانہٗ ہی ہیں۔ خوب سمجھو اور حدیث میں ہے کہ دنیا حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر نہیں پس عارف حق تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ موصوف ہونے اور انبیاء و اصفیا کے اخلاق سے متصف ہونے کی وجہ سے دنیا کی طرف کبھی

محبت سے نظر نہیں کیا کرتا - وہ دنیا میں تصرف کرتا ہے اور تدبیر کے ساتھ خرچ وغیرہ کرتا ہے مگر دل اُس سے خالی ہوتا ہے - اور اے عزیز جو شخص اس عہد پر پوری طرح عامل ہوگا وہ کبھی اپنی دی ہوئی چیز کو زیادہ نہیں سمجھے گا خواہ جس کو وہ چیز دی گئی ہے وہ اُس کا مستحق ہو یا نہ ہو - کیونکہ جو چیز مچھر کے پر سے بھی کم ہے جب اُس کو تمام اہل زمین پر تقسیم کیا جائے بادشاہوں پر بھی اور غریبوں پر بھی تاجروں پر بھی اور بازاریوں پر بھی تو ہر شخص کو جو حصہ ملے گا اُس کی مقدار ہی کیا ہوگی جو عارف کی نظر میں اُس کی کچھ عظمت ہو کہ اُس میں بخل کرے یا اُس کو گھر میں اکٹھا کر بند کر کے رکھے - اسی طرح اس عہد پر پوری طرح عمل کرنے والا زہد کو کچھ بڑی چیز نہ سمجھے گا کیونکہ اُس مچھر کے پر میں سے جس قدر اس کے حصّہ میں آیا ہے وہ تو اتنا حقیر وقلیل جزو ہے کہ آنکھ سے نظر بھی نہیں آسکتا تو اُس کا لینا اور چھوڑنا ہی کیا - پس گویا زاہد ایک معدوم چیز میں زہد کر رہا ہے اس کو خوب سمجھو - واللہ غنیٌ حمیدٌ -

عہد (۲۲۳)

اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہمارے پاس کچھ زمین وغیرہ ہو تو ہم شاہی لگان کے برابر لگان مقرر نہ کریں بلکہ اپنے مرتبہ کے موافق اس سے کم لیا کریں۔ بادشاہ کے ادب کی وجہ سے ایسا ہی کرنا چاہیئے) اور اس ادب کی رعایت کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا بجز شیخ افضل الدین رحمۃ اللہ کے کہ اپنے کارندہ کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ خراجِ شاہی سے ہماری زمین کا خراج کم لیا کرو۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کو خراجِ شاہی کے برابر لگان دیا تو آپ نے زائد واپس فرما دیا اور کہا کہ فقیر کو اس بارہ میں بادشاہ کی برابری نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کو تو خدا نے بندوں کی گردنوں اور زمینوں کا مالک بنایا ہے۔ فقیر کو تو نہیں بنایا اور حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے بھی اس عہد پر اپنی زمین کی آمدنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس کا بڑا احسان ہے۔ وللہ الحمد۔

عہد (۲۴)

اپنے نفس کے ساتھ اس قدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے نفس کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ اس قدر کریں کہ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے (کہ جیسے ہم ظاہر میں نیک اعمال کرتے ہیں اسی طرح دل کو بھی امراض باطنہ سے پاک صاف رکھیں) اور اس میں ہرگز سستی نہ کریں (بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن کے سنوارنے میں کوشش کریں) اور (اس عہد پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت اس لئے ہے تاکہ) ہم صفت نفاق سے پاک صاف ہو جائیں (کیونکہ جو شخص ظاہر میں نیک اور باطن میں بد ہو وہ بھی ایک طرح کا منافق ہے) نیز اس کی اس لئے بھی ضرورت ہے (کہ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو گویا) ہم نے لوگوں سے تو شرم و حیا کی (کہ ان سے اپنی برائیوں کو چھپایا) اور خدا سے شرم نہ کی (کہ دل میں برائیوں کو جگہ دی کیونکہ وہ تو دل کی حالت کو بھی ویسے ہی جانتے ہیں جیسے ظاہری حالت کو پس اگر ہم کو حق تعالیٰ سے شرم و حیا ہوتی تو ہم ظاہر و باطن دونوں کو گناہوں سے پاک کرتے) خضر علیہ السلام نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ اس بات سے (ہمیشہ) بچو کہ تم ظاہر میں تو خدا کے دوست بنو اور باطن میں دشمن (اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ ظاہر میں اولیاء اللہ کے کام کرتے رہو اور دل میں تکبر و حسد وغیرہ لیئے بیٹھے رہو جو کہ دشمنان خدا کے کام ہیں۔) اس کو خوب سمجھ لو اور اس پر اچھی طرح عمل کرو خدا تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔

عہد (۲۵)

اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کر دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب دسویں صدی کا نصف ثانی داخل ہو اور ہمارا فیض باطنی جاری ہونے لگے (اور یہ بات علامہ کے مشائخ کو کشفی طور پر معلوم ہو گئی ہو گی کہ ان کا فیض باطن فلاں وقت میں جاری ہو گا اس لئے عہد میں وقت کو بھی بیان فرما دیا) تو ہم اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور ہر جائز گفتگو میں شامل کر دیں تاکہ جو اللہ کا بندہ ہمارا کھانا کھائے یا پانی پیئے یا بات سنے اس پر ہماری توجہ کا اثر اس طرح پڑ جائے کہ وہ مجبور نہ ہو جائے (کیونکہ ایسا تصرف جس سے مرید مجبور ہو جائے، خلاف سنّت ہے۔ انبیاء علیہم السلام

کا یہ طریقہ نہ تھا اور حقیقت توجہ کی یہ ہے کہ دل سے دعا اور آرزو کرنا کہ فلاں شخص کی حالت درست ہو جائے یا اس کو نسبت مع اللہ حاصل ہو جائے اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کر دینا تاکہ شیخ کے دل کے انوار مرید کے دل میں پہنچ جائیں کبھی اس توجہ قلبی کا اثر مشائخ کے کھانے پینے کی چیزوں میں اور ان کی باتوں تک میں سرایت کر جاتا ہے کہ جو شخص ان کو استعمال کرتا یا سنتا ہے اس کو نسبت مع اللہ حاصل ہو جاتی ہے حضرت علامہ کی یہی شان معلوم ہوتی ہے) تو یہ چیزیں قائم مقام شیخ کے ہو جاتی ہیں۔ (کیونکہ شیخ کی توجہ اور فیض ان میں رکھی ہوئی ہیں ان کے استعمال سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو کہ خود شیخ کے متوجہ ہونے سے حاصل ہوتا) سیدی ابراہیم مبتولی رحمتہ اللہ کا یہی طریقہ تھا جب کوئی شخص خانقاہ میں آتا اور دریافت کرتا کہ حضرت شیخ کہاں ہیں تو آپ اس کو بٹھلاتے اور چوبدار کو حکم فرماتے کہ اس کے سامنے کھانا رکھو پھر فرماتے کہ شیخ یہ ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ گمان ہوتا کہ حضرت شیخ بطور مزاح کے ایسا فرما رہے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ خانقاہ میں اکثر لوگ صرف کھانے ہی کے واسطے آتے ہیں حالانکہ حضرت شیخ بطور مذاق کے یہ بات نہ فرماتے تھے بلکہ وہ واقعی بات کہتے تھے۔ کیونکہ مطلب آپ کا یہ تھا کہ شیخ سے مقصود کیا ہے۔ توجہ اور فیض فقط۔ سو یہ چیزیں شیخ نے کھانے پینے کی چیزوں میں رکھ دی ہیں تو وہ کھانا پانی گویا کہ شیخ کی جسم و روح کی حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اسی واسطے سیدی ابراہیم مبتولی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے (ما شیخ الا اللقیمتہ) کہ ہمارے یہاں تو شیخ لقمہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہ۔ آمین۔

عہد (۲۶)

جب تک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اُس وقت تک اپنی ذات کے لئے کوئی ہدیہ و صدقہ قبول نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنی ذات کے لئے کوئی ہدیہ یا صدقہ ایسی حالت میں کسی سے قبول نہ کریں جب کہ ہم جانتے ہوں کہ ہماری بستی میں ہم سے زیادہ بھی کوئی اُس کا محتاج ہے۔ اسی طرح ہم ایسے شخص کا بھی ہدیہ قبول نہ کریں جو اپنے پڑوسی یا عزیز قریب کو چھوڑ کر ہم کو کچھ دینا چاہے۔ باوجودیکہ ہمارا گھر اس سے دور ہے (اس لئے کہ ہم اس کے ہمسایہ بھی نہیں ہیں) اور اس کو ہم سے کوئی قرابت بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم اُس کے پڑوسیوں اور عزیزوں سے زیادہ محتاج ہوں (تو اس وقت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) غرض ہم کو کسی سے کوئی شے بدون سخت ضرورت کے نہ قبول کرنا چاہیئے اسی طرح ہم کو چاہیئے کہ کسی سے کوئی چیز اپنے نفع کی نیت سے قبول نہ کریں بلکہ اُس شخص کو ثواب آخرت پہنچانے کی نیت کرنا چاہیئے اور ان تینوں عہدوں پر کوئی عمل نہیں کر سکتا بجز اس شخص کے جو مقام زہد کو صحیح طور پر طے کر چکا ہو اور اُس کی نظر میں دنیا سے دین زیادہ عزیز ہو۔ واللہ غنی حمید۔

عہد (۲۷)

ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی نہ کرنا چاہیئے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کام ریاست اور سرداری کے ہیں (مثلاً مشیخت، امامت اور تدریس وغیرہ) اُن میں ہم کو اپنے بھائیوں کا تابع بننا چاہیئے۔ ان کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیشقدمی اور سبقت نہ کرنا چاہیئے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہی ہم کو آگے بڑھانا چاہیں یا ہماری پیش قدمی کرنے میں دوسروں کے اوپر سے بلاو مشقت دفع ہوتی ہو یا ہماری وجہ سے لوگوں کو نیک کاموں کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہو تو اُس وقت ہم کو پیش قدمی کرنا مناسب ہوگا۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے اُن لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو (کہ ایسی نیت سے) نیک کاموں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ سیدی احمد بن الرفاعی رحمتہ اللہ نے اپنے مرض موت میں ارشاد فرمایا تھا کہ تم ہمیشہ دُم بن کر رہو سر بن کر نہ رہو کیونکہ سب سے پہلے سر پر مار پڑا کرتی ہے (مطلب یہ کہ سردار پر سب سے پہلے حملے ہوتے ہیں۔ ماتحت پر حملے کم ہوتے ہیں) اگر کوئی شخص تمہارے سامنے مشیخت ظاہر کرے تم کو اس کا تابع ہو جانا چاہیئے (یہ مراد نہیں کہ اس سے

بیعت ہو جاؤ بلکہ مراد یہ ہے کہ تم اُس کے ہوتے ہوئے اپنا بازار مشیخت گرم نہ کرو اور یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ وہ شیخ صاحب سنت ہو صاحب بدعت نہ ہو) اگر وہ تمہارے سامنے بوسہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو تم اس کے پیر چوم لو۔ اس بات کو خوب سمجھ لو اور اس پر عمل کرو انشاءاللہ اس کی برکت پاؤ گے اور خدا تعالیٰ تم کو ہدایت دے۔

عہد (۲۸)

جس کو ہماری آبروریزی کی وجہ سے جسمانی تکلیف پہنچی ہو اُس سے ملنا جلنا کم کردیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کو ہماری آبروریزی یا بُرا بھلا کہنے کی وجہ سے تکلیف جسمانی پہنچی ہو ہم اُس کی راحت کے خیال سے اُس سے ملنا جلنا کم کردیں (کیونکہ ہماری ملاقات سے اُس کو تکلیف ہوگی) اور اپنے آپ کو ذلت سے بچانے کے لئے اُس سے ملنا نہ چھوڑیں (کہ اُس نے ہم کو ذلیل کیا تھا اس لئے اُس سے کیوں ملیں) تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس شخص نے ہم کو بُرا بھلا کہنے کی وجہ سے تکلیف جسمانی برداشت کی ہے وہ جب کبھی ہم کو دیکھے گا تو اُس تکلیف کے واقعہ کو یاد کرکے اُس کے ذہن میں ایک بُری صورت قائم

ہوگی اور اگر وہ چاہے بھی کہ اس کے ذہن میں کوئی بری صورت نہ آئے تب بھی وہ اس پر قادر نہ ہوگا اور یہ بات اکابر کے حق میں بہت سخت ہے (کہ ان کی وجہ سے کسی کے ذہن میں بری بات یا بری صورت پیدا ہو) تو چونکہ ایسے شخص سے کم ملنا (اس کی راحت کا سبب ہے تو اس سے زیادہ ملنا) اولی وانسب نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے ملنے سے بری باتیں اس کے دل میں گزریں گی اور یہ اس کے ساتھ بدسلوکی ہوگی۔ پس اے عزیز! اپنے دشمنوں سے ملنا جلنا اسی نیت سے کم کرنا چاہیئے نہ کسی اور نیت سے۔ واللہ غفور الرحیم۔

عہد (۲۹)

جملہ اقوال وافعال وغیرہ میں توحید خالص حاصل کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جملہ اقوال و اعمال و مملوکات میں توحید خالص حاصل کریں اور کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز ہماری ہے یا ہمارے پاس ہے۔ ہاں بطریق مجاز یا بھولے سے زبان سے نکل جائے (تو مضائقہ نہیں) حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا کہ خدا کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ حق تعالیٰ شانہ نے شیئا ارشاد فرمایا

ہے۔ کسی خاص شے کو معین نہیں فرمایا۔ بعض بزرگوں کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک دن دعا کی کہ یا اللہ میری مغفرت فرمائیے۔ کیونکہ آپ کا وعدہ ہے کہ جو شخص آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اُس کی مغفرت کر دی جائے گی اور آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہیں کیا۔ اچانک ہاتف نے آواز دی کہ دودھ کے دن کا قصہ یاد کرو۔ اس پر وہ بزرگ شرمندہ ہو گئے اور یاد کیا کہ ایک دن اُن کے سامنے دودھ پیش کیا گیا تھا کہ اس کو پی لیجئے تو انھوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ مجھ کو ضرر نہ پہنچا دے۔ پس حق تعالیٰ نے اُن پر اس کلمہ کی وجہ سے گرفت فرمائی۔ کیونکہ انھوں نے ضرر پہنچانے کو دودھ کی طرف منسوب کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف نہ کیا (غرض جو چیز ہے وہ خدا کی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے حق تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے) پھر باوجود اس کے کہ ہر چیز حقیقتاً خدا کی ملک میں ہے اور ہم اس کے غلام ہیں۔ شریعت نے جو لوگوں کی چیزوں کا ان کے قبضہ سے نکالنا بدون اجازت کے حرام کر دیا یہ اس عالم دنیا کے انتظام کے لئے ہے کیونکہ اگر یہ حدود و قواعد نہ ہوتے تو نظام عالم (بالکل) بگڑ جاتا اور قوی شخص کمزور کی چیزیں لے لیا کرتا (مگر یہ انتظام شریعت حقیقت کے خلاف کسی طرح نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ) گویا حق تعالیٰ شانہ حکم فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ میری کسی چیز پر میرے بندے نے بطریق شرعی قبضہ کر لیا ہے تو اب میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اُس کو بدون اُس کی اجازت

کے ہرگز نہ لو۔ اگر بدون اجازت کے لوگے تو میں تم کو (اس حرکت پر) سزا دوں گا۔ پس جو کوئی اس چیز کو قاعدہ شریعت کے خلاف اس بندے سے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس سے مواخذہ فقط اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی نہ اس وجہ سے کہ وہ بندہ بھی خدا تعالیٰ کی طرح اس چیز کا مالک ہوگیا تھا۔ خوب سمجھ لو واللہ علیم حکیم۔

عہد (۳۰)

اپنے شیخ میں جو بات نقصان و عیب کی نظر آئے اس کو اپنا عیب سمجھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کو اپنے شیخ میں جو بات بھی نقصان و عیب کی نظر آئے ہم اس کو اپنا نقصان اور عیب سمجھیں۔ کیونکہ شیخ ہماری حالت کا آئینہ ہے (پس اس کے تمام نقائص کو اپنی طرف منسوب کر کے سمجھنا چاہیئے کہ) یہ حالت شیخ کی نہیں بلکہ اس کے لئے حقیقت میں کوئی دوسری حالت کمال کی ہے جو ہم نہیں جانتے۔ ہاں اگر ہمارا آئینہ (دل) صاف و شفاف ہو جاتا تو ہم بھی اس کو جان لیتے۔ اسی طرح اگر (اذکار و اشغال کرنے کے بعد) ہمارے (پردۂ دل کے) کھلنے میں توقف یا دیر ہو

تو ہم کو جائز نہیں کہ اس کا سبب شیخ کی ناواقفیت قرار دیں بلکہ اس توقف کا سبب اپنی کم ہمتی اور سستی کو سمجھیں۔ کتب طب میں ہے کہ برودت رحم حمل قرار پانے کا سبب ہے۔ تو جب تک کہ مرید کا نفس (خواہشوں اور لذات سے) سرد نہ ہو جائے اور اس میں (بجائے خواہشات حرام کی تپش کے) طلب و اشتیاق محبوب کی سوزش نہ ہو اس وقت تک شیخ سے اس کو کچھ فیض نہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوا بلکہ بعض خواہشیں بجھ گئیں اور کچھ موجود رہیں تو اس کی مثال گیلی لکڑی کی طرح ہوگی کہ اس میں چنگاری لگانے سے صرف دھواں ہی دھواں اٹھے گا یعنی جھوٹے دعوے اور رعونت و تکبر کی باتیں پیدا ہوں گی جو کہ آج کل جہال صوفیہ میں شائع ہو رہی ہیں۔ سیدی علی بن وفا فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کے حکم کا اتباع مرید پر کبھی دشوار نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ اچھی طرح اس کو (دل سے) قبول نہ کرے اور بجاآوری میں ہمہ تن تیار نہ ہو۔ نیز یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اسی حالت پر رہو گے جس حالت پر اپنے شیخ کو سمجھتے ہو۔ بس اب جو چاہو سمجھو۔ پھر دیکھو کیا نظر آتا ہے واللہ اعلم (مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرید اپنے شیخ کے بارے میں مثلاً یہ اعتقاد کرے کہ اس میں تواضع نہیں ہے تو مرید کو بھی مقام تواضع و عبدیت حاصل نہ ہوگا اور اگر یہ اعتقاد کرے کہ میرا شیخ جملہ مقامات عالیہ پر پہنچا ہوا ہے تو مرید کو بھی جملہ مقامات عالیہ سے حصہ حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ عجیب مضمون ہے سالکین کو اس سے کام لینا چاہیے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم)۔

عہد (۱۳۱)

اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔ خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی یا محبت ازواج ومتاع کی یا کسی دوست کی یا کسی مرغوب شے کی (کسی کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے) کیونکہ حق تعالیٰ شانہ بڑے صاحب غیرت ہیں وہ اپنے بندۂ مومن کے دل میں غیروں کی محبت دیکھنا پسند نہیں کرتے ہاں جن لوگوں کی محبت کا خود حق تعالیٰ شانہ نے حکم فرمایا ہے جیسے کہ انبیاء و ملائکہ صحابہ اور تابعین اور تمام علماء صالحین و اولیاء کرام تو ان لوگوں کے ساتھ حکم الہٰی کی بجا آوری کے لئے محبت کرنی چاہیئے (یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ذکر نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ میں جو مشائخ طریقت تعلیم فرماتے ہیں کہ لفظ لا کے ساتھ یہ تصور کرنا چاہیئے کہ ماسوائے خدا کی محبت دل سے نکل رہی ہے اس سے مراد وہی محبت ہے جس کا حق تعالیٰ نے ہم کو حکم نہیں فرمایا۔ انبیاء و مشائخ کی محبت کا نکالنا اس سے مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا کرتا ہے کیونکہ انبیاء و اولیا کی محبت وہ تو بعینہ محبت حضرت حق جل مجدہ ہے۔ اس لئے کہ

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں محبت غیر سے مراد وہ محبت ہے جس کو وصول الی اللہ میں دخل نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیا علیہم السلام اور اپنے شیخ اور جملہ اولیاء کرام کی محبت تو حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والی ہے۔ وہ تو حکماً حضرت حق ہی کی محبت ہے) غرض ہم کو نقصان اسی محبت سے پہنچتا ہے جس کا ہم کو حق تعالیٰ شانہ نے حکم نہیں فرمایا (البتہ ازواج و اولاد کے ساتھ اس قدر تعلق و محبت شرعاً ضروری ہے جس کے ذریعہ سے ان کے حقوق ادا کرنے میں سہولت و آسانی ہو اتنی محبت اُن کے ساتھ مضر نہیں۔ البتہ جب ان کی محبت کی وجہ سے احکام الٰہی میں سستی اور فتور ہونے لگے تو اس سے ضرر پہنچے گا) سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بسا اوقات تمہارے بیوی بچوں کو حق تعالیٰ اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہوتی ہے (اس وقت حق تعالیٰ کو تم پر غیرت آتی ہے کہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے) اور کبھی اُن لوگوں کی (زیادہ) محبت کی وجہ سے جن کی محبت کا حکم نہیں فرمایا گیا ہے (خود) تم پر عتاب فرماتے ہیں۔ پس درویش بھی بچتا رہے اور اس کا چاہنے والا بھی بچتا رہے (واللہ علیم خبیر)

عہد (۳۲)

کتاب اللہ و حدیث نبوی کی حقیقی مرادکو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر کتاب اللہ اور حدیث نبوی کا کوئی مطلب دوسروں کے خلاف ہماری سمجھ میں آئے تو ہم حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے معنی میں منحصر نہ کریں تاکہ دوسروں کے لئے بھی دروازۂ فہم کھلا رہے (اس میں تنگی نہ کرنی چاہیئے) کیونکہ جب اپنے جیسے انسان کے کلام میں بہت سی باتیں ہماری سمجھ سے باہر رہ جاتی ہیں تو کلام رب العالمین کا کیا حال ہوگا (اس کی بابت کیونکر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ہم اس کی حقیقی مراد تک پہنچ گئے ہیں) سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم عارفین کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھو تو یوں مت کہو کہ اُن کی مراد یہ ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میں اس کا مطلب یہی سمجھا ہوں۔ ہاں اگر کوئی شخص معرفت الٰہی میں ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا ہو کہ اس کو مردان کامل کے مراتب و مدارج کی اطلاع (بطریق الہام کے) ہوتی رہتی ہو۔ (وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ فلاں بزرگ کی اس کلام سے یہ مراد ہے تو اس کو حق ہے اور اس کے لئے یہ بات زیبا ہے) اس مضمون کو اچھی طرح جان لو۔ خدا تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔

عہد (۳۴)

جس قدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں ہمیشہ اُن میں نظر کرتے رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس قدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں ہمیشہ اُن میں نظر کرتے رہیں تاکہ یہ بات معلوم ہوتی رہے کہ اُن حقوق کو ہم نے پورا بھی کیا یا نہیں اور اپنے ذاتی حقوق پر کبھی نظر نہ کریں مگر شکر الٰہی بجا لانے کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں اور اس کی ضرورت اس لئے ہے تاکہ ہم ہمیشہ اقرار کرتے رہیں کہ حجت الٰہی ہم پر قائم ہے تو جس قدر گناہ ہم سے صادر ہوئے ہونگے اُن سے توبہ واستغفار کرنے کی ہم کو توفیق ہوگی اور یاد رکھو عارف کی پہچان یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم سے زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ (معلوم ہوا کہ جس قدر معرفت الٰہی بڑھتی جائے گی اسی قدر خوف خدا بھی زیادہ ہوگا)۔ پس عارف ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عفو ومغفرت نہ فرمائیں تو وہ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے قابل ہے۔ ایک مرتبہ فقرا کی ایک جماعت نے سیدی شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمتہ اللہ علیہ سے

درخواست کی کہ کوئی کرامت ظاہر فرمائیے۔ جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو جائے اور آپ سے طریق سلوک حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ آپ ذرا خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ میرے عزیزو کیا ہم جیسوں کے لئے آج روئے زمین پر اس سے بھی زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر (صحیح و سالم) چھوڑ رکھا ہے۔ اندر نہیں دھنسایا حالانکہ ہم سالہا سال سے زمین میں گاڑ دینے کے قابل ہو رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قسم خدا کی میں جب زمین پر چلتا ہوں اور ایک قدم ڈال کر دوسرا اٹھاتا ہوں اور زمین کو اپنے پیر کے نیچے بدستور قائم پاتا ہوں تو ہر قدم پر حق تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ اس نے مجھ کو کس قدر مہلت دے رکھی ہے۔ پھر فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں سے سوختہ جگر کی بو آیا کرتی تھی (کیونکہ خوف الٰہی سے ان کا جگر پک گیا تھا) تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ خوف الٰہی کے بارے میں سلف صالحین کے حالات ان کے مناقب میں بکثرت مشہور ہیں۔ واللہ واسعٌ علیمٌ۔

عہد (۱۳۴)

اگر مالدار لوگ کھلم کھلا زکوٰۃ نہ نکالتے ہوں تو اُن سے بدگمان نہ ہوں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہم مالدار لوگوں کو کھلم کھلا زکوٰۃ نکالتے ہوئے نہ دیکھیں تو اُن سے بدگمان نہ ہوں۔ بلکہ اُن کے ساتھ نیک گمان رکھنے کی کوشش کریں خصوصاً علما و صلحا کے ساتھ (تو ہرگز بدگمانی نہ کریں) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مال اُن کے پاس ہے اُن کے اعتقاد میں وہ حلال نہیں ہے اور جس کو انسان حلال نہیں سمجھتا وہ اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ اور جو چیز ملک ہی میں داخل نہیں اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو گم شدہ مال کی مثل ہے۔ ایسے مال والے کو علما سے دریافت کر کے اُن کے فتویٰ کے بموجب اُس مال حرام میں عمل درآمد کرنا چاہیئے۔ اس کو خوب سمجھ لو (اور بالخصوص) کسی عالم کی شان میں زبان درازی کرنے سے ہمیشہ بچتے رہو (کیونکہ غیبت کرنا گوشت کھانا ہے) اور علما کا گوشت زہر ہے۔ واللہ غنیٌ حمید۔

عہد (۳۵)

دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں تاکہ ہر ایک کے ساتھ مناسب برتاؤ کر سکیں - اور دوست دشمن کا خاص امتیاز یہ ہے کہ جو شخص تمھاری اُن صفات حمیدہ کو مٹانا اور بجھانا چاہے جو لوگوں میں تمھاری شہرت کا سبب بن چکی ہیں - مثلاً علم و عمل اور زہد وغیرہ - یا ان میں کسی قسم کا خدشہ نکالے اور تمھاری نیت کے خلاف بدل بدل کر ان کو بیان کرے (مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص اس واسطے زاہد بنا ہوا ہے تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع ہوں حالانکہ تم اس ارادہ سے پاک ہو) نیز وہ چاہتا ہے کہ باوجود ان اوصاف کے لوگ تم سے کراہت ہی کرتے رہیں - وہ تمھارا دشمن ہے - اور جو ایسا نہ ہو وہ تمھارا دوست ہے -

---

عہد (۳۶)

اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کے ساتھ زیادہ میل جول کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دوست احباب اور ملنے والوں سے پہلے زیادہ میل جول اور دوستی و محبت کے ساتھ ہدیہ وغیرہ بھیجنے کا برتاؤ اُن لوگوں کے ساتھ کیا کریں جو ہم سے کراہت کرتے ہیں اور ہماری تنقیص کے درپے ہیں کیوں کہ اس میں جس قدر مجاہدۂ نفس ہے ظاہر ہے۔ نیز اس صورت سے اس تنقیص کرنے والے کی کراہت اور عداوت بھی کم ہو جائے گی اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہی سہی تو ہم اُس کے شر سے محفوظ ہو جائینگے اور وہ ہماری آبروریزی کے گناہ سے بچ جائے گا ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلافست و جنگ

اور جو لوگ ہم سے محبت کرنے والے ہیں ان کو مدارات وغیرہ کی چنداں حاجت نہیں کیونکہ ان کو محبت تو پختہ ہو چکی ہے (مترجم عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ دشمنی کو محبت کے ساتھ بدلنے کا یہ نسخہ خود حضرت حق جل مجدہ کا ارشاد فرمودہ ہے۔ اِدفع بالتی

هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔
یعنی بدی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرو تو جو شخص کہ اس میں اور تمھارے میں عداوت ہو (ایسا ہو جائے گا) کہ گویا بڑا پکا دوست ہے)۔ والحمد للہ رب العالمین۔

عہد (۳۷)

گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ تمام اہل معاصی کے ساتھ نرمی سے بات کیا کریں اور اپنے بازو کو ان کے لئے جھکا دیں۔ مثلاً ظلم کرنے والے حکام۔ شرابخوار۔ نشہ باز۔ جواری۔ چونگی لینے والے۔ ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والے (ان سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں) کیونکہ اس طرح وہ جلدی ہمارے مطیع ومنقاد ہو جائیں گے اور ان کی کجی کے سیدھا کرنے اور توبہ کی طرف مائل کرنے کا یہ سہل طریقہ ہے۔ جب حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام کے نفس کو گناہگاروں کے پاس بیٹھنے سے نفرت پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤد جس کی حالت درست ہے اس کو تو آپ کی ضرورت نہیں اور جس کی حالت خراب ہے اس کی کجی دور کرنے سے آپ اعراض کرتے ہیں

تو پھر آپ کو پیغمبر کس لئے بنایا گیا - پھر حق تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو ایک گناہ میں مبتلا کر دیا جس پر ان کو تنبہ ہوا اور حق تعالیٰ سے مغفرت اور معافی مانگی - اس کے بعد وہ اس طرح دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ گناہگاروں کو بخش دے تاکہ ان کے ساتھ داؤد کی بھی مغفرت ہو جائے اور اس سے پیشتر وہ یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ نافرمانوں پر جلدی عذاب بھیج دیجئے - ابن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس معصیت سے ذلت و انکسار (دل میں) پیدا ہو وہ اس طاعت سے بہتر ہے جو عزت و تکبر پیدا کرے پس اے عزیز! گناہگاروں پر دل سے مہربان ہو جاؤ - ان کو نرمی کے ساتھ نصیحت کرتے رہو - تم اپنے زمانہ میں حکیم وقت ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے دل میں اتنی قوت پاؤ کہ ان کے ساتھ میل جول کر کے دین پر ثابت قدم رہ سکو تو ایسے لوگوں سے ملتے جلتے بھی رہو - اور اگر وہ تم سے نفرت کریں تو تم ان کے پیچھے پڑے رہو (مگر آج کل علما کو مالداروں کے پیچھے اس طرح نہ پڑنا چاہیئے کہ ان کو یہ خیال ہو جائے کہ ان کو ہم سے کچھ لالچ ہے کہ اس سے لوگوں کی نگاہ میں علم کی ذلت پیدا ہوتی ہے اور بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے - امراء کے ساتھ ایسے اعتدال کے ساتھ برتاؤ رکھنا چاہیئے کہ دین کی عزت ان کے قلب میں بیٹھ جائے) پھر آہستہ آہستہ چپکے چپکے گناہوں کی محبت ان کے دل سے اس طرح نکالتے رہو کہ ان کو خبر بھی نہ ہو - یہاں تک کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی کجی دور ہو جائیگی اگر تم نے اہل معاصی کو چھوڑ دیا اور ان سے نفرت اختیار کی اور

اُن کے پیچھے نہ پڑے تو اُن کی کجی کو کون درست کرے گا اور گناہوں کی نفرت ان کے دل میں کون بٹھلائے گا۔ بزرگانِ دین کا مقولہ ہے کہ تمھارے بھائی کو سب سے زیادہ تمھاری حاجت اس وقت ہوتی ہے جب کہ گھوڑا ٹھوکر کھا کے اسے گرا دے (بس ایسے وقت میں بھی اگر تم کام نہ آئے تو تم کیسے بھائی ہو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی طرف بلانے والے کے لئے گناہگار لوگ مثل گم شدہ قیمتی چیز کے ہیں کہ ان کی تلاش میں علمائے دین کو لگا رہنا چاہیئے اگر علما ان کی فکر چھوڑ دیں اور یہ لوگ گمراہی میں بڑھتے رہیں تو اندیشہ ہے کہ علما سے قیامت کے دن حق تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائیں اس کو خوب سمجھ لو۔ خدا تم کو ہدایت کرے۔

عہد (۳۸)

سفر میں اپنے ساتھیوں کو لے کر ایسے شخص کے گھر نہ اتریں جو مہمان نوازی میں مشہور ہو

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم دیہات (یا شہروں کا) سفر کریں تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ایسے شخص کے گھر نہ اتریں جو مہمان نوازی میں اُس وقت مشہور ہو بلکہ ایسے شخص کے گھر اتریں جو اس صفت کے ساتھ مشہور نہ ہو اور اُس کو بھی جانوروں کے چارہ

وغیرہ کی تکلیف نہ دینا چاہیئے (بلکہ یا تو سواری ساتھ ہی نہ لیں اور اگر لیں تو اس کا انتظام خود کریں) ۔خصوصاً اگر وہ مشہور مہمان نواز کسی ہمارے ہمعصر درویش کے اعتقاد یا بیعت میں جکڑا ہوا ہو (تب تو ہرگز ہم کو اس کے یہاں نہ قیام کرنا چاہیئے) تاکہ اس کے اوپر سے بوجھ ہلکا رہے ۔کیونکہ مشہور لوگوں کے یہاں بہت لوگ قیام کیا کرتے ہیں (تو ہم کو اس کی مشقت کا خیال کرکے اپنا بار اس پر نہ ڈالنا چاہیئے ۔ دوسری مصلحت ایسے شخص کے پاس قیام نہ کرنے میں یہ ہے کہ) مبادا ہماری صفاتِ رذیلہ میں سے کوئی بات اس کی خواہش و مرضی کے موافق اس کو نظر آئے اور اس وجہ سے وہ اپنے شیخ سے بدل جائے تو (یہ بہت مناسب بات ہے) ہم کو اپنے بھائی کے مرتبہ کا اس کے خاص مریدوں میں لحاظ کرنا چاہیئے (اور ایسی کوئی بات نہ کرنا چاہیئے جس کی وجہ سے اس کے مرید ہماری طرف مائل ہوں اور اپنے شیخ سے بدل جائیں) اور یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیئے کہ آج کل جس شخص کے دستر خوان پر بہت آدمیوں کا ہجوم ہونے لگتا ہے وہ یا تو لوگوں کا بار اپنے اوپر سمجھتا ہے یا گھبرا کر کہیں بھاگ نکلتا ہے[۱] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ہ

---

[۱] حضرت حکیم الامت کا طرز عمل ہے کہ جب کہیں سفر میں تشریف لے جاتے ہیں ایک خادم سے زیادہ اپنے ساتھ نہیں لیتے اور اگر محبت سے کوئی ساتھ ہو جائے تو اس کا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچ سب اس کے ذمہ رکھتے ہیں یا اپنے

عہد (۳۹)

جو طالب علم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اس کے پڑھانے سے رُک جائیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس طالب علم میں کوتاہی عمل کی بو بھی ہم کو معلوم ہو اُس کے پڑھانے سے رُک جائیں اور اُس کے حال پر رحم کریں اور اُس سے کہدیں کہ ہمارے سوا کسی اور سے پڑھ لے ایسے ہی اگر ہم کو اپنے اندر سے عدم اخلاص کی بُو آئے تو علم کے مشغلہ سے باز رہنا چاہیئے کیونکہ بے عمل کو علم پڑھانے سے بجز اس کے کہ اس پر حجۃ الٰہی قائم ہو جائے اور کوئی ثمرہ نہیں اور اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو شور زمین میں تخم بوتا ہے۔ ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ بدعمل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسا کہ درخت حنظل کو پانی دینا کہ وہ جس قدر سرسبز ہوگا اُسی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸

پاس سے دیدیتے ہیں کہ بازار سے خریدو اور کھاؤ۔ داعی اور میزبان پر سب کا بار ڈالنا بہت ہی ناگوار سمجھتے ہیں۔ ہاں کہیں بہت ہی بے تکلفی اور خلوص ہو تو بعد اصرار میزبان کے منظور فرما لیتے ہیں۔ مگر بہت کم یہ باتیں قابل قدر ہیں۔ ہزار کرامات بھی ان کی باندیاں ہیں۔ واللہ اعلم۔

مترجم

قدر کڑوا ہوگا - اسی طرح جس شخص نے علم کو عمل کے لئے نہ حاصل کیا تو جس قدر اُس کا علم بڑھے گا اُسی قدر اس میں برائیاں اور عیوب بڑھیں گے - طالب علم میں سے کوتاہی عمل کی بو آنے کی سچی علامت یہ ہے کہ ہم اس کو استاد کے سامنے بے ادب پائیں کہ استاد سے بات چیت کرتے ہوئے وہ اپنی نگاہ نیچی نہ کرتا ہو - استاد کے سامنے اُس کی تعظیم نہیں کرتا اور پیچھے اس کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں کرتا - اگر وہ مر جائے تو اُس کے وظیفے کے لئے یا خاص حجرہ کے لئے یا گھر کے لئے خود کوشش کرتا ہے اور اُس کی اولاد سے ان امور میں مقابلہ کرتا ہے (اور اپنے کو اُن سے زیادہ مستحق سمجھتا ہے) - اپنے شیخ کے کلام کو اپنے فہم (ناقص کی وجہ) سے یا کسی دوسرے کے کلام سے رد کر دیتا ہے - شیخ سے (علوم) حاصل کر کے اُسی کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتا ہے - کاہلی کی وجہ سے بے وضو یا حالت جنابت میں بدون غسل کے سو رہتا ہے - اگر اُس سے کہا جائے کہ آؤ تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ کر خدا کو یاد کر لو تو یہ کہنا اُسے گراں گزرتا ہے اگر متولی وقف کے پاس اُس کا وظیفہ کبھی رہ جائے تو اُس کی شکایت کر کے کچہریوں میں اُس کے روپے خرچ کرا دیتا ہے - اعمال دینیہ پر تنخواہ لیتا ہے اور کام نہیں کرتا - کبھی اکٹھی دو امامتیں یا دو مسجدوں کی خطابت جمع کر لیتا ہے - باوجود یکہ دوسروں کو فتویٰ دیتا ہے کہ جو شخص یہ کام خود نہ کرے اس کو اُن پر تنخواہ لینا حرام ہے - جن باتوں کا پوری طرح ثبوت نہیں اُن

کے درپے ہوتا ہے۔ پیٹ پیچھے لوگوں کی نسبت وہ باتیں بیان کرتا ہے جو اُن کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ کسی شخص سے کوئی بُری بات سُن کر بدون تحقیق کے اُس کو شائع کر دیتا ہے۔ مسجد میں قرآن پڑھنے کی آواز سُن کر بھی لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے۔ مذاق کرتا اور فضول قصے ہانکتا رہتا ہے اور قرآن کے نصائح پر کان نہیں دھرتا بعض دفعہ بیٹھا ہوا اپنے ہمعصروں کی غیبت کرتا رہتا ہے اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ جماعت کی نماز کی طرف اس بات سے بھی اُس کو رغبت نہیں ہوتی کہ تنہا نماز پڑھنے سے وہ ستائیس گنی زیادہ افضل ہے۔ حرام اور مشتبہ مال کھانے میں تساہل کرتا ہے۔ اپنے اعضا کو خلاف شرع کاموں سے روکنے کا اہتمام نہیں کرتا۔ غیبت اور چغلخوری کو ہلکا سمجھتا ہے اور (بے دھڑک) جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ دنیا پر گرتا پڑتا ہے اور جو کوئی دنیا کو اُس سے روکے یا اُس کے وظیفہ (کو اس سے چھین کر خود) لینا چاہے تو اُس کا دشمن بن جاتا ہے۔ طول امل کی وجہ سے یہ خیال کبھی اُس کے دل میں نہیں آتا کہ شاید ان ہی ایام میں اُس کی موت آجائے۔ دن بھر گدھے کتے کی طرح لغو کاموں میں رہتا ہے۔ اور رات بھر مردہ کی طرح پڑا سوتا ہے اخیر شب کی گھڑیاں اُس پر گزری ہیں اور وہ جنابت کی حالت میں پڑا سوتا رہتا ہے۔ ذرا بھی اس وقت کا اثر (اس کے دل پر) نہیں ہوتا۔ ہاں ایک درہم یا ایک روٹی کے ہاتھ سے جانے پر غمگین ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے پاس دنیا دیکھتا ہے یا جو اس کو

ہدایا بھیجتے ہیں اُن کی خوشامد کرتا ہے اور غائبانہ ان کو سلام بھیجتا رہتا ہے کہ مبادا کبھی وہ اس سے بے فکر نہ ہو جائیں یا بدل نہ جائیں۔ کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ کرنے سے کسی کے ساتھ نہیں رکتا۔ بالخصوص ایسے مسائل میں جو ابھی تک پیش بھی نہیں آئے (حالانکہ ایسے مسائل میں مباحثہ کرنا بیکار ہے)۔ ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق اسی کی جانب ہو اور کسی کی بات حق نہ ہو۔ جب کبھی اُس کو یہ خبر پہنچتی ہے کہ کسی نے امرا اور حکام یا بڑے طبقہ کے لوگوں میں اس کا ذکر خیر کیا ہے تو اپنے دل میں حلاوت پاتا ہے۔ خصوصاً اگر یہ معلوم ہو کہ اُن کے سامنے اُس کے تقویٰ اور زہد کی تعریف کی گئی ہے اور وہ اُس کے پاس عقیدتمندی کے ساتھ آنے جانے لگے ہیں (تب تو بہت ہی خوش ہوتا ہے) اور اگر کوئی اُن لوگوں کے سامنے برائی سے اس کا ذکر کر دے تو اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جس قدر علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اُسی قدر اس کے کھانے پہننے میں اور اثاث البیت اور اہل و عیال وغیرہ کے لباس وغیرہ میں وسعت اور فراخی ہوتی رہتی ہے حالانکہ مناسب یہ تھا کہ معاملہ برعکس ہوتا۔ اس بارہ میں تو بحث و مباحثہ کرتا ہے کہ چاشت اور تہجد کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کون سا وقت افضل ہے مگر خود نہ چاشت پڑھتا ہے نہ رات کو اٹھتا ہے۔ اماموں کے اوصاف کی بابت تو گفتگو کرتا ہے (کہ امام کو کیسا ہونا چاہیئے) مگر خود امام ہو کر بھی اُن صفات سے آراستہ نہیں ہوتا (بلکہ) بسا اوقات حرام مال کھاتا ہے (کوئی

اُس سے پوچھے کہ) اب وہ تقویٰ کہاں گیا جس کی امام کے لئے شرعاً ضرورت بتلاتے تھے اس مسئلہ میں تو خوب گفتگو کرتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے سویرے جانے کا ثواب اونٹ کی قربانی کے برابر ہے پھر گائے کی قربانی کے برابر پھر دنبہ کے برابر پھر (ایسا ہے) جیسا کہ مرغی (اللہ کے واسطے دی) یا چڑیا (خدا کے واسطے دی) یا انڈہ (خیرات کرے) مگر اس ثواب کے فوت ہو جانے پر کبھی غمکین نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد بھی ہنستا کھیلتا مذاق اور لہو ولعب اور غپ شپ میں مشغول رہتا ہے اور خطیب کے عین خطبہ پڑھنے کے وقت لوگوں کی غیبتیں کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ اس پر کس قدر سخت وعید آئی ہے۔ جمعہ کے غسل کے بارہ میں بحث کرتا ہے کہ واجب ہے یا مستحب اور دوسرے دنوں کے غسل سے افضل ہے یا نہیں مگر اس کا اہتمام کبھی نہیں کرنا چاہے گرمی ہی کے دن ہوں۔ جنازے کے مسائل اور اس کے ساتھ چلنے کے آداب بیان کرتا رہتا ہے مگر خود مثل جانوروں کے اُن سے غافل ہے۔ بلکہ بسا اوقات جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے ہنسی مذاق اور غیبت کرتا رہتا ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کی مقدار نصاب میں گفتگو کرتا ہے۔ صدقات نافلہ کے فضائل بیان کرتا ہے مگر خود ایسا حیلہ کرتا ہے کہ کسی طرح اس کے مال پر سال ہی نہ گزرے (تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو)۔ پھر زکوٰۃ تو کیا دیتا ایک روٹی بھی خیرات نہیں کرتا۔ صدقات کا مال کھاتا ہے حالانکہ سو اشرفیاں یا اس سے بھی زیادہ اُس کے پاس ہوتی ہیں پھر بھی صدقات کے لئے بیجا کوشش کرتا ہے۔ اٹھنا بیٹھنا صوفیوں کے

پاس رکھتا ہے (تاکہ اسے لوگ صوفی سمجھیں) مگر خود صوفی نہیں۔ ذکر اللہ سے زیادہ رات دن بیہودہ اور لغو باتیں بناتا ہے۔ سو اشرفیاں اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی مسلمان بھائی سو روپے اپنی بیوی کے مہر میں دینے کے لئے یا اور کسی کام کے لئے اس سے قرض مانگے تو کبھی نہ دے۔ اگر کوئی مسلمان بھائی اس کو امانت دار سمجھ کر اپنے منصب کی جگہ قائم مقام کر کے سفر میں چلا جائے تو اس میں خیانت کر کے اس منصب کو اپنے لئے مستقل بنانے کی کوشش کرنے لگے اور ذرا بھی باک نہ کرے حالانکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد بھی پڑھتا رہتا ہے لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم کہ خدا و رسول سے خیانت نہ کرو نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔ پڑوسیوں کے حقوق اور ان کی ایذاؤں کے تحمل کرنے کا ثواب بیان کرتا ہے مگر کبھی ان کی اذیت برداشت نہیں کرتا اور نہ ان کی خبر گیری کرتا ہے۔ عمدہ کھانا یا شوربا وغیرہ اس کے گھر پکے تو پڑوسیوں کو کبھی نہیں بھیجتا بلکہ بعض دفعہ حکام کے پاس اپنے پڑوسی کی جھوٹی شکایت کرتا ہے اور (جھوٹے گواہ) اور بیہودہ حجتیں قائم کر کے دوسروں کو ضرر پہنچا کر اپنے وقف یا ملکیت میں زیادتی کر لیتا ہے اور رہتے سہتے آدمی کو اس سے علیحدہ کر دیتا ہے باوجودیکہ اس کو اس زیادہ ملکیت کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ عام لوگوں پر تو روزہ کے آداب میں سختی کرتا ہے کہ خواہشات (نفسانی) کو چھوڑ دینا چاہیئے اور تمام اعضا کو (خدا کی) مخالفتوں سے بچانا چاہیئے۔ مگر خود دن بھر اس کے خلاف (عملدرآمد) کرتا ہے۔ اکثر سنتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کا چھوڑ دینا

جائز ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ ہر سنت کے بدلے جنت میں ایک درجہ ہے جو اس کے کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو جس وقت یہ شخص جنت میں اس درجہ کو طلب کرے گا اس سے کہدیا جائے گا کہ تو یہ کہا کرتا تھا کہ اس سنت کا چھوڑ دینا جائز ہے پس آج تیری یہی سزا ہے کہ اس درجہ سے محروم رہے۔ مہینوں اور دن راتوں کی فضیلت میں گفتگو کرتا ہے (کہ کون سا مہینہ افضل ہے اور سال بھر کے دن راتوں میں کون سا دن اور کون سی رات افضل ہے) مگر نہ ان دنوں میں روزہ رکھتا۔ نہ ان راتوں کو اٹھتا ہے بلکہ شب قدر میں بھی مردہ کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے ان چیزوں کی فضیلت اس لئے بتلائی ہے کہ ان میں بہترین طاعات ادا کی جائیں اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کیا جائے۔ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ حج کو جاتے ہوئے حلال اور پاکیزہ سفر خرچ لے جایا کریں۔ مگر اپنا سفر خرچ ہمیشہ حرام اور مشتبہ مال سے لے جاتا ہے۔ دوسروں کو تو کھانا کھلانے اور راستہ میں پانی پلانے کی رغبت دلاتا ہے مگر خود کسی محتاج کو بھوک اور پیاس سے لب دم دیکھ کر بھی نہ کھانے کو دیتا ہے نہ پانی پلاتا ہے اور یہ حجت نکالتا ہے کہ مجھے خود حاجت ہے (میں دوسروں کو کیسے دوں) مگر پڑھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے۔ باوجودیکہ جانتا ہے کہ صرف ہاتھ سے لین دین کر کے خرید و فروخت کرنے سے بیع فاسد ہوتی ہے اور اس طریقہ کی بیع کر کے کھانا پینا حرام ہے مگر اس پر بھی کبھی زبان سے معاملہ نہیں کرتا (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ بدون زبان سے معاملہ

کئے صرف لین دین سے بیع صحیح نہیں ہوتی مگر امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ
علیہ کے نزدیک بغیر زبان سے کچھ کہے ہاتھ کے لین دین سے بھی بیع
صحیح ہے۔ مصنف علیہ الرحمتہ چونکہ شافعی المذہب ہیں اپنے مذہب
کے موافق کلام فرمارہے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ حنفی کو بھی
زبان سے معاملہ کرنا چاہیئے تاکہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب
پر بھی معاملہ درست ہو جائے۔ کیونکہ اختلافی مسائل میں حتی الامکان
اختلاف سے نکلنا مستحب ہے)۔ اس مسئلہ میں خوب بحث کرتا ہے
کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے کسب سے اور ہاتھ کی کمائی سے
کھائے مگر خود دین (فروشی کرکے) کھاتا پیتا ہے۔ لوگوں کو تو رغبت
دلاتا ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرنا چاہیئے اور اس کو تکلیف
نہ دینی چاہیئے مگر خود باندیاں اس کے اوپر لاکر اور بے انصافی
کرکے اُس کو رنج دیتا ہے۔ لوگوں کو تین طلاق اکٹھی دینے اور
حلالہ کے لئے نکاح کرنے سے منع کرتا ہے مگر خود سب کچھ کرتا ہے
اسی طرح تمام فقہی مسائل میں غور کرلو۔ عزیز من! میں نے تم کو
راستہ بتلا دیا ہے کہ ان مسائل کو تم جانتے ہو مگر ان پر عمل نہیں
کرتے (اس سے تم کو اپنا بے عمل ہونا معلوم ہو جائے گا)۔ اب
جن باتوں کو میں نے بیان نہیں کیا اُن کو تم خود قیاس کرلو (کہ
شریعت کے بہت سے مسائل ایسے ہی ہیں کہ تم اُن کو جانتے ہو
اور دوسروں کو بتلاتے بھی ہو اور خود عمل نہیں کرتے) عزیز من!
تم کو اپنے معاصرین اور اہل زمانہ کی حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے
کہ دنیا میں اخلاص کے بغیر اُن کا کام چل رہا ہے اور اُن کو منصب

اور ہدایا اور صدقات دیئے جاتے ہیں - اس سے یہ مت سمجھنا کہ آخرت میں بھی اسی طرح اُن کا کام چل جائے گا (اور بدون اخلاص کے وہاں بھی آؤ بھگت ہو گی) اس میں بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں اور بدون عمل کے فقط علم حاصل کر لینے ہی سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ علم حاصل کرنے سے دنیا (اور جاہ) وغیرہ حاصل ہوتی ہے - مگر وہ عاقل ہے جو اپنی نظرِ بصیرت کی دونوں آنکھوں سے احوال آخرت میں غور کرے اور جس علم و عمل کو وہاں سودمند نہ پاوے اس کو یہیں چھوڑ دے - پھر جب بندہ پر اخلاص غالب نہیں ہوتا اور اپنے علم میں کھوٹ اور نقصان کا مشاہدہ کرتا ہے تو سخت مصیبت کے وقت خدا سے اس طرح دعا نہیں کر سکتا کہ اے اللہ میں اپنے علم کی برکت سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے - باوجودیکہ علم تمام اعمال سے بہترین عمل ہے مگر (چونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا علم خالص اللہ کے واسطے نہیں بلکہ) اس میں کھوٹ ملا ہوا ہے اس لئے کبھی اس کے واسطے سے دعا کرنے کی جرارت نہیں کر سکتا - اس وقت اگر ہم اس سے کہیں کہ (تم تو یہ کہا کرتے تھے کہ) علم تمام طاعات سے افضل ہے اب وہ تمھاری بات کہاں گئی - اب علم کے واسطے سے کیوں دعا نہیں کرتے تو اس کا کوئی بھی جواب اس کے پاس نہ ہو گا (حالانکہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں تین شخصوں کا ذکر ہے کہ وہ کسی پہاڑ میں غار کے اندر بارش سے پناہ لے کر بیٹھے تھے اور غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر آ پڑا تھا - جس سے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا - کہ ان

لوگوں نے اپنے خالص نیک عمل کے واسطہ سے دعا کی تھی تو وہ پتھر ہٹ گیا اور ان کو اُس مصیبت سے نجات ملی - اس سے ثابت ہوا کہ اپنے خالص نیک عمل کے واسطہ سے دعا کرنے کو مصیبت کے دفع کرنے میں بہت اثر اور برکت ہے)- تو بس خالص نیت سے علم حاصل کرنے کی پہچان یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اُس کے واسطہ سے دعا کرنے کی ہمت ہو (اگر نیت میں فتور ہو گا تو خدا کے سامنے اُس کا واسطہ دینے کے لئے کبھی زبان نہ اُٹھے گی)- یہ تو عمل کی طرف سے بے توجہی کرنے والوں کی ادنیٰ حالت ہے- بھلا (انصاف تو کرو) جس شخص میں یہ تمام صفات مذکورہ مجتمع ہوں اُس کی تعلیم (کیونکر گوارا کی جا سکتی ہے اور اُس کو پڑھانے لکھانے کا کیسے) حکم دیا جا سکتا ہے - خصوصاً اگر طالب علم بڑھاپے کے بھی قریب پہنچ گیا ہو اور (اب تک بھی) اُس کو عمل کی توفیق نہیں ہوئی (ایسا شخص تو ہرگز تعلیم کے قابل نہیں) یہ تو دنیا سے یقیناً خالی ہاتھ جائیگا اس کے ساتھ عمل کا کوئی حصّہ بھی نہ ہو گا - یاد رکھو علم کے لئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ وہاں پہنچ کر پھر انسان عمل کی طرف رجوع کرے[1]

---

[1] جیسا کہ آج کل طلبہ نے خیال کر رکھا ہے کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر عمل کا اہتمام کریں گے - یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے - جس کی وجہ سے عمر بھر کبھی عمل کی کامل توفیق نہیں ہوتی - یاد رکھو ہر چیز کا پہلی بار جو اثر ہوتا ہے پھر نہیں ہوا کرتا- جب علم حاصل کرنے کے وقت کسی کام کا ثواب یا گناہ معلوم ہوتا ہے اُس وقت دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اگر اس اثر سے اس وقت کام لیا گیا اور عمل کا اہتمام

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کی ایسی مثال ہے جیسے کہ لڑنے والا لڑائی کا سامان جمع کیا کرتا ہے (کیونکہ طالب علم بھی نفس و شیطان کے مقابلہ کے لئے پورے سامان سے تیار ہوتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸

کر لیا گیا تب تو وہ اثر آئندہ بھی باقی رہتا ہے ورنہ پھر قلب سے زائل ہو جاتا ہے اور دوبارہ آسانی سے پیدا نہیں ہوتا۔ جب پڑھنے کے زمانہ میں تم احادیث و قرآن کی ورق گردانی کرتے چلے گئے اور ترغیب و ترہیب کا اُس وقت تمہارے دل پر اثر نہ ہو تو آئندہ کیا امید ہو سکتی ہے کہ تم اُن سے متاثر ہو گے۔ جب پہلے ہی تم نے یہ خیال کر کے آنکھیں بند کر لیں کہ یہ وقت ان پر عمل کرنے کا نہیں تو عزیز من یہ امید مت کرنا کہ درسیات سے فارغ ہو کر پھر اُن کا کچھ بھی اثر تمہارے دل پر ہوگا جب تمہارے نفس نے پہلی ہی بار اُن کو ٹال دیا پھر کیا اثر قبول کرے گا۔ آج کل طلبہ نے سمجھ لیا ہے یجوز لطالب العلم مالا یجوز لغیرہ کہ طالب علم کو وہ باتیں بھی جائز ہیں جو دوسروں کے لئے ناجائز ہیں نہ معلوم یہ کون سی آیت ہے یا کون سی حدیث ہے یا کس امام کا فتویٰ ہے۔ کچھ نہیں صرف نفس کی شیطنت ہے۔ یہ ہم نے مانا کہ طلبہ کو تحصیل علم کے وقت نوافل و اوراد کا بہت زیادہ پابند ہونا مناسب نہیں ہوتا اور یہ بھی اس شخص کے لئے جس کو مطالعہ کتب وغیرہ سے فرصت نہ ملتی ہو۔ مگر اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ طالب علم کو حرام و حلال کا بھی خیال نہ کرنا چاہیئے اور بے دھڑک جھوٹ فریب غیبت و شکایت تکبر و حسد عجب و ریا وغیرہ کا ارتکاب کر لینا چاہیئے۔ نماز کے ادا و قضا کا بھی اہتمام نہ کرنا چاہیئے۔ صورت و وضع میں بھی شریعت کی پابندی نہ کرنا چاہیئے اور غضب یہ کہ اساتذہ ان باتوں کو دیکھتے ہیں اور تنبیہ نہیں کرتے۔ اگر امتحان میں ناکام ہو جائے تو ہزار سختیاں کرتے ہیں۔ امتحان میں پاس ہوتا رہے تو پھر اُس کے اعمال سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا اور بے تکلف اس کو پڑھاتے رہتے اور سند فراغ سے ممتاز

چاہتا ہے) تو لڑائی کا ارادہ رکھنے والا اگر ساری عمر سامان ہی جمع کرنے میں ختم کر دے تو (اُس سے کوئی پوچھے کہ) لڑے گا کب۔ اسی طرح اگر طالب علم ساری عمر علم حاصل کرنے ہی میں صرف کر دے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹

کر دیتے ہیں۔ حالانکہ بخدا علم کا اصلی امتحان عمل سے ہے۔ جو اس میں پورا اترے اسی کو کامیاب سمجھنا چاہیئے۔ میری یہ مراد نہیں کہ مطالب و معانی میں طلبہ کی فہم و یادداشت کا امتحان نہ لیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم کا جو اصلی امتحان ہے اس کو بھی پس پشت نہ ڈالا جائے۔ بھلا اگر اسی بے عملی کی حالت میں یہ شخص سند لے کر مسند وعظ پر بیٹھ کر لوگوں کو نصیحت کرنے لگا تو سننے والوں پر کیسا بُرا اثر پڑے گا کہ علما زبان سے تو بہت کچھ کہتے ہیں مگر خود اپنے ہی عمل سے اپنے اقوال کی تکذیب کرتے ہیں ؎

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس   توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتری کنند
واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند   چوں بخلوت می رسند این کار دیگری کنند

پھر ہدایت کے بجائے ان کو بھی بے عملی میں جرارت بڑھے گی۔ اے محترم اور بزرگ قوم! خدا کے لئے اس حالت کا جلدی تدارک کرو۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ یعنی تمھارے میں ہر ایک نگہبان ہے جس سے اس کی رعیت کی بابت سوال ہوگا۔ پس اے حضرات اساتذہ آپ اپنے متعلمین و طلبہ کے نگہبان ہیں اور وہ آپ کی رعیت ہیں۔ پس ان کی عملی حالت سے اگر آپ بے توجہی برتیں گے تو کیا آپ سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اس لئے ہمیشہ طالب علم کی ہر حالت پر نظر رکھنا چاہیئے۔ بہت زیادہ جاسوسی کی تو ضرورت نہیں۔ مگر جب اس کی کوئی بات اندازۂ و قرائن یا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہو جائے اس پر ضرور تنبیہ کرنا چاہیئے۔ بالخصوص اخلاقی کمزوری کی ضرور اصلاح کرنا چاہیئے اور واجبات و فرائض کے علاوہ سنن و مستحبات کا بھی اس کو پابند کرنا

توعمل کس وقت کرے گا (عمل ہی کے وقت تو نفس وشیطان سے مقابلہ ہوتا ہے اگر اسی کی نوبت نہ آئی تو علم سے فائدہ کیا ہوا) میں کہتا ہوں کہ اصل مقصود علم سے بجز عمل کے کچھ نہیں - یہ تو بہت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰

چاہیئے - اگر چاشت و اشراق کے وقت وہ کم از کم دو رکعتیں پڑھ لیا کرے اور رات کو اٹھ کر تہجد کی دو رکعت پڑھ کر مطالعہ کتب میں مشغول ہوجایا کرے - اور حدیث پڑھنے والے بجائے فضول باتوں کے چلتے پھرتے زبان سے درود شریف پڑھتے رہا کریں تو بتلایئے اس سے ان کی تعلیم میں کون سا حرج ہو سکتا ہے - اگر خیال کیا جائیگا تو انشاء اللہ ایسی صورتیں خود بخود ذہن میں آنے لگیں گی - جن سے طلبہ میں نور عبادت و حلاوت ذکر بھی پیدا ہو جائے - اور تعلیم میں بھی کوئی کمی کسی قسم کی نہ آنے پائے - سمجھنے کی بات ہے کہ فہم سلیم اور نور ذکاوت عمل اور تقویٰ سے جس قدر پیدا ہوتا ہے اس کے بدون حاصل نہیں ہو سکتا تو اس کا اہتمام تعلیم کے لئے معین و مفید ہوگا یا مضر - میں نہیں خیال کر سکتا کہ اس کو مضر کیوں سمجھا جاتا ہے البتہ باقاعدہ سلوک سے اور صوفیہ کے خاندانی ذکر سے ضرور منع کیا جائے کہ اس سے حالات و کیفیات کا غلبہ ہونے لگتا ہے تو تعلیم ناقص رہ جاتی ہے - مگر جو اذکار احادیث میں وارد ہیں اختصار کے ساتھ ان کی پابندی کرنا اور بلا ناغہ تلاوت قرآن کرتے رہنا وغیرہ یہ تو کسی طرح تعلیم میں حارج نہیں ہو سکتی - اور یہ تو بہت ہی نازیبا طریقہ ہے کہ ناپسندیدہ اخلاق اور عمل سے بے توجہی کے باوجود طلبہ کو سند دے دی جائے کہ قوم کے پیشوا بن جاؤ - او خویشتن گم است کرا رہبری کند - حالانکہ حق تعالیٰ جا بجا علمائے یہود کی بابت لو کانو یعلمون فرماتے ہیں کہ کاش ان کو علم ہوتا - اور ہم خود اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ ان کی حالت ان کے علم کے خلاف تھی اس لئے حق تعالیٰ نے باوجود علم کے ان کو جاہل شمار

موٹی بات ہے - رہا دوسروں کو تعلیم دینا یہ تبعاً مقصود ہے (جس کو آج کل اصل مقصود خیال کیا جاتا ہے - بھلا غور تو کرو کہ صحابہ کرام کی جو اس قدر فضیلت ہے کیا وہ بھی درسیات ہی پڑھاتے تھے - اُن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱

کیا اور لو کانو یعلمون فرمایا - پڑھنے والے اس کو مسئلہ بلاغت سمجھ کر بیان کر جاتے ہیں - اور یہ نہیں خیال کرتے کہ اس سے یہ شرعی مسئلہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس عالم کی حالت اس کے علم کے موافق نہ ہو وہ خدا کے نزدیک جاہل ہے اور اس کی تفصیل احادیث میں دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جاہل سے بھی بدتر ہے - پس اے قوم! سند دیتے وقت یہ تو دیکھ لیا کرو کہ ہم عالم کو سند دے رہے ہیں یا ایسے شخص کو جو شریعت کے نزدیک جاہل ہے - بھلا غور تو کرو یہ کتنی سخت بات ہے کہ خدا کی کتاب تو ایک شخص کو جاہل بتلاتی ہے اور تم دنیا کے سامنے سند میں لمبے چوڑے تعریفی الفاظ و القاب لکھ کر اس کو عالم ظاہر کرتے ہو - ان ھذا لا اختلاق ہ مگر اس تقریر کا مطلب یہ نہیں کہ عام لوگ علمائے بے عمل کی تحقیر و اہانت کیا کریں - نعوذ باللہ ہرگز نہیں بلکہ اُن کو مثل بد پرہیز طبیب کے سمجھیں - طبیب اگر خود پرہیز نہ کرے گا اپنے آپ مرے گا مگر مریض کو تو اُس کے بتلانے کے موافق ہی علاج کرنا چاہیئے - اگر مریض نے اس کی تدبیر کے موافق عمل کر لیا اُس کو تو ضرور شفا ہو جائے گی - طبیب ہر حالت میں قابل تعظیم ہی ہے - و نیز عالم بے عمل اُس وکیل سرکاری کی مانند ہے جو خود قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے - اُس خلاف ورزی کا نتیجہ بد خود دیکھے گا - مگر چونکہ وہ قانون سے واقف ہے اس لئے مقدمات میں اُس کی رائے لینے سے فائدہ ہی ہوگا - پس عوام کو تو اُن سے پوچھ کر ہی عمل کرنا چاہیئے - البتہ عالم غلط مسائل بتلاتا ہو اور نفسانی غرض سے جس نے جو پوچھا اُسی کے موافق فتوے دیتا ہو اُس سے پرہیز کرے

میں کیا بات تھی جس کی وجہ سے وہ تمام افراد امت میں افضل شمار ہوتے ہیں - ان میں بعض ایسے بھی تھے جو پورا قرآن بھی پڑھے ہوئے نہ تھے ان میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے اخلاص اور عمل ہی بہت زیادہ تھا جس کی طرف آج ہم کو توجہ نہیں - اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرات صحابہ علم و معرفت میں بھی سب سے افضل تھے تو عزیز من وہ علم و معرفت اس قیل و قال کا نام نہیں ہے - وہ تو عمل اور فیض صحبت ہی سے حاصل ہوتا ہے ؎

قال را بگذار و مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

اس لئے ہم کو اس شخص کی تعلیم سے ہاتھ روک لینا چاہیئے جو اپنے علم کے موافق عمل کا اہتمام نہ کرتا ہو - اور اس بات پر نظر نہ کریں کہ شاید حق تعالیٰ آئندہ اس کو عمل کی توفیق عطا فرمادیں - تمہارے لئے بھی اور اس کے لئے بھی اسی میں احتیاط ہے دکہ اس کو رخصت کرو) اور یہ جو بعض حضرات کا قول ہے تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی ان یکون الا اللہ کہ ہم نے تو علم غیر خدا کے لئے پڑھا تھا - مگر وہ کسی کا نہ ہوا - آخر کار خدا ہی کا ہو کر رہا - تو یہ ایک خاص واقعہ ہے - نادر صورت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲

کہ وہ خائن طبیب اور جھوٹا وکیل اور پورا راہزن ہے اور عالم بے عمل اگر صحیح مسائل بیان کرتا ہو اس کی باتوں کو سن کر لیا کریں اور ان پر عمل کیا کریں - مگر اس کی صحبت اختیار نہ کریں - صحبت کسی عالم باعمل کامل متبع سنت کی اختیار کریں تاکہ آخرت کی طرف رغبت اور عمل کا شوق پیدا ہو - خوب سمجھ لو - واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم -

مترجم

ہے۔ ایسے نادر واقعات سے عام حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کو جب ترک تعلیم پر لوگ ملامت کرتے کہ بخدا اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ فقط خدا کے لئے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم اُن کے گھروں پر خود جاکر پڑھاتے مگر اُن کا مقصود تو صرف یہ ہے کہ علم حاصل کرکے لوگوں سے بحث و مباحثہ کریں اور اُس کے ذریعہ سے معاش حاصل کریں (اس لئے ہم نے اُن کو پڑھانا چھوڑ دیا) اور فضیل ابن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر علم کے ساتھ نیت بھی خالص ہو تو کوئی عمل اس سے افضل اور اس پر مقدم نہیں مگر اب تو عمل کے سوا (دوسرے مقاصد) کے لئے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک بار ایک عالم اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ اے جماعتِ علما تم چراغ (ہدایت) تھے تمھاری روشنی روئے زمین پر پھیلتی تھی مگر (اب خود) تمھارے ہی اوپر اندھیرا چھاگیا۔ تم ستاروں کی مانند تھے کہ تمھارے ذریعہ سے جہل کی تاریکیوں میں راستہ ملتا تھا۔ مگر (اب) تم خود (راستہ بھول کر) حیرت میں پڑ گئے۔ کسی کو دیکھو تو حاکموں اور مالداروں کے پاس جا رہا ہے۔ اُن کے تخت و فرش پر بیٹھ کر اُن کا کھانا کھاتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ یہ کہاں سے (اور کس طریقہ سے) کماتے ہیں۔ اس کے بعد مسجد میں آتا ہے اور بیٹھ کر علم کی تعلیم دیتا اور لوگوں کو نصیحت کرتا ہے اور کہتا ہے حدثنی فلاں عن فلاں۔ خدا کی قسم علم حاصل کرنا ان باتوں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی عالم یا عابد میں یہ بات دیکھو کہ وہ امرا اور اغنیا کی مجالس میں اپنے

تقویٰ اور زہد و بزرگی کا تذکرہ ہونا پسند کرتا ہے تو سمجھ جاؤ کہ وہ ریاکار ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تم طالب علم کو ایسا دیکھو کہ جس قدر اس کے علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر دنیا میں بے رغبتی اور نماز میں خشوع خضوع بڑھتا جاتا ہے اس کو پڑھاؤ (اور ضرور تعلیم دو) اور اگر یہ دیکھو کہ جتنا علم بڑھتا ہے اسی قدر قیل و قال و بحث و مباحثہ میں ترقی کرتا ہے اور دنیا کی طرف اس کی رغبت بڑھتی ہے اس کو تعلیم مت دو اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہ جن کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی تھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت جاہل (اور کم عقل لوگ) علم حاصل کیا کریں گے اور امرا کے پاس بیٹھ کر غربا سے ایسی غیرت کیا کریں گے جیسا کہ عورتیں مردوں سے غیرت کرتی ہیں (یعنی غریبوں کے پاس بیٹھنے سے نفرت کریں گے) بس ان لوگوں کو علم سے اتنا ہی حصہ ملے گا (یعنی ان کو صرف جاہ مقصود ہوگی اس لئے آخرت میں اس علم سے ان کو کچھ نہ ملے گا)۔ اور صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کے مخلص ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے ہمسروں کے سامنے اس کو جاہل کہدیا جائے یا ریاکاری و شہرت پسندی کی صفت سے بدنام کیا جائے تو (اس کا دل خوش ہو اور) طبیعت میں انشراح پیدا ہو ۔ اور ریاکار ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان باتوں سے دل تنگ ہو (اور طبیعت میں غم و غصہ پیدا ہو) اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ طالب دنیا عالم کے پاس بیٹھنے سے بچتے رہو کیونکہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اور بغیر عمل کے محض زبانی جمع خرچ سے علم کی

تعریف کر کے تم کو فتنہ میں ڈال دے گا (کیونکہ تم اُس کی باتوں سے اس دھوکہ میں پڑ جاؤ گے کہ عمل کی چنداں ضرورت نہیں صرف معلومات بڑھا لینا کافی ہے) اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کو اپنے علم سے خوش ہونے کا حق حساب سے فارغ ہونے کے بعد ہو سکتا ہے کیونکہ اُس وقت یہ معلوم ہو گا کہ وہ علم اُس کے لئے نافع ہے یا اس پر خدا کی حجت ہے۔ باقی دنیا میں رہتے ہوئے اُس سے خوش ہونا (اور ناز کرنا) ہرگز بجا نہیں۔ اور نہ اس بات پر نظر کرنا چاہئیے کہ دنیا میں امراء و اغنیاء سے اہل علم کا کام چل رہا ہے (اور لوگ اُن کو ہدایا وغیرہ دیتے ہیں) کیونکہ بسا اوقات وہ علم دوزخ کی طرف وسیلہ ہو جاتا ہے اور ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم پہلے عمل کو پکارتا ہے اگر اُس نے جواب دیا (اور حاضر ہو گیا) تب تو علم رہتا ہے ورنہ رخصت ہو جاتا ہے (یعنی دل سے اُس کا اثر زائل ہو جاتا ہے)۔ میں کہتا ہوں کہ جب انسان کے دل سے علم رخصت ہو گیا تو وہ تو جاہل رہ گیا عالم کہاں رہا۔ نیز فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرا گزر ایک پتھر پر ہوا جس پر لکھا تھا مجھ کو پلٹ کر دیکھو عبرت حاصل کرو گے۔ میں نے اس کو پلٹا تو اس پر یہ لکھا ہوا تھا۔ انت بما تعلم لم تعلم، فکیف تطلب علم مالم تعلم۔ کہ تم نے معلوم شدہ باتوں پر تو عمل کیا نہیں پھر نئی معلومات حاصل کرنے کی کس لئے فکر ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم کو عمل کے لئے حاصل کرو۔ اس میں بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں۔ اسی لئے اُن کا علم تو پہاڑوں کے برابر ہے اور عمل چیونٹی کی برابر۔ اور ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا

کرتے تھے کہ ہم نے پہلے لوگوں کی تو یہ حالت دیکھی تھی کہ جس قدر کسی کا علم بڑھتا تھا اسی قدر دنیا میں بے رغبتی اور مال و متاع میں کمی ہوتی جاتی تھی اور آج کل لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جتنی علم میں ترقی ہوتی ہے اُس سے زیادہ دنیا میں رغبت اور اہل دنیا کے ساتھ مزاحمت بڑھتی ہے اور فرماتے تھے کہ (میری سمجھ میں نہیں آتا کہ) دنیا اور لذات دنیا کی طرف مائل ہوتے ہوئے عالم کو اپنے علم پر ایمان کیونکر رہ سکتا ہے۔ (کیونکہ علم تو ان باتوں سے منع کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے علم کو سچا سمجھتا تو اُس کے خلاف کیوں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم کو غلط سمجھتا ہے) اور عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حرام مال کھانے والے علما اور قرار دے ہیں کہ آگ سے پیٹ بھر رہے ہیں (اور کچھ خبر نہیں) اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور اپنے پیٹ کے اندر آگ کی سوزش اور جلن محسوس کرتے اور منصور بن معتمر رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے علما سے فرمایا کرتے تھے کہ تم کو علم سے لذت اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ تم علم کی باتیں سنتے سناتے اور فقط زبانی جمع خرچ سے کام لیتے ہو۔ اگر تم اپنے علم پر پوری طرح عمل کیا کرتے تو مزہ اور لذت کبھی نہ پاتے کیونکہ علم تو اول سے آخر تک دنیا سے نفرت کرنے کی رغبت دلاتا ہے (پھر اس میں لذت کہاں) اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عالم باعمل کی پہچان یہ ہے کہ تمام امراء اغنیا اُس کے دشمن ہوں۔ کوئی اس کا (دوستی کے ساتھ) معتقد نہ ہو۔ کیونکہ ان لوگوں میں خلاف شرع باتیں بہت ہوتی ہیں اس لئے عالمِ باعمل کے اعتراضات بھی اُن پر بہت ہوں گے (جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اس کے دشمن ہو جائیں گے۔) اور عامر بن

عبداللہ بن قیس تابعی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے علوم جو ہم نے حاصل کیے ہیں قیامت میں تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے ان کو حاصل نہ کیا ہوتا (کیونکہ جب ان پر عمل نہیں کیا تو سوائے اس کے کہ اپنے اوپر حجت الٰہی قائم ہوئی اور کیا نفع ہوا) ۔ اور علقمہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم کسی حاکم یا مالدار کے پاس جاکر اس کا کھانا کھاتا ہے تو جس قدر کھانا کھائے گا ضرور اسی قدر اس کا دین کم ہو جائے گا (کیونکہ ان لوگوں کا مال مشتبہ ہوتا ہے)

اور ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ علم حاصل کرنے میں خالص اللہ کے لئے نیت کرے کیونکہ جس چیز میں خدا کے لئے خالص نیت نہ کی جائے وہ مضمحل (اور نیست و نابود) ہو جاتی ہے ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم کسی بڑی جگہ میں بیٹھ کر درس دے رہا ہو اور اس کو معلوم ہو جائے کہ اس وقت بادشاہ یا کوئی حاکم اس کے پاس آ رہا ہے تو مناسب ہے کہ تعلیم بند کر دے تاکہ یہ لوگ محفل علم میں (درس دیتا ہوا) اس کو نہ دیکھیں (کیونکہ اکثر اوقات ایسی حالت میں جی چاہا کرتا ہے کہ اچھی طرح مسائل کی تحقیق بیان کریں تاکہ آنے والوں کے دل میں اس کی وقعت پیدا ہو اور یہ ریا کا شعبہ ہے) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عالم کے ریاکار ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو (علم کی وجہ سے) روپے اشرفیاں ملیں تو اس کے دل میں حلاوت (اور خوشی) پیدا ہو ۔ اگر وہ مخلص ہوتا تو ایسے وقت میں اس کے دل میں انقباض (اور تنگی) پیدا ہوتی (کیونکہ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتا ہے جب اس

میں دنیا کی آمیزش ہونے لگتی ہے تو مخلص کا قلب ضرور مکدر ہوتا ہے اس لئے علماء کو چاہیئے کہ اپنے محبین اور مخلصین کے سوا ہر کس و ناکس کا ہدیہ قبول نہ کریں کیونکہ محب مخلص تو محبت کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہے اور عام لوگ محض عالم سمجھ کر اس کی خدمت کرتے ہیں اس صورت میں ضرور دین فروشی کی صورت ہو گی)۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں تو علما کو حلال سے بھی پیٹ بھرنا بُرا ہے حرام سے پیٹ بھرنا تو کیا کچھ ہو گا۔ خدا کی قسم میں تو جب کوئی لقمہ کھاتا ہوں یہ تمنا کرتا ہوں کہ میرے پیٹ میں جا کر ہضم نہ ہو بلکہ پکی اینٹ کی طرح ہو جائے کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ پکی اینٹ تین سو برس تک پانی میں رہتی ہے (تو پھر مجھے آئندہ کھانے کی ضرورت ہی نہ ہو)۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم دنیا کو عزیز سمجھتا ہے حق تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت دونوں میں ضرور ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ علماء کا تقویٰ حرام مال اور شہوات نفس سے بچنے میں ہے کیونکہ جو گناہ عوام کے نزدیک بھی ظاہر ہیں اُن سے تو یہ لوگ (بدنامی اور رسوائی کے خوف سے) اکثر بچتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کبھی اس علم (دین) کی حفاظت کے لئے ایسے لوگوں کو بھی مقرر کیا کرتے ہیں جو خدا کے سوا (دنیوی اغراض کے لئے) اُس کو حاصل کرتے ہیں پھر قیامت میں وہ علم اُن کے لئے وبال جان ہو کر رہے گا پس (غور سے) دیکھ لو کہ تم کیا حاصل کر رہے ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ علم تمھاری جان کا وبال ہو جائے)۔ اور بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے

کہ طالب علم جس قدر اپنے لباس اور سامان میں زیادتی کرتا ہے اُسی قدر حق تعالیٰ کا غصہ اُس پر زیادہ ہوتا ہے اور جتنا مال زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی خدا سے دوری ہو جاتی ہے - یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ریاکار عالم کی پہچان یہ ہے کہ (اول تو) لوگوں کو علم کی طرف خوب رغبت دلائے تاکہ اُس کے پاس پڑھنے آئیں پھر اگر کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کے لئے کوئی اُس سے مشورہ کرے تو اُس کو علم کی رغبت نہ دلائے (اگر مخلص ہوتا تو ہر حال میں علم کی ترغیب دیتا خواہ کوئی اس کے پاس پڑھنے آتا یا دوسری جگہ جاتا مگر جب ساری ترغیب اسی لئے ہے کہ لوگ اسی سے علم حاصل کریں تو یہ ریاکار ہے - اخلاص کی اس کو ہوا بھی نہیں لگی) - اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عالم کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی محبت کا خطرہ بھی اُس کے دل پر نہ گزرے - اور فرمایا کرتے تھے کہ آج کل اس زمانہ میں اکثر علما حرام اور مشتبہ مال کھانے لگے یہاں تک کہ وہ اپنے شکم اور فرج ہی کی خواہشوں میں ڈوبے ہوئے ہیں - علم کو ایک پھندا اور جال بنا رکھا ہے جس سے دنیا کو شکار کرتے ہیں پس ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بچو - یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر فقہا اور اہل حدیث میں ایک نقص نہ ہوتا تو وہ سب لوگوں سے افضل تھے - کیا تم نہیں دیکھتے کہ اب وہ اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگے ہیں اسی لئے لوگوں کی نگاہوں میں ہلکے ہوگئے یہ بھی فرماتے تھے کہ انسان کی عقلمندی کی دلیل یہ ہے کہ علم اُسی قدر حاصل کرے جس پر پوری طرح عمل کرنے کی قدرت اپنے اندر پاتا ہو - جب اُس پر عمل کر چکے اُس وقت اُس کے لئے

آگے بڑھنے کا شوق مناسب ہو گا۔ اور معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مزیدار باتیں بنانے کے لئے علم حاصل نہ کرو کہ جو کچھ سنا بغیر عمل ہی کے اُس کو بیان کر دیا۔ علم کو صرف عمل کے لئے طلب کرنا چاہیئے۔ خدا کی قسم اگر عمل کے لئے لوگ علم حاصل کیا کرتے تو (ہر ہر بات کو) کڑوی دوا کی طرح گھونٹ گھونٹ پیتے۔ یہ لذت اور مزہ بھول جاتے۔ اور جنید رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم کی ایک قیمت ہے اُس کو وصول کئے بغیر کسی کو علم مت دو۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ قیمت کیا ہے۔ فرمایا کہ اچھی (طرح اُس کو دل میں) جگہ دینا اور ضائع نہ کرنا (جو یہ قیمت پہلے پیش کر دے) اُس کو علوم پڑھاؤ۔ اور ابو عبد اللہ سنجری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا علم (ریا وغیرہ سے) پاک نہیں اُس کا عمل پاکیزہ نہیں ہو سکتا۔ اور جس کا عمل پاکیزہ نہیں اُس کا بدن پاک صاف نہیں اور جس کا بدن ستھرا نہیں اُس کا دل بھی پاکیزہ نہیں اور جس کا دل پاک صاف نہیں اُس کا سارا گھر ہی ناپاک ہے (کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کی بوٹی ہے اگر وہ درست رہے تو تمام بدن درست ہو جائے گا اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن خراب ہو جائے گا۔ سن لو وہ دل ہے)۔ غرض تمام امور کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے (علم حاصل کرنے میں اگر نیت خالص ہو گی تو سارے کام درست ہو جائیں گے) اور ابو محمد عبد اللہ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کل لوگوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ اپنے عیبوں کو پہچانتے ہیں اور جان

بوجھ کر پھر بھی اُن ہی پر قائم رہنا چاہتے ہیں - سیدھے راستہ کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے - وجہ یہ ہے کہ علم حاصل کر کے اس پر ناز کرنے لگے - فخر و مباہات میں مشغول ہو گئے - اُس سے کام لینے کا قصد نہیں کیا - (عمل میں مشغول نہیں ہوتے) ظاہری باتوں میں قیل و قال کرتے رہتے ہیں - باطنی (اور قلبی امراض) کی بحث کو چھوڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے بھی اُن کے دلوں کو سیدھا راستہ دیکھنے سے اندھا کر دیا اور ظاہری اعضا کو طاعات (کی بجا آوری سے) روک دیا - اور شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرتے ہوئے روتے ہی رہا کرو کیونکہ تم فقط علم حاصل نہیں کر رہے ہو بلکہ اپنے اوپر حجت الٰہی کو اچھی طرح قائم کر رہے ہو اور جب حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے علم حدیث پڑھانا چھوڑ دیا تو لوگوں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ کو اس وقت کیا جواب دیں گے جب کہ یہ سوال ہو گا کہ تم نے میرے بندوں کو علم کیوں نہیں سکھایا تو بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ عرض کر دوں گا کہ آپ نے اس کے لئے اخلاص کا بھی امر فرمایا تھا اور میں نے اپنے نفس میں اخلاص نہیں پایا - اس لئے تعلیم نہیں دی[1] - اور سفیان بن عینیہ رحمتہ اللہ علیہ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جہاں

---

[1] واقعی بات یہ ہے کہ آج کل ہم لوگ تو درس و تدریس کے وقت اکثر اخلاص سے خالی ہوتے ہیں اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ہماری بات بنی رہے - اگر کوئی طالب علم ہماری تقریر پر اعتراض کرے یا حاشیہ و شرح سے ہمارے خلاف کوئی بات بیان کرے تو نہ طالب علم کی سنتے ہیں نہ محشی و شارح کی بات کو مانتے ہیں - اپنی رائے کے

تک تم سے ہو سکے تعلقات کو کم کرو کیونکہ بخدا اگر میں نفس کی ہر خواہش کو پورا کیا کرتا تو مجھے خوف تھا کہ علم کو چھوڑ کر کہیں داروغہ یا چونگی وصول کرنے والا ہو جاتا (کیونکہ علمی مشغلہ میں دنیا زیادہ نہیں ملتی زیادہ آمدنی تو ایسے ہی منصوبوں سے ہوتی ہے تو اگر علائق کم نہ کئے جائیں گے خواہ مخواہ زیادہ مال کی طلب ہو گی پھر اندیشہ ہے کہ علم چھوڑ کر دنیا کے دھندوں میں نہ پھنس جائے جیسا کہ آج کل مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ہزار علم حاصل کرنے والوں میں کوئی دس پانچ ہی اس میں لگنے والے ہوتے ہیں جو تعلقات کم کر کے قلیل دنیا پر قناعت کئے ہوئے ہیں اکثر طلبہ دوسرے مشاغل میں پھنس کر علم کو ضائع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کھانے پہننے اور ساز و سامان کے لئے قلیل آمدنی کافی نہیں ہوتی اس لئے زیادہ آمدنی کی طلب میں دنیا کے دوسرے دھندے طب وغیرہ اختیار کرتے ہیں جن سے علم کا نام و نشان بھی ان میں نہیں رہتا) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہمارا دن بیوقوفوں کی طرح گذرے اور رات جاہلوں کیطرح تو زیادہ علم کو لے کر کیا ہم چاٹیں گے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے عالم کی کیا تعریف کی جائے جو بادشاہوں کے خلعت قبول کرتا ہو اور ظالم حکام کے ہدایا کھاتا ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب طالب علم کو دیکھو کہ وہ کھانے پینے میں گڑبڑ کرتا ہے (حلال و حرام کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲

مقابلہ میں بے دھڑک سب کار دکر دیتے ہیں اور سلف صالح کی شان میں بیجا الفاظ کہہ ڈالتے ہیں اور یہ کوشش تو ضرور ہوتی ہے کہ روانی تقریر و زیادت تحقیق میں ہمارا نام ہو جائے۔ غور کرو یہ شہرت پسندی ہے یا نہیں۔ اخلاص اس کا نام نہیں۔ خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ مترجم

خیال نہیں کرتا) اُس کی تعلیم سے ہاتھ روک لو اور خدا کی قسم اگر کوئی بندہ پورا علم حاصل کرکے خدا کی عبادت میں مشغول ہو یہاں تک کہ سارا عمل ایک بڑے ستون کی برابر ہو جائے مگر وہ اس کی پروا نہ کرتا ہو کہ پیٹ میں جو چیز جاتی ہے وہ حلال ہے یا حرام تب بھی اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے پہلے لوگوں کو دیکھا ہے کہ تعلیم کے قبل طالب علم سے نیت میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے برسوں ریاضات (و مجاہدات) کراتے تھے - امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ بیہودہ لوگ کون ہیں - فرمایا جو اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کھاتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ روایات بیان کرنے کا نام علم نہیں علم وہی ہے جس سے نفع ہو (اور نفع اخلاص کے بغیر نہیں ہو سکتا) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم نے تم کو نفع نہ دیا تو نقصان ضرور پہنچائیگا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عالم کا مخلص نہ ہونا اس سے پہچانتا ہوں کہ دنیا والوں کی خوشامد زیادہ کرے اور اگر وہ کہیں چلے جائیں تو اُن کے پاس سلام بھیجتا رہے اور فقیروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے - امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے علما کے اوصاف دریافت کیے (کہ علما کیسے ہوا کرتے ہیں) آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

تعروا و جاعوا و الھواجر اظمأوا | و الاقدام صفوا و الجباہ

قد اور موا ننگے اور بھوکے اور گرمی دوپہر میں پیاسے رہتے ہیں اور (نماز میں) قدم جما کر کھڑے ہوتے ہیں یہاں تک کہ پیشانیوں پر (بوجہ

لمبے سجدے کرنے کے) ورم ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین کے اقوال
اس بارہ میں کثرت سے ہیں۔ جن میں سے بہت سے کتاب الطبقات
میں ہم نے لکھدیئے ہیں اور اس عہد کے شروع میں جو ہم نے کہا
ہے کہ جو طالب علم عمل کا اہتمام نہ کرتا ہو اس کی تعلیم سے ہم کو رُک
جانا چاہیئے ۔ اس سے وہ صورت خود ہی نکل گئی جب کہ طالب علم
میں اخلاص وعمل کی ذرا بھی بو ہم کو محسوس ہو ایسے شخص کو ضرور پڑھانا
چاہیئے بلکہ اس کی تعلیم کو اپنے تمام اوراد و نوافل پر مقدم کرنا چاہیئے
کیونکہ ان کا اثر کرنے والے ہی تک رہتا ہے (اور تعلیم کا اثر بہت
دور تک پہنچتا ہے) نیز اس لئے بھی کہ علم سے دین کی حیات اور
بقا ہے اور ہر زمانہ میں ہمیشہ علما کی ایک جماعت قدم اخلاص پر جمی
ہوئی ضرور ہوتی ہے جن کے ذریعہ سے حق تعالیٰ اس شریعت کو زندہ
کرتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کا (دوسرا) حکم آوے
(یعنی قیامت کے قریب جب کہ علم اٹھ جائے گا اُس وقت تو مخلصین
نہ رہیں گے ۔ باقی اُس سے پہلے ہر زمانہ میں مخلصین ضرور موجود رہتے
ہیں) پس یہ کہنے کی کسی کو گنجائش نہیں رہی کہ اگر ان بیہودہ لوگوں
کی تعلیم سے ہاتھ روک لیا جائے جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتے
تو علم کا نام ونشان مٹ جائے گا کیونکہ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ
مخلصین ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں اُن کے ہوتے ہوئے علم کا نام و
نشان نہیں مٹ سکتا۔ واللہ علیم حکیم ٥

عہد (۴۰)

دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصبوں سے علیحدہ ہوں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا میں بے رغبت اور اس کے منصبوں سے علیحدہ ہوں اور جو شخص کسی منصب حکومت پر ممتاز ہو اس کی تعزیت کو جایا کریں اور اس کو پرسا دیا کریں خصوصاً اگر وہ شخص علما اور صالحین میں سے ہو یا وہ منصب تولیت وقف کا ہو اور یہ (تعزیت) چند وجوہ سے کرنی چاہیئے - اول یہ کہ ایسا شخص جب ریاست کی بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ ریاست کا مزہ چکھنے کے بعد پھر آسانی سے اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں - پھر جدائی آسان نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی اس کا ہمسر اس کو اس سے چھیننا چاہے تو چھیننے والے کا دشمن ہو جائے گا حالانکہ منصب ملنے سے پہلے یہ اس سے بالکل مستغنی تھا - کوئی ضرورت اس کی نہ تھی حق تعالیٰ برسوں (بغیر منصب ہی کے) روزی پہنچاتے رہے ایک دن بھی اس کو نہیں بھولے (مگر منصب ملنے کے بعد نہ معلوم اس کی جدائی کیوں ناگوار ہوتی ہے اور کس لئے یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ اسے

چھوڑ کر روزی کہاں سے ملے گی۔ گزارہ کیسے ہوگا۔ کچھ نہیں یہ اُس حب ریاست کا اثر ہے کہ دل میں توکل اور خدا پر بھروسہ نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ دین کی موت کیا ہوگی اس لئے ایسے شخص کو اس کے دین کے مرجانے پر تعزیت اور پُرسا دینا چاہیئے)۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ متولی وقف اگر ان لوگوں کے خیال سے جو کہ وقف سے تنخواہ پاتے ہیں (مثلاً امام اور عالم اور خطیب مؤذن وغیرہ) لگان وصول کرنے میں بہت سختی سے کام لیا کرتا ہے چاہے کاشتکار کیسا ہی پریشان حال اور تنگ دست کیوں نہ ہو اس سے خالی پڑی ہوئی زمین اور آفت رسیدہ کھیت کا بھی لگان وصول کر لیتا ہے حتیٰ کہ اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے بھی ایک بوری گیہوں کی اس کے گھر میں نہیں چھوڑتے پس اگر یہ عالم متولی وقف بن کر اسی چال چلا جو سارے حکام اور زمیندار وغیرہ چلتے ہیں اور یہ بھی ان کی طرح کاشتکاروں کے گھر کا غلہ اور دودھ کی گائے وغیرہ بکوانے لگا تب تو علم اور زہد کے طریقہ سے نکل کر ظالموں کے پیشہ میں داخل ہو گیا اور اگر یہ اس طریقہ پر نہ چلا تو جو لوگ وقف میں حقدار ہیں وہ اس کے سر ہوں گے اور کہیں گے کہ تو اس منصب کے لائق نہیں۔ تو لگان وصول کرنے میں سستی اور کوتاہی کرتا ہے اس لئے جس قدر رقم کاشتکاروں کے پاس باقی ہے اس کا ادا کرنا تیرے ذمہ ہے۔ اس وقف متولی میں اور حقداروں میں نزاع ہوگا اور بقایا رقم کی اس کے اوپر محکمہ مفتش میں نالش کر دیں گے۔ غرض متولی وقف ان دوہری بلاؤں سے کبھی نجات نہیں پا سکتا ہاں اگر خالص اور پاکیزہ دل والوں میں سے

ہوا (تو وہ ان سے بچ سکتا ہے) کیونکہ وہ ایسے وقت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے کاشتکار کی روزی میں پوشیدہ طور پر برکت پیدا کر دیں گے پھر اس کو لگان ادا کرنا بدون کسی مشقت کے آسان ہو جائے گا۔ مگر ایسے لوگ بہت کمیاب ہیں۔ متولی اوقاف تو کوئی بھی اس شان کا نہ ملیگا الا ماشاء اللہ۔ پس سوچ لو کہ تولیت وقف کیسی بری بلا ہے)۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ پہلے جو لوگ اس عالم یا درویش سے فیض اور برکت حاصل کرتے تھے اور علم و عبادت و زہد کی وجہ سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے وہ اب خدا کے سامنے اس کے شر سے پناہ مانگیں گے پھر یہ کہ اس شخص کا جو خاص وقت اللہ کی یاد کا ہوگا وہ بھی مکدر اور مشوش ہو جائے گا۔ اب نہ اس کا دل نماز میں لگے گا نہ کسی کام میں۔ تو اس کی حالت بالکل ہی ردی ہو جائے گی۔ علمی مشغلہ بھی یقیناً کم ہو جائیگا راتوں کا اٹھنا اور لوگوں کے سوتے ہوئے تہجد کی نماز پڑھنا وغیرہ سب چھوٹ جائے گا (ہاں اس کے بجائے یہ ہوگا کہ) اب اس کا نفس قیمتی لباسوں اور لذیذ غذاؤں اور حسین جمیل عورتوں کی طرف مائل ہو جائے گا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنے اور سنگ مرمر وغیرہ کے بلند مکانوں میں رہنے کی خواہش کرے گا۔ دنیا داروں سے اختلاط کرے گا اور ان سے بھی زیادہ دنیا میں رغبت کرنے لگے گا پس منصب کی بدولت جس کی حالت اس درجہ کو پہنچ جائے اس کو منصب ملنے کی مبارک باد کیوں کر دی جا سکتی ہے بلکہ اس کی تو تعزیت کرنا مناسب ہے کہ اس کا دین ناقص ہو گیا اور جو شخص منصب

والوں کے بارہ میں ان خرابیوں کے پیش آنے کا (انکار کرے یا) اس میں شک وشبہ کرے اُس کا دل روشن اور صاف ستھرا نہیں (ورنہ اس میں کبھی توقف نہ کرتا بلکہ کھُلی آنکھوں ان خرابیوں کے پیش آنے کا یقین کے ساتھ مشاہدہ کرتا) کیونکہ ہم نے اس زمانہ میں اپنے دوستوں میں سے جس کسی کو حکومت وریاست کے منصب پر پایا ہے اُس کی یہی حالت دیکھی ہے کہ (منصب ملنے کے بعد) اپنے دوست آشناؤں سے بدل جاتا ہے اور اپنے کو ان سے بڑا سمجھنے لگتا ہے بلکہ میں نے بعضوں کو اپنی ماں تک سے بدلتا ہوا دیکھا ہے کہ وہ غریب اُس سے ملنے کو گاؤں سے آئی (تو کسی سے یہ نہیں کہا کہ یہ میری ماں ہے) بلکہ بیوی کے خوف سے یوں کہا کہ اس کاشتکار عورت کو کھانا دے دو اس دیہاتی عورت کو روٹی کھلا دو کہ مبادا کہیں بیوی اُس کو عار نہ دلائے (اور حقیر نہ سمجھے کہ اس کی ماں ایسی ذلیل حالت میں آئی تھی) حالانکہ (اگر یہی خوف تھا تو) اُس کو لازم تھا کہ اپنی ماں کو بھی ویسے ہی قیمتی کپڑے پہناتا جیسے کہ بیوی کو پہناتا ہے - حالانکہ بیوی کا اتنا بھی حق نہیں تھا کہ اس کو جَو کی بھوسی بھی کھلائی جائے زیادہ کا تو کیا حق ہو سکتا ہے (مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ماں کے مقابلہ میں اُس کا کچھ بھی حق نہیں تھا اگرچہ بعد نکاح کے شریعت نے بیوی کے لئے بھی حقوق مقرر کئے ہیں - مگر ماں کے درجے سے اُس کا درجہ بڑھا دینا کبھی جائز نہیں والدین کی خدمت کے ساتھ بیوی کی بھی رعایت کرنی چاہیئے) - تو جس علم وصلاح کا یہ انجام ہو کہ دین میں سستی اور بے اعتنائی اور دنیا کی محبت اور دنیا کے لئے لوگوں

سے عداوت پیدا ہوا اُس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ (منصب ملنے سے) پہلے حکام کے پاس لوگوں کی بہت سفارشیں کیا کرتا تھا۔ پھر جب حاکم نے کچھ خلعت وغیرہ اس کو دے دیا یا شاہی دفتر سے اُس کے لئے کچھ (روپے) پیسے مقرر کرا دیئے تو اس کے بعد سفارش کرنے سے بالکل رُک گیا۔ پھر اس کے پاس کسی کی سفارش نہ کر سکا کہ مبادا کہیں اس سے یہ منصب وغیرہ اور پیسے نہ چھین لئے جائیں (حالانکہ بخدا سمجھنے کی بات ہے کہ) جب حق تعالیٰ شانہٗ رات دن اُن لوگوں کو بھی روزی دیتے ہیں جو اُس کی طرف سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور مخلوق کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اُن لوگوں کو کیسے بھول سکتے ہیں جو اُس کی طرف متوجہ ہوتے اور مخلوق کو نفع پہنچاتے ہیں پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حاکم اُس منصب کو جس کی قدر حق تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں اس عالم یا درویش سے منتقل ہی کر دے گا تو کیا اس کے واسطے مصر جیسے شہر میں دو روٹیاں بھی نہیں رہیں جن سے ہر دن پیٹ بھر لیا کرے۔ اور بعض غیبی آوازوں میں سنا گیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے میں نے تجھ کو فقط اپنے واسطے پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو اس کام پر مقرر کر دیا ہے کہ تجھ کو میرے دربار کی طرف کھینچتے رہیں جب تک کہ تو کچھ روٹی اور بدن چھپانے کے لائق کپڑا اپنے اور اہل وعیال کے لئے مجھ سے لے کر اسی پر قناعت کرتا رہے۔ اگر اس سے زیادہ تو نے مجھ سے مانگا تو میں اُس تعلق کو قطع کر دوں گا جو میرے اور تیرے درمیان میں ہے پھر تو میرے دربار کی طرف ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت

نہ پائے گا اور عزیز من! یہ (خوب) سمجھ لو کہ جب ہمارا کوئی بھائی یا دوست کسی منصب پر ممتاز کیا جائے ہر حال میں اس کی تعزیت کرنا چاہیئے خواہ اُس نے خود درخواست کی ہو یا اُس سے کسی نے قبول منصب کی درخواست کی ہو (دونوں حالتیں برابر ہیں تعزیت کرنے میں دونوں کو جُدا نہ سمجھنا چاہیئے) بلکہ دوسری صورت (کہ اُس سے کسی نے قبول منصب کی درخواست کی ہو) پہلی صورت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ (اُس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ پہلے) کچھ لوگ حاکم کے سامنے اس کے علم اور زہد و تقوی وغیرہ کی تعریف کرتے ہیں (کہ یہ بڑے بزرگ اور عالم ہیں ان کو یہ منصب دیا جائے یہ اس کے بہت مناسب ہے) جن کو وہ خاموش ہو کر سنتا ہے تو یہ صورت تو بالکل دین فروشی کی صورت ہوئی کہ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچ دیا (کیونکہ حکام نے وہ منصب اُس کی دین داری اور علم ہی کی وجہ سے دیا ہے اور اس نے خاموش ہو کر اُس کو قبول کر لیا اگر مخلص ہوتا تو ضرور اس سے بچنے کی کوشش کرتا اسی لئے) امام سفیان ثوری اور ابوحنیفہ اور صلہ بن اشیم رحمہم اللہ نے شریک قاضی رحمۃ اللہ کو مرتے دم تک چھوڑے رکھا (قاضی ہونے کے بعد اُن سے نہیں ملے) اور (یہی) فرماتے تھے کہ منصب قضا سے بچنے کے لئے وہ کوئی تدبیر و

لہ لیکن اگر کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر معلوم ہو اُس وقت اُس کی درخواست میں مضائقہ نہیں کیونکہ ایسی حالت میں اگر تم نے درخواست نہ کی اور کسی نااہل کے وہ کام سپرد ہوا تو مخلوق کو دینی یا دنیوی سخت ضرر پہنچے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کا انتظام

حیلہ نکال سکتے تھے پھر بھی کچھ نہ کیا (اور قضا قبول کر لی اس لئے ہم اُن سے نہ ملیں گے) اور عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص قرآن (کا علم) رکھتا ہو پھر بھی دل سے مال و دولت اور مناصب کی طرف راغب ہو اس نے خدا کی آیتوں کے ساتھ کھیل کیا (اور اُن کو لہو و لعب بنا رکھا ہے) اور دوسری روایت (عبداللہ بن مبارک سے منقول) ہے کہ جو شخص قرآن کا عالم ہو کر پھر دنیا سے محبت کرے تو قرآن اندر سے اُس کو آواز دیتا ہے کہ بخدا میں اس واسطے تیرے پاس نہیں بھیجا گیا میرے مواعظ و نصائح (آخر) کہاں کھوئے گئے میرا تو کوئی حرف بھی ایسا نہیں جو تجھ سے یہ نہ کہتا ہو کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو قرآن عظیم کا عالم اس لئے نہیں بنایا کہ تو دنیا سے محبت کرے بلکہ صرف اس لئے تاکہ اُس کے ذریعہ سے تجھ کو سعادت نصیب ہو پھر خدا کے سامنے قرآن تمہاری سعادت پر گواہ بنے گا (اگر ایسا نہ کیا تو) یاد رکھ تیرے نصیب میں بدبختی ہو گی پھر قرآن بھی خدا کے سامنے تیری بدبختی کی گواہی دے گا۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ دنیا کی خواہش کرنا بھی ایک عذاب ہے جو اہل توحید (یعنی مسلمانوں پر) خدا نے مسلط فرمایا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۱

خود اپنے آپ کہہ کر اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ حضرت حکیم الامت اس مقام پر تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے قول سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر دیکھے تو خود اس کی درخواست جائز ہے۔ مگر مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ نفس پروری۔ واللہ اعلم
مترجم

علم کو ذریعہ معاش بنانے سے بچو کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کماؤ اور لوگوں سے یوں کہو کہ ہم کو زیادہ علم حاصل ہے اس لئے ہم کو (ہدایا) دو حالانکہ جب تم کو پوری طرح زہد ہی حاصل نہیں تو تمھارا علم کیونکر زیادہ ہوا اور پہلے عہد میں ہم اس پر پوری طرح کلام کر چکے ہیں (کہ جس علم کے ساتھ عمل اور زہد نہ ہو وہ جہل ہے۔ پس دنیا کی محبت و رغبت کے ساتھ علم کا دعویٰ کرنا اپنی جہل کا اقرار کرنا ہے)۔ اسمٰعیل بن علیہ رحمتہ اللہ علیہ (اول اول) اُن لوگوں پر اعتراض کیا کرتے تھے جو بادشاہوں کے دروازوں پر جاتے (اور اُن کے پاس آمد رفت رکھتے تھے) اور اُن میں اور عبداللہ بن مبارک میں بہت دوستی اور محبت تھی اور زہد و عبادت میں دونوں یکساں تھے۔ پھر اسمٰعیل بن علیہ محکمہ صدقات پر حاکم مقرر ہو گئے تو عبداللہ بن مبارک کو اس کا رنج ہوا اور اُن کے نام ایک خط لکھا جس میں اُن کے دین ضائع ہونے پر تعزیت کی تھی اور اخیر میں یہ اشعار لکھے ؎

یا جاعل العلم لہ بازیا　　　یصطاد اموال السلاطین

اے اپنے علم کو باز (کی طرح) بنانے والے کہ اس سے سلاطین کے مال و دولت شکار کرتا ہے۔

احتلت للدنیا و لذاتہا　　　بحیلۃ تذھب بالدین

تم نے دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کے لئے ایسی (بُری) تدبیر اختیار کی جس سے دین ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

وصرت مجنونا بہا بعد ما　　　کنت دواءً للمجانین

تم (دنیا کے پیچھے) مجنوں ہو گئے حالانکہ پہلے تم خود مجنونوں کے لئے دوا تھے۔

این رواتث والقول فی   لذوم ابواب السلاطین

اب وہ روائتیں اور باتیں کہاں گئیں جو بادشاہوں کے دروازے پر جانے کی بابت آپ بیان کرتے تھے۔

ان قلت اکرھت فماذا کذا   زل حمار الشیخ فی الطین

اگر تم یہ کہو کہ مجھ کو مجبور کیا گیا تو یہ بات نہیں (بلکہ) حضرت کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا

بخدا آدھی رات میں دو رکعتیں پڑھ لینا یا تھوڑی دیر کے لئے انسان کا اپنے نفس کو روکے رکھنا یا اپنے اعضا میں سے کسی عضو پر قابو پالینا یا اپنے دل کو مسلمان کے ساتھ بدگمان کرنے سے محفوظ رکھنا ان میں سے ہر بات اس منصب حکومت سے (ہزار درجہ) افضل ہے جس کی آج کل ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاتی ہے (حالانکہ حقیقت میں مبارک باد دینے کے قابل یہ باتیں تھیں مگر) پھر بھی ان کی مبارک باد کوئی نہیں دیتا[۱] اور میں ۴۲۵ھ میں ایک شخص

---

[۱] خدا کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں بھی اس عہد پر عمل کرنے والے بعض اللہ کے بندے موجود ہیں میرے دینی بھائی اور معزز دوست خواجہ عزیز الحسن صاحب خدا ان کے مقامات روز افزوں ترقی عطا فرمائے پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے مگر جب سے اس راستہ میں قدم رکھا ہے اسی وقت سے ان کے دل میں حکومت وغیرہ سے نفرت تھی۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ آج کل ایسی ملازمتوں میں بوجہ پابندی قانون کے بہت باتیں خلاف شرع کرنا پڑتی ہیں مگر بعض مصالح کی وجہ سے تقریباً ۷ سال اس ملازمت پر رہے اور اس عرصہ میں بھی فیصلہ ہمیشہ شریعت کے موافق کیا پھر جب خدا نے ان کو نسبت مع اللہ سے نوازا تو خود درخواست کرکے اس عہدۂ حکومت سے عہدۂ تعلیم کی طرف اپنا تنزل کرایا جس میں تنخواہ

سے ملا جو خدا کے چھپے ہوئے دوستوں میں تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ میری عمر اس وقت ایک سو تیس[۱۳۰] سال کی ہے - اخیر کے ان تین برسوں میں دنیا جیسی پلٹ گئی ہے ایک سو ستائیس[۱۲۷] سال میں بھی نہ پلٹی تھی۔ بیٹا ایسا (معلوم ہوتا ہے) گویا بیٹا ہی نہیں باپ گویا باپ ہی نہیں بھائی گویا بھائی ہی نہیں - قرابت داروں سے گویا قرابت ہی نہیں پڑوسی گویا ہمسایہ ہی نہیں - تمام قلوب میں سے ایک دوسرے کی محبت نکل گئی ہے اور سب کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ اگر کوئی (بیچارہ) کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اُسے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس سے اپنا حال بیان کرے (اور اُس سے کسی امداد کی توقع کرے) کیونکہ ہر شخص یا تو (دوسرے کی مصیبت سے) بے فکر ہوتا ہے یا اُس کی مصیبت سے خوش ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں رہا - پھر فرمایا کہ آج کل انسان درازی عمر کی کیا تمنا کرے کیونکہ اس زمانہ میں بڑے سے بڑے بزرگ ایک دن بھی اپنے نفس کو حدود و احکام خداوندی کا پورا طرح پابند نہیں کر سکتا بلکہ ہر دن گناہوں کے بوجھ میں اضافہ ہی ہو جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴

پہلے سے آدھی ہے - سچ ہے جب خدا کی محبت دل میں آتی ہے تو دنیا کی محبت اس میں نہیں رہتی ظاہر میں اُن کے اس فعل پر مضحکہ اڑائیں گے مگر عزیز من تم ان کی دل سے قدر کرو اور یہی راستہ اختیار کرو وہاں اگر حلال روزی تم کو نصیب ہو تو ہفت اقلیم سے بھی تم کو روکا جائے گا بشرطیکہ دل میں ایسی قوت ہو کہ اتنا مال حاصل کر کے بھی خدا کو نہ بھولو - میں اپنے دوست کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اس موجودہ صورت سے بھی اُن کو نجات ملے گی جو اگرچہ جائز ہے مگر ان پر گراں ہے -

مترجم

اگر کوئی شخص ایسا بھی فرض کر لیا جائے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہے (اور کسی سے ملنے ملانے کا علاقہ نہیں رکھتا) وہ بھی (گناہوں سے پوری طرح) نہیں بچ سکتا (کم از کم) اس کے دل میں بُرے بُرے خیالات اور خطرات ہی آتے ہوں گے یا کسی مسلمان سے بدگمانی ہی رکھتا ہوگا (اگر اور بھی کسی سے بدگمانی نہ کرے تو اپنے گھر والوں ہی سے کسی بات پر بدگمانی کر بیٹھے) حتیٰ کہ گھر کی باندی اور خادمہ اگر اس سے کسی بات کی نسبت یہ کہے کہ یہ بات سچی ہے اور یہ اس کی تصدیق نہ کرے (اور بلا تحقیق اس کی بات کو جھٹلا دے تو) اسی سے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰

عہد (۱۴۱)

مسلمان بھائیوں سے بڑا بن کر نہ رہیں کہ ان کی ملاقات کو نہ جایا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے بڑا بن کر نہ رہیں کہ اپنی ملاقات وزیارت کے لئے اُن کے خود آنے کی خواہش کریں اور اپنے آپ اُن کی ملاقات کو نہ جایا کریں - یا اگر وہ تقریب نکاح و ولیمہ یا اور کسی خوشی میں ہم کو بلائیں تو محض تکبر اور بڑائی کی وجہ سے اُن کی درخواست کو رد کردیں بلکہ (ہم کو) چاہیئے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اپنا پہلو جُھکا دیا کریں (مگر) عزیز من! یہ بھی سمجھ لو کہ بعض دفعہ ترک ملاقات اور انکار شرکتِ ولیمہ و نکاح کا سبب کچھ اور بھی ہوتا ہے - ہر شخص سے بدگمان نہ ہونا چاہیئے کہ بس جو کوئی ملاقات یا شرکت تقریبات سے پرہیز کرے اس کو متکبر ہی سمجھنے لگو - کبھی اس کا سبب حیا بھی ہوتی ہے یا کبھی اس تقریب کی شرکت میں اخلاص[1] نہیں ہوتا (بلکہ بلانے والے کی نیت

---

[1] مترجم عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ آج کل تقریبات میں بیجا اسراف اور فضول خرچی اور پابندی رسوم بہت ہونے لگی ہے جن میں اکثر خلوص تو ہوتا ہی نہیں اس کے علاوہ بہت

میں ریا و نمود ہوتی ہے اس کا اثر دوسرے کے دل پر بھی پہنچتا ہے۔ وہ بھی اپنے اندر شرکتِ محفل کے لئے اخلاص نہیں پاتا۔ اور ظاہر ہے ایسا شخص ملاقات و شرکت نہ کرنے میں بالکل معذور ہے) پس اس قاعدہ کو ہر جگہ ہر شخص میں جاری نہ کرنا چاہیئے اور قرائن سے ہر شخص کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے۔ (کہ یہ تکبر کی وجہ سے نہیں ملتا ملاتا یا حیا و عدم اخلاص کی وجہ سے) اور تکبر میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ تکبر کرنے والا خدا کی صفت کو چھیننا چاہتا (اور اس میں اپنا حصہ لگانا چاہتا) ہے۔ (حالانکہ تکبر اور بڑائی خاص حق تعالیٰ شانہٗ کا حق ہے) ۔ تو (جو کوئی اس میں اپنا حصہ لگانا چاہیگا)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷

سی باتیں خلاف شرع کی جاتی ہیں اس لئے علماء و صلحا اکثر ایسی تقریبات کی شرکت سے پرہیز کرتے ہیں۔ ریا و نمود کی بدولت بہت سے گھرانے تباہ و برباد ہو گئے ہیں البتہ جن تقریبات میں اتباع شریعت کا لحاظ کیا جائے اور قرائن سے معلوم ہو جائے کہ صاحب تقریب خلوص و محبت کے ساتھ بلانا چاہتا ہے ان میں شرکت کا مضائقہ نہیں بلکہ ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا خصوصیت کے ساتھ مسنون ہے اور مسنون ولیمہ کی پہچان یہ ہے کہ اس میں غربا اور محتاجوں کو خاص طور پر مدعو کیا جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ وہ ولیمہ بہت ہی برا ہے جس میں امرار کو بلایا جائے اور غربا کو چھوڑ دیا جائے۔ نیز اس عہد سے معلوم ہوا کہ عارفین تصرف و کرامت قصداً ظاہر نہیں کیا کرتے۔ اس لئے سالکین کو کشف و کرامات پر کمال کا مدار نہ سمجھنا چاہیئے۔

مترجم

حق تعالیٰ اس کی گردن توڑ دیں گے۔ (اور اس کو ذلیل و خوار کر دیں گے) جیسا کہ حدیث میں یہ مضمون آچکا ہے۔ اسی لئے اکثر عارفین اس عالم میں اپنا (کسی قسم کا) تصرف ظاہر کرنے سے بھاگتے تھے۔ (کیونکہ اس میں بھی ایک گونہ خدا کی صفت میں حصہ لینا ہوتا ہے۔ عالم میں تصرف کرنا خاص خدا کا حق ہے عارفین خود کسی تصرف کا کبھی قصد نہیں کیا کرتے۔ ہاں گاہے حق تعالیٰ شانہٗ اُن کے ہاتھ سے بلا قصد و ارادہ کوئی کرامت و تصرف ظاہر کر دیتے ہیں۔ جس میں وہ مجبور ہوتے ہیں)۔ واللہ علیم حکیم ○

عہد (۴۲)

اپنے دوستوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے (دوستوں) اور بھائیوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں اور اُن کو نقصان دلپستی کی حالت میں برباد و تباہ ہوتا نہ چھوڑیں۔ کیونکہ اُن کی بابت ہم سے سوال کیا جائے گا اور اس عہد پر آج کل اپنے مریدوں (اور شاگردوں) کے بارہ میں بہت کم عمل کیا جاتا ہے جس کی وجہ یا تو ناواقفیت ہے (کہ لوگ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے) یا یہ کہ مریدوں

(اور شاگردوں) کو مہمل خیال کیا جاتا ہے (اس لئے ان کی ترقی کا پورا خیال نہیں ہوتا یہ حالت پہلی صورت سے بھی بدتر ہے اگر تمہارے نزدیک سب مہمل ہی ہیں تو پھر مشیخت کا بازار کس لئے گرم کیا کسی کو بھی سلسلہ بیعت و شاگردی میں داخل نہ کیا ہوتا کہ ان کی بابت مواخذہ اور بازپرس سے تو بچے رہتے) - پس اس زمانہ میں جس کسی کو ایسا درویش مل جائے[1] جو اس کو نصیحت (اور روک ٹوک کرتا رہے) اور برا بھلا بھی کہتا رہے تو ضرور اس کو چپٹ جائے (اور اس کے پاس رہ پڑے)

---

[1] مترجم عفا اللہ عرض کرتا ہے کہ سالکین اس عہد میں غور کریں اور اس مضمون کی قدر کریں - الحمد للہ میں نے حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم و حضرت حکیم الامت دام مجدہم کو اسی قدم پر پایا - دونوں حضرات اپنے متعلقین کی بہت زیادہ خبرگیری رکھتے ہیں - بعض لوگ ان کو سخت مزاج مشہور کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سختی میں نفع کس کا ہے اس کی قدر عاشقوں کے دل سے پوچھو حضرت سیدی مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت سیدی مرشدی کے جلال پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎ میں تری آنکھوں کے قرباں واہ کیا مارے ہیں تیر // ہر دہان زخم تجھ کو مرحبا کہنے کو ہے - اور یہ احقر اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہے ؎ مرے دل سے کوئی پوچھے ترے تیر نیمکش کو // یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا - بخدا شیخ کی سختی بھی عین شفقت کی دلیل ہے - کیا دربار خداوندی میں پہنچنا منہ کا نوالہ ہے کہ زبان پر رکھا اور حلق سے اتر گیا ؎ اندریں رہ می تراش و می خراش // تا دم آخر دمے فارغ مباش - جو لوگ اسی سختی سے دلبرداشتہ ہوتے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ طلب میں کمی اور قسمت میں محرومی ہے ؎ ناز پروردہ تنعم نبرد راہ بدوست // عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد - مترجم

اور اس کی سختی کو برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ ایسا شیخ کبریت احمر (کی طرح کمیاب) ہے۔ اس کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ یاد رکھو سر پر ہاتھ پھیرنے والے ہزاروں ملتے ہیں مگر کہنے سننے والا بہت کم ملتا ہے) واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم o

---

عہد (۴۳)

جس شخص کے دل کو دین کے بارے میں مضبوط دیکھیں اس کو نصیحت کرنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کے دل کو ہم دین کے بارہ میں پختہ اور مضبوط دیکھیں اُس کو نصیحت کرنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں بلکہ جلدی نصیحت کر دیا کریں اگرچہ بھرے مجمع میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ دوسرے وقت کے انتظار میں ممکن ہے کبھی ہم بھول جائیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ نصیحت سراپا خیر (و برکت کی چیز اور نیک کام) ہے۔ پس نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر ہم یہ دیکھیں کہ مجمع میں نصیحت کرنے سے اُس شخص کا دل اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور مکدر ہو جائے گا ایسے شخص کو چپکے سے نصیحت کرنا چاہیئے اور اس کے لئے کسی دوسرے وقت کا انتظار نہ کریں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

ہے کہ ایک بار خطبہ کے اندر بڑے بڑے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے
انھوں نے فرمایا انی لاری انعل حشو بواطنکم وداءالامم قبلکم
قددب فیکم وما اظن الحق تعالیٰ الا قد تبرأ من افعالکم۔ کہ میں
تمھارے دلوں میں کھوٹ بھرا ہوا پاتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ پہلی
امتوں کی بیماریاں تمھارے اندر بھی چلنے لگی ہیں اور میرا گمان یہ ہے
کہ حق تعالیٰ تمھارے افعال سے بالکل بیزار ہو گئے۔ اس پر تمام حضرات
صحابہ نے اپنے سر جھکا لئے (حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی اس
تقریر سے حضرات صحابہ پر بدگمانی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ صحابہ کی جتنی بڑی
شان ہے ویسے ہی اُن کی ذراسی لغزش دوسرے صحابہ کی نظر میں
پہاڑ معلوم ہوتی تھی۔ جن باتوں پر اُن حضرات کو تنبیہ کی جاتی ہے
آج ہم ان کو کرنے لگیں تو شاید ثواب کا سبب بن جائیں۔ حسنات
الابرار سیئات المقربین)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار خطبہ
کے لئے کھڑے ہوئے اُس وقت آپ کے بدن پر دو قمیص تھے۔ آپ
نے (سامعین سے) فرمایا کہ ذرا خاموش ہو کر (سنو) میں کچھ کہنا چاہتا
ہوں (اس پر) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا ہم آپ
کی بات پر ذرا کان نہ دھریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کیوں (کیا وجہ)۔ فرمایا کہ آپ کے بدن پر دو قمیص ہیں اور
ہمارے ہر ایک کے بدن پر ایک ہی قمیص ہے (مطلب یہ تھا کہ
یہ قمیص مال غنیمت سے آئے تھے جو تقسیم میں ہر ایک کے حصہ میں
ایک ایک آیا پھر آپ کے پاس دو کس لئے ہیں کیا آپ نے مال
غنیمت میں سے اپنا دوہرا حصہ لگایا جس کا آپ کو کوئی حق نہ تھا۔)

توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے ممبر ہی پر کھڑے کھڑے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر کو پکارا کہ اے عبداللہ اے عبداللہ وہ بولے ہاں (میں حاضر ہوں) فرمایا میں تم کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ دوسرا قمیص جو میرے بدن پر ہے وہ تمھارا ہے۔ انھوں نے کہا اللہ گواہ ہے بیشک (یہ دوسرا میرا ہی ہے) اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب جو کچھ کہنا ہو فرمایئے اب آپ کی بات سنیں گے (ہمیں) اس جگہ اس بات سے استدلال کرنا مقصود ہے کہ (دیکھو) حضرت ابوالدرداؓ اور حضرت سلمانؓ فارسی نے نصیحت کے لئے کسی دوسرے موقعہ اور وقت کا انتظار نہیں کیا کیونکہ وہ اپنے مخاطب کے دل کو پختہ اور مضبوط جانتے تھے۔ پھر عزیز من! جو کوئی مجمع میں نصیحت کرنے کی وجہ سے (تم پر ناراض ہو) اور تم کو ملامت کرے (کہ مجھے بھرے مجمع میں کیوں کچھ کہا) اس کی ناراضی فقط قلبی نفاق کی وجہ سے ہے (اس کے دل میں ضرور کھوٹ ہے) اور منافق شخص کی (کچھ بھی) رعایت (کی ضرورت) نہیں بلکہ حق بات صاف صاف اس سے کہنا چاہیئے (اور اچھی طرح اس کے کان کھولنے چاہیئں) اگر وہ نفاق سے بچا ہوا ہوتا تو نصیحت سے ضرور خوش ہوتا خاص کر اس زمانہ میں کہ آج کل نصیحت کرنے والوں کی خود ہی کمی ہے۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو نرمی اور شفقت ورحمت (کا پہلو ملحوظ رکھنا) چاہیئے مبادا کہیں تمھاری سختی سے اس کو نیک کام سے نفرت نہ بڑھ جائے (چنانچہ عہد نمبر ۸ میں بیان ہوچکا ہے کہ جس شخص کو نصیحت کا سلیقہ نہ آتا ہو اور حسن سیاست سے حصہ

نہ ملا اس کو نصیحت کرنا جائز نہیں اور سختی سے نفرت بڑھنے کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے) کہ خود اس شخص میں توفیق کی کمی ہے یا تمھارا اخلاص کامل نہیں سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کو ایک بار دوبار نصیحت کر چکو اور ہر دفعہ میں وہ تمھاری بات نہ مانے تو سمجھ لو کہ اس کا نفس (اسی طرح اپنی پہلی حالت پر) قائم ہے (ابھی اس میں صلاحیت پیدا نہیں ہوئی) تو ایسے شخص کے لئے دوسرے وقت کا انتظار کرنا چاہیئے (کیونکہ ایسی حالت میں) اگر اس پر نصیحت کی بھرمار کی گئی تو اندیشہ ہے کبھی انکار سے پیش نہ آئے (اور نصیحت کو بالکل بالائے طاق رکھ کر) بات سننے سے بھی صاف انکار نہ کرنے لگے اگرچہ تم قرآن کی آیتیں ہی کیوں نہ پڑھ کر سناؤ۔ (تو اس صورت میں اس کمبخت کا دین ہی برباد ہو جائے گا) چنانچہ دشمنی اور کینہ رکھنے والوں میں اس حالت کا آج کل مشاہدہ ہوتا ہے (تو ان لوگوں کو بار بار نصیحت نہ کرنا چاہیئے۔ مبادا کہیں انکار کر بیٹھیں تو دین و ایمان سے بھی ہاتھ دھو ڈالیں ہاں) جن کے قلوب میں سلامتی ہے ان کو نصیحت (سے ایسا نفع ہوتا ہے) جیسے سونے والا (نیند سے) بیدار ہو جائے (نصیحت سے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں)

عہد (۴۴)

جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانۂ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اس کے لئے شفقت و رحمت پیدا نہ ہونی چاہیئے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو شریعت کی تلوار سے قتل کیا گیا ہو یا تازیانۂ شرع سے اس پر مار پڑی ہو تو ہمارے دل میں اس کے لئے شفقت و رحمت پیدا نہ ہونی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کی جانب کی پوری رعایت رہے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اُس کے لئے ایک سزا مقرر فرما دی اور یقیناً حق تعالیٰ ہم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہیں تو خدا کے نزدیک وہ سزا شفقت و مہربانی کے خلاف نہیں بلکہ اُس وقت وہی عین شفقت ہے۔ پھر ہم مہربانی کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کو کسی جرم کی سزا دے رہا ہو تو سب یہی کہتے ہیں کہ اس وقت باپ کی مار ہی بیٹے کے حق میں شفقت ہے کیونکہ باپ کو سب سے زیادہ اپنی اولاد عزیز ہوتی ہے۔ جب وہ اس سزا کو اپنے ہاتھ سے اس پر جاری کر رہا ہے تو دوسروں کو شفقت و محبت ظاہر کرنے کا کیا حق ہے دوسرے آدمی باپ سے زیادہ کبھی نہیں ہو سکتے اسی طرح یہاں بھی سمجھو بلکہ باپ میں تو بوجہ بشریت کے

یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید قصور سے زیادہ سزا دے رہا ہو اُس کی سمجھنے غلطی کی ہو اور حق تعالیٰ کی جناب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ اُس نے کسی جُرم کی سزا قصور سے زیادہ مقرر کی ہے) پس (بجائے شفقت وغم کے) ہم کو اس خوشی میں مشغول ہونا چاہیئے کہ (سزا کی بدولت وہ شخص) گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے گا حق تعالیٰ اُن لوگوں کے بارہ میں جن کو حد زنا میں سزا تازیانہ دی جائے ارشاد فرماتے ہیں ولا تأخذکم بھما رأفة فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر یعنی زنا کرنے والوں پر حکم خداوندی جاری کرتے ہوئے تمھارے دلوں میں شفقت نہ آنے پائے اگر تم کو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین ہے تو حق تعالیٰ (اس صورت میں) شفقت نہ آنے کو ایمان کی شرط بتلا رہے ہیں۔ شیخ احمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو تنگی اور پریشانی میں مبتلا دیکھو تو جلدی یہ مت کہہ دیا کرو کہ یہ بیچارہ اس سزا کا مستحق نہ تھا۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ تمھاری رحمت ومہربانی اُس خدا کی رحمت سے بھی بڑھی ہوئی ہے جس نے اُس شخص کے واسطے تکلیف وپریشانی مقدر فرمائی ہے حالانکہ حق تعالیٰ ماں سے بھی زیادہ اپنے بندہ پر مہربان ہیں اسی طرح کسی کو (مبتلائے مصیبت دیکھ کر) جلدی سے یہ بھی نہ کہہ دیا کرو کہ یہ اسی کا مستحق اسی سزا کے قابل تھا کیونکہ اس میں ایک گونہ اپنے بھائی کی مصیبت پر مسرت اور خوشی مترشح ہوتی ہے - علاوہ ازیں یہ بات محض تحصیل حاصل بھی ہے (وہ اگر مستحق نہ ہوتا تو حق تعالیٰ اس پر مصیبت ہی کیوں بھیجتے۔ جب اُس کا اُس سزا کے قابل ہونا سب کو

معلوم اور کھلی ہوئی بات ہے تو تمھارے کہنے ہی کی ضرورت کیا ہے
اور عزیزمن! عذاب کا مستحق کون نہیں ہے۔ ہر شخص سزا کے قابل ہے)
ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرھا من دابۃ
اگر حق تعالیٰ ہر ہر گناہ پر مواخذہ فرمایا کرتے تو روئے زمین پر کسی چلنے
والے کو نہ چھوڑتے (مگر خدا کی عنایت ہے کہ ہر بات پر سزا نہیں دیتے
کسی کسی گناہ پر گرفت کرتے ہیں۔ پس کسی کو کیا منہ ہے جو دوسروں کو
یوں کہے کہ یہ اسی مصیبت و عذاب کا مستحق ہے۔ کیا یہ کہنے والا گناہوں
سے بچا ہوا ہے) بلکہ ادب کی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے اس کی مصیبت
دور کرنے کی درخواست کرو اور اس کے واسطے صبر و استقلال اور عفو و
درگزر کا سوال کرو کیونکہ حق تعالیٰ کسی شخص کے لئے مصیبت مقدر نہیں
فرماتے جو اس کے کسی سابق عمل کی سزا نہ ہو (ہر مصیبت کسی پہلے عمل
کا بدلہ ہوتی ہے جس کو) خدا تعالیٰ نے یاد رکھا اور انسان نے بھلا دیا۔
اب جن لوگوں کو اس گناہ کا علم نہیں وہ کہتے (پھرتے) ہیں کہ فلانا غریب
جھوٹی تہمت میں پھانس دیا گیا۔ حالانکہ وہ مسکین خدا کی اور بیوی کی
طلاق کی قسمیں کھاتا ہے کہ میں بالکل مظلوم ہوں (تو بات یہ ہے کہ) یہ
لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اس شخص پر فقط جھوٹی تہمت کی وجہ سے (مصیبت
آئی اور) یہ مواخذہ اسی کی بنا پر ہوا حالانکہ بسا اوقات کسی دوسرے
گناہ کی وجہ سے پکڑ ہوتی ہے جو اس سے یقیناً سرزد ہوا تھا (اور وہ
جھوٹی تہمت صرف ظاہر میں سزا اور مصیبت کا ایک بہانہ ہو جاتی ہے)
اور انسان ہمیشہ خطائیں کرتا اور بھولتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مغفرت
و رحمت فرماتے رہتے ہیں۔ واللہ غفور رحیم ہ

عہد (۴۵)

اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ ہم جنسوں میں سے جس کی حالت بدل جائے اُس پر رحم کیا کریں۔ ہنسیں نہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے ذاکر شاغل عابد زاہد متقی دوستوں کو ہدایت کرتے رہا کریں کہ اُن کے ہم جنسوں میں سے جس کی حالت میں تغیر آجاوے مثلاً پہلے وہ جن نیک کاموں کا پابند تھا اب اُن کے بجائے بُرے کام کرنے لگا یا سستی اور کاہلی کرنے لگا (بُرے کام تو نہیں کرتا مگر) اُن نیک کاموں کو اُس نے چھوڑ دیا ایسے شخص کی حالت پر رحم کیا کریں (اُس پر ہنسیں نہیں اور نہ اپنے آپ کو اچھا سمجھ کر ناز کریں) کیونکہ (اُن کو بھی اس قسم کی حالت پیش آنے سے ڈرتے رہنا چاہیئے) اُن میں سے ہر ایک پر ایسی حالت پیش آنے کا اندیشہ ہے کیونکہ ہر زمانہ میں جو حالت اکثر کی ہوتی ہے اسی پر حکم لگایا جاتا ہے (اور آج کل اکثر کی حالت اسی طرح بدل جاتی ہے۔ پس سب کو ایسا ہی سمجھا جاوے گا۔ اس لئے کسی کو اپنی طرف سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے ایسا اندیشہ ہر ایک کے واسطے لگا ہوا ہے) ہر عابد زاہد متقی ذاکر شاغل کو ہمیشہ ڈرنا چاہیئے کہ مبادا کہیں وہ دین کی دولت جو اُس کے پاس ہے زائل نہ ہو جائے کیونکہ اُس کا دین پر جما رہنا اس زمانہ کی حالت کے

بالکل خلاف ہے - نیک کام کرنے والے آج کل گھٹتے چلے جاتے ہیں اور بُرے کام کرنے والوں کی زیادتی اور ترقی ہے - یہاں تک کہ آخر کار بدکاروں ہی پر قیامت قائم ہوگی - اور عزیز من! یہ خوب سمجھ لو کہ ذکر اللہ کرنے والا خدا کا جلیس اور اس کا ہم نشین ہوتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے - اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص ہمیشہ حق تعالٰی کی ہم نشینی کے لائق نہیں ہوا کرتا یہ مرتبہ تو بڑے بڑے اہل دربار کا ہوتا ہے (کہ وہ ہمیشہ دربار الٰہی میں بے تکلف آتے جاتے ہیں - اُن پر یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی یہ نعمت اُن سے سلب بھی ہو جائیگی باقی ہم جیسوں کو اگر ایک دو مرتبہ اس دربار عالی میں باریابی ہو بھی جائے تو بے فکر نہ رہنا چاہیئے - نہ معلوم کس دن روک دیا جائے) -
عزیز من! دنیا کے بادشاہوں (کی حالت) میں ہی غور کر لو کہ ہر شخص اُن کے پاس بیٹھنے کی (ہمت اور) جرأت نہیں کر سکتا اگرچہ وہ کتنا ہی خواہشمند کیوں نہ ہو بلکہ اگر بالفرض کوئی خود جا کر اُن کے پاس بیٹھ بھی جائے تو اُس کو جبراً مجلس سے اٹھا دیا جاتا ہے - اس کو خوب سمجھ لو - عالم ظاہر کی حالت عالم غیب کے مشابہ اور اُس کا نمونہ ہے -
واللہ علیم حکیم ٥

عہد (۴۶)

جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے کسی خصلت محمودہ میں ممتاز ہو کر نہ رہیں کیونکہ اس سے ہمارے بھائیوں کی رونق بجھ جائے گی اور ہماری رونق بڑھ جائے گی تو بس ضرورت کے وقت ہم کو امتیاز ظاہر کرنا چاہیئے (بلا ضرورت امتیازی شان بہتر نہیں) اور حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اسی کو محبوب رکھتے ہیں جس کی پیچھے کوئی تلاش نہ کرے اور سامنے کوئی تعظیم نہ کرے (اس لئے امتیازی شان سے بچنا چاہیئے کہ اس سے شہرت ہو جاتی ہے) ہاں اگر کسی کو حق تعالیٰ نے مقتدا بنا دیا ہو وہ معذور ہے کیونکہ خود اس کی نیت تو ممتاز بننے کی نہیں ہوتی۔ پس وہ اسی حالت میں خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو مشہور کر دیتے ہیں تاکہ مخلوق کو اس سے فیض پہنچے۔ وہ شہرت اور امتیاز کا طالب نہیں ہوتا۔) اور امتیاز ظاہر نہ کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً سلطان کی طرف سے علماء و صالحین میں مال تقسیم کیا جائے اور ہمارے سوا سب نے قبول کر لیا ہو کسی نے ان میں سے ہدیۂ سلطانی کو رد نہ کیا ہو تو ادب کی بات یہ ہے کہ جس طرح سب علماء و صالحین نے قبول کر لیا ہم بھی اس

کو قبول کر لیں پھر اس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور خود
اُس میں سے کچھ نہ کھاویں ہاں اگر مضطر اور مجبور ہوں (تو اس میں سے
خود کھانے کا بھی اندیشہ نہیں - لاچاری کے وقت مردار بھی حلال
ہو جاتا ہے بشرطیکہ قدرِ ضرورت سے زیادہ اور جمع کرنے کی نیت
سے نہ لیا جاوے) اپنے دوستوں کے ساتھ ہماری یہ شان اس وقت
تک ہونا چاہیئے جب تک کہ وہ دنیا میں منہمک نہ ہوئے ہوں اور جو
چیز اپنے پاس آتی دیکھیں اس پر اس طرح نہ جھپٹتے ہیں جیسے درندہ
شکار پر دوڑتا ہے - اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو ہم کو بادشاہوں وغیرہ
کے اموال بالکل رد کر دینے چاہئیں اور اس بارے میں اُن سے ممتاز
ہو کر رہیں اور کچھ پرواہ نہ کریں کیونکہ اُس وقت ہمارا امتیاز ویسا ہی
ہوگا جیسا کہ صلحا کو اعمالِ صالحہ کی وجہ سے فاسقین سے امتیاز ہوا
کرتا ہے اور اگر ہم میں سے کوئی (ایسے درجہ میں ہو کر) امرا اور بڑے
طبقے کے لوگوں میں اس کے ذریعہ سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں
اُس وقت تو نہایت ضروری ہے کہ ہم امرا کے اُن اموال و ہدایا کو جو
ہماری ذات خاص کے لئے آویں لوگوں کی مصلحت کا خیال کر کے بالکل
واپس کر دیا کریں کیونکہ (اس صورت میں اگرچہ ہماری ایک ممتاز
شان ہوگی مگر) یقیناً اُس کا ثواب ممتاز نہ ہونے کے ثواب سے
میزانِ عمل میں بہت بھاری ہوگا - آج کل امرا کی نظر میں اُس شخص سے
زیادہ کسی درویش کی بھی قدر و منزلت نہیں ہو سکتی جو دنیا سے بے رغبت
ہو کر اُن کے چاندی سونے کو انھی کی طرف واپس نہ کر دیتا ہو - پس
(اِس ذریعہ سے اور) اس ٹٹی کی آڑ میں وہ مخلوق کی ہزاروں حاجتیں

اُن سے پوری کرا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ جب دیکھیں گے کہ یہ شخص اُن چیزوں کی بھی قدر نہیں کرتا جس کے طالب سلاطین دنیا ہیں تو لامحالہ اس کی عظمت اور قدر و منزلت کریں گے اور اس کے پیرچومیں گے اور ہمیشہ اس کی سفارش کو قبول کیا کریں گے۔ اور اس کے برخلاف جب وہ یہ دیکھیں کہ کوئی عالم یا درویش دنیا سے محبت رکھتا ہے اور اُن سے مناسب و مراتب کی یا ہدایا و عطایا کی تمنا رکھتا ہے یا تولیت وقف اور مدرسی و مشیخت کی درخواست کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ حکام کے ذریعہ سے شاہی دسترخوان پر اس کا روزینہ مقرر ہو جائے یا اُس کو طلب دنیا کے لئے سفر کرتے اور دنیا جمع کرنے کے لئے اُن سے بھی زیادہ پوری ہمت صرف کرتے ہوئے دیکھیں تو پھر وہ اس کے کیونکر معتقد ہو سکتے ہیں۔ مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یا معشر العلماء یا ملح البلد ما یصلح الملح اذا الملح فسد

اے علما کی جماعت تم شہر میں (بمنزلہ) نمک (کے) ہو (بتلاؤ) اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو اُس کو کون درست کر سکتا ہے (یعنی کھانے کی لذت اور درستی تو نمک سے ہوتی ہے لیکن اگر نمک میں خرابی آجائے تو اُس کو کون چیز درست کر سکتی ہے نمک کی خرابی کا کوئی بھی علاج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عوام کی حالت تو علماء کے ذریعہ سے درست ہوتی ہے۔ اگر علما ہی بگڑ جائیں تو اُن کو کون درست کرے گا)۔ پس اے عزیزا اگر تم چاہتے ہو کہ سلاطین و امرا و اکابر دولت کی نظر میں تمہاری عزت و جاہ قائم اور محفوظ رہے تو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو

اور ان کے ہدایا اور خیرات کے دفتر میں اپنا نام نہ لکھواؤ۔ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ تمھاری عظمت ان کے قلوب میں بلکہ ہر دیکھنے والے کے دل میں ہیبت و محبت پیدا ہو جائے گی اور وہ تمھاری ہر سفارش کو منظور کیا کریں گے۔ اور سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علما اور عابدوں (کو مٹھی میں کرنے) کے لئے دنیا کی محبت سے زیادہ کوئی جادو نہیں نیز اس سے بڑھ کر کوئی ایسا مضبوط پھندہ نہیں جس سے ان کا شکار ہو سکے (بس دنیا کی حرص ہی ان کو اپنا شکار بنا لیتی ہے اس کے سوا کوئی چیز ان پر قابو یافتہ نہیں ہو سکتی) غور کرو عقاب جب آسمان میں اڑتا ہوا ہو تو دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا مگر جب اس کو شکار کرنا چاہتے ہیں تو ایک بوسیدہ ہڈی جال میں لگا دیتے ہیں جس کے اوپر وہ آسمان سے گرتا پڑتا آتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو پکڑ لیتے ہیں اور بچے تک اس سے کھیل تماشہ کرنے لگتے ہیں۔ پس انسان وہ ہے جو (یہ واقعات) دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ والسّلام

عہد (۷۴)

خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں اور کبھی ایسا کام نہ کریں جو خدا کی حفاظت و پناہ توڑنے کا سبب بن جائے مثلاً کسی ایسے یتیم اور مسکین کو جس کا بجز خدا کے کوئی مددگار نہیں ایذا نہ دیں (کیونکہ یہ لوگ اللہ کی پناہ میں ہیں۔ ان کو ایذا دینا خدا کی پناہ کو توڑنا ہے) اسی طرح جس شخص نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو اس کو بھی تکلیف نہ دینا چاہیئے (کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا ہے وہ دن بھر اللہ کی پناہ میں رہتا ہے) حجاج بن یوسف باوجودیکہ نہایت ہی ظالم و سفاک تھا اس پر بھی ایسے شخص کا کبھی خون نہ کرتا تھا جس نے اس دن صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو اور یہ کہا کرتا تھا کہ یہ اللہ کی پناہ میں ہے (تو میں خدا کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتا)۔ حتیٰ کہ بعض آدمی اس سے جھوٹ موٹ بھی کہدیا کرتے تھے (کہ ہم نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہے) اور بعد میں اس جھوٹ کی اس کو خبر بھی ہوتی جب بھی اس سے اعراض ہی کرتا (اور قتل کا ارادہ نہ کرتا) اور یہ کہتا کہ اس شخص نے مجھے شبہ میں

ڈال دیا ہے - اب میں اُسے قتل نہ کروں گا - مجھے خدا کی پناہ توڑنے سے ڈر لگتا ہے - عزیز من! پس ہم کو اس بات سے ڈرنے کا حجاج سے زیادہ حق ہے تو کبھی ایسے شخص کو تکلیف نہ دینا چاہیے۔ جس کا پناہِ خداوندی میں ہونا قرآن و حدیث سے معلوم ہو چکا ہو یہ کیسی نازیبا حرکت ہے کہ ہم اپنی پناہ کی تو اس قدر رعایت کریں کہ جو کوئی اس میں دست درازی کرنا چاہے اُس کے دشمن بن جائیں اور خدا کی پناہ کا کچھ بھی خیال نہ کریں -

---

عہد (۴۸)

اپنے آپ کو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے آپ کو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں اگرچہ وہ جاہل ہی ہو اور ہم عالم ہوں - اسی طرح سید کی مطلقہ سے نکاح بھی نہ کریں اگرچہ اُس نے تین ہی طلاق دے دی ہوں اور نہ کسی ضرورت میں اُس سے خدمت لیں اور اس ادب کا ہر سید کے ساتھ لحاظ کرنا چاہیے (خواہ اُس کا نسب صحیح ہو یا اس میں کسی قسم کا شبہ ہو) حق تعالیٰ نے سادات کو جو ہمارے اوپر فضیلت دی ہے وہ اُن کے کسی عمل یا بھلائی پر موقوف نہیں - بلکہ یہ فضیلت محض حق تعالیٰ کی سابق عنایات

کی وجہ سے ہے جو اُن کے اوپر ہو چکی ہے - پھر عزیزمن! بعض دفعہ ایسے سید کی تعظیم کرنا جس کی نسب میں لوگ طعن کرتے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ہمارے لئے صحیح النسب سید کی تعظیم سے بھی زیادہ وقعت کا باعث ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صحیح النسب کی تعظیم تو شرعی حد میں رہ کر ہر شخص کے ذمہ ضروری [1] ہے (اس کی

---

[1] شرعی حد میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سید فاسق ہو تو اس کی تعظیم اس وقت تک کی جائے جب تک کہ اس کی تعظیم سے دین میں کوئی مفسدہ پیدا نہ ہوتا ہو مثلاً کوئی شخص مقتدائے دین ہے وہ اگر فاسق سید کی عظمت ظاہر کرے اور اس کی اس تعظیم سے لوگوں کے شبہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسا شخص ظاہر میں تعظیم نہ کرے اور اگر دین میں مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو ہر سید کی تعظیم ضروری ہے گو وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حیثیات مختلف ہیں - فاسق ہونے کی وجہ سے گو وہ قابل تعظیم نہیں مگر اس میں دوسری بھی حیثیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اس لحاظ سے واجب التعظیم ہے - یہ تقریر حضرت حکیم الامت کی ہے - اس پر مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ شاہ صاحب بڑے صاحب کشف تھے - جب کوئی آپ کو سلام کرتا اگر سنی ہوتا تو جواب میں داہنا ہاتھ آپ کا اٹھتا اور رافضی ہوتا تو بایاں ہاتھ اٹھتا - مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی حدیث میں شاہ صاحب کے شاگرد تھے - ایک بار ایک رافضی سید نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ ہم نے سنا ہے تمھارے استاد بڑے صاحب کشف اور بزرگ ہیں - ہم تو جب جانیں کہ ہم اُن کے پاس جائیں تو ہماری تعظیم کو اٹھیں کیونکہ ہم سید ہیں - مولوی فضل حق صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ اگر واقعی

تعظیم تو سب ہی کرتے ہیں ۔ کمالِ محبت تو یہ ہے کہ جس سید کے نسب میں شبہ ہو اس کی بھی تعظیم کی جائے کہ اس کا منشا خالص محبتِ رسول ہوگی ۔ ذرا غور تو کرو کہ اگر کوئی شخص تمھاری طرف سے تمھارا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶

سید ہو تو شاہ صاحب ضرور تمھاری تعظیم کو اٹھیں گے ۔ یہ بات کہکر مولوی صاحب خود بہت گھبرائے کیونکہ شاہ صاحب کی عادت تھی کہ کسی کی تعظیم کو نہ اٹھتے تھے مزاج میں سادگی بہت تھی ۔ مولوی صاحب گھبرائے کہ اگر حسب عادت شاہ صاحب اس کی تعظیم کو نہ اٹھے تو میری بات غلط ہوگی دل میں خدا سے دعا کی کہ الٰہی میری بات رہ جائے ۔ غرض وہ رافضی سید شاہ صاحب کے پاس آئے ۔ شاہ صاحب حسب عادت تعظیم کو نہ اٹھے تو مولوی فضل حق صاحب کے دل میں خطرہ گزرا کہ اگر اٹھ جاتے تو کیا تھا ۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ شاہ صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سید صاحب یہ آپ کی سیادت کی تعظیم ہے اور پہلی بار میں اس لئے نہ اٹھا کہ آپ کی مثال ایسی ہے جیسے غلط لکھا ہوا حرف قرآن کہ اس کی تعظیم واجب نہیں (اگرچہ بے ادبی بھی جائز نہیں) بلکہ دفن کر دینے کے قابل ہے ۔ اسی طرح گو آپ سید ہیں مگر فسق کی وجہ سے آپ کی تعظیم واجب نہیں ۔ صرف جائز ہے ۔ تو میں نے ایک جواز پر پہلے عمل کیا ۔ دوسرے جواز پر اب عمل کر لیا ۔ یہ کہہ کر بیٹھ گئے ۔ واقعی عجیب مثال بیان فرمائی ۔ اس کے بعد حضرتِ حکیم الامت نے فرمایا کہ کیا کیجئے محبت عجیب چیز ہے ۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حضرت ابو طالب کی نسبت کبھی مفرد کا صیغہ استعمال کیا ہو اگرچہ وہ ایمان نہیں لائے مگر آخر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ۔ اس نسبت سے بے تعظیمی کے الفاظ زبان سے نہیں نکلتے ۔ مولوی عبدالرب صاحب نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ابو طالب کے ایمان نہ لانے سے میرے پیغمبر کو بہت بہت صدمہ

نام لے کر تمھارے کسی دوست سے کوئی بات کہدے اور اس ذریعہ سے کوئی نفیس چیز اُس سے مانگے اور وہ محض تمھارے نام کی عظمت کی وجہ سے اُس کی حاجت پوری کردے باوجودیکہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اُس دوست کی قدر تمھارے دل میں اُس سے زیادہ ہوگی یا نہیں جو تمہاری سچی سفارش کے بعد کسی کی حاجت پوری کرے یقیناً پہلے شخص کی قدر و منزلت تمھارے دل میں بہت زیادہ ہوگی اسی طرح یہاں سمجھو کہ وہ سید جس کے نسب میں لوگ طعن کرتے ہیں تم اس کی تعظیم محض اس لئے کروگے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷

ہوا کیونکہ کفر کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے مگر میں اس پر راضی ہوں کہ حق تعالیٰ میرے بجائے ابوطالب کو جنت میں بھیج دیں اور مجھے اُن کی جگہ ابداً لآباد کے لئے جہنم میں بھیج دیں میں اس پر راضی ہوں کیوں کہ میرے پیغمبر کی تو آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ اور حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ میرے اوپر اس مضمون کا بہت اثر ہوا اور میرے دل نے کہا اگر مولوی عبدالرب صاحب کے پاس کوئی بھی عمل اس کے سوا نہ ہو تو یہی اُن کی مغفرت کے لئے انشاء اللہ کافی ہے کیونکہ اس کا منشا محض محبت رسول ہے مگر اس پر بھی لوگوں نے ان کو بھی وہابی کہا۔ بس آج کل وہابی کے یہ معنی ہیں کہ جو رسوم مروجہ کو منع کرے۔ چنانچہ لکھنؤ وغیرہ کی طرف گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے جو منع کرے اُس کو وہابی کہتے ہیں حالانکہ یہ منع کرنا تو غیر مقلدوں کے خلاف ہے مگر منشا وہابی کہنے کا یہی ہے کہ وہاں گاؤں میں جمعہ کا رواج ہے جو اس سے منع کرے وہ وہابی کہلاتا ہے۔

مترجم

ہے۔ کیا عجب ہے کہ حضور کے یہاں اس کی وہ قدر ہو جو صحیح النسب کی تعظیم سے بھی بڑھ جائے) اس کو جان لو اور عمل کرو خدا تم کو ہدایت دے۔

عہد (۴۹)

مرید جب تک تمام حقوق مال و آبرو کے متعلق ادا نہ کر دے اُس وقت تک اُس سے عہد بیعت نہ لیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ مرید سے خاص عہد (یعنی بیعت وغیرہ) اُس وقت تک نہ لینا چاہیئے جب تک کہ وہ ان تمام حقوق کو ادا نہ کر دے جو اُس کے اوپر کسی کے مال یا آبرو کے متعلق ہیں کیونکہ دربار الٰہی میں داخل ہونا اُس شخص کے لئے حرام ہے جس کے اوپر کسی آدمی کا کوئی حق ایسا ہو جس کے ادا کرنے پر یہ قادر ہے (اور پھر بھی ادا نہیں کرتا) خواہ مالی حق ہو یا آبرو کے متعلق ہو چنانچہ اہل دل اس کو جانتے ہیں اور اس عہد پر آج کل بہت ہی کم عمل کیا جاتا ہے آج کل جو کوئی بیعت ہونا یا صحبت میں رہنا چاہے فقرا اس سے اسی وقت عہد لینا شروع کر دیتے ہیں (اور سلسلہ میں داخل کر لیتے ہیں) حالانکہ سلف صالحین سے جب کوئی سلسلہ میں داخل کرنے کی درخواست کرتا تھا تو وہ ظاہراً و باطناً ہر طرح اس کی تفتیش کرتے

سکتے (کہ اس کے ذمہ کسی کا حق تو نہیں) حتیٰ کہ بعض سانس سے پہچان لیتے تھے کہ کس پر لوگوں کے حقوق ہیں اور کون اُن سے بچا ہوا ہے خدا تعالیٰ سلف صالحین سے راضی رہیں۔ پس (آج) اگر کسی کو کشف نہ ہوتا ہو تو کم از کم عہد لینے (اور بیعت کرنے) سے پہلے مرید سے پوچھ تو لینا چاہیئے کہ تیرے ذمہ[له] کسی کا حق بھی ہے یا نہیں۔ اس کو خوب سمجھ لو۔

[له] حضرت حکیم الامت تھانوی دام مجدہم اپنے رسالہ قصد السبیل میں تحریر فرماتے ہیں ہدایت دوم صحیح ترتیب سلوک کی یہ ہے کہ اوّل گناہوں سے توبہ خالص کرے اور اگر کچھ عبادات واجبہ نماز وغیرہ اس کی فوت ہوئی ہوں تو اُن کو قضا کرنا شروع کر دے اور اگر اُس کے ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں تو اُن کے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جائے یا اہل حقوق سے معاف کرائے کیونکہ بدوں اس کے کہ اُن سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر عمر بھر بھی ریاضت و مجاہدہ کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہ ہوگی اور توبہ کے ساتھ آئندہ کے لئے بھی قوی عزم رکھے کہ اللہ و رسول کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو اور گو مال کا یا جان کا کتنا ہی بڑا ضرر ہو اور گو کوئی نفسانی دنیوی مصلحت کیسی ہی فوت ہوتی ہو اور گو خلق کتنی ہی ملامت کرے سب برداشت کرے گا اور اللہ و رسول کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ دے گا۔ اگر اتنی ہمت نہیں تو وہ طالب حق نہیں ہے کیوں کہ طالب کی تو یہ شان ہوتی ہے ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی — بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی
در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں — شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

جب توبہ و عزم دونوں ٹھیک ہو گئے تو علم دین بقدر ضرورت حاصل کرے۔ پھر شیخ کامل

عہد (۵۰)

بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم مرید سے عہد لے چکیں (یعنی سلسلہ میں داخل کر چکیں) تو اس کی نگہداشت سے غفلت[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۰

کی تلاش میں لگے۔ اھ سبحان اللہ دریا کو کوزے میں بند کرنا یہی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے زبانی اس مقام پر ارشاد فرمایا کہ علامہ شعرانیؒ نے جو فرمایا ہے کہ جس پر آدمی کا حق ہو اس کے لئے دربار الٰہی میں داخل ہونا حرام ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر اس کی ادائیگی کی فکر و کوشش نہ ہو۔ کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ادا کی فکر اور سعی میں رہنا بھی بمنزلہ ادا کے ہے۔ مترجم

[1] حضرت حکیم الامت تھانوی شیخ کامل کی پہچان بتلاتے ہوئے رسالہ قصد السبیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ اھ - اور یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ شیخ کا سختی کرنا شفقت نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو عین شفقت ہے کیونکہ مریض کو بد پرہیزی پر تنبیہ نہ کرنا کون نہیں جانتا کہ اس کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اگر شفقت کے یہی معنیٰ ہیں کہ مرید کو کچھ نہ کہا جاوے تو اس کا حاصل تو یہ ہوگا کہ ہلاکت میں ڈالنے کا نام آج کل شفقت رکھا گیا ہے۔ شیخ کی شفقت یہی ہے کہ اس کو

نہ کریں (اگر اس کے بعد) ہم نے اس کی اصلاح سے غفلت کی تو (یقیناً) ہم نے بزرگوں کے عہد میں خیانت کی اور جو مرید ہماری پرواہ نہ کرتا ہو ہم کو اُس کا خیال اُن لوگوں سے زیادہ کرنا چاہیئے جو ہماری بہت رعایت رکھتے ہیں - اور اُن کی توجہ و عدم توجہ کا حال ہم کو اپنے دل کے آئینہ میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے (اس میں) ہم کو توجہ کرنے والے کا چہرہ اور بے توجہی کرنے والے کی پشت نظر آئے گی اور بعض مشائخ کا طرز یہ ہے کہ وہ اعراض کرنے والے مرید کے پیچھے نہیں پڑتے - مگر جو طریقہ ہم نے بتلایا ہے وہ زیادہ مناسب اور مریدوں کے حال پر زیادہ شفقت کا باعث ہے - واللہ غنی حمید -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱

منزل مقصود پر پہنچانے کے لئے اپنی ہمت اور توجہ پوری صرف کر دے - ظاہر و باطن دونوں کی نگہداشت کرتا رہے - بُرے کاموں پر روک ٹوک کرتا رہے - اول نرمی سے روکے اگر نرمی سے فائدہ نہ ہو تو سختی سے کام لے اور عارف ہر موقعہ کو خوب پہچانتا ہے - مترجم

عہد (۵۱)

اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے سب بھائیوں کی خواہ وہ مخلص ہوں یا مخلص نہ ہوں زیارت کرتے رہا کریں۔ اور جب تک ہم کو پیادہ چلنے کی قدرت ہو اس وقت تک سواری وغیرہ نہ ہونے کی وجہ اُس کی مُلاقات وزیارت نہ چھوڑیں (سواری نہ ہو تو پا پیادہ ملاقات کو جایا کریں) ان المحب لمن یھواہ زوّار کیونکہ محبت رکھنے والا اپنے دوستوں کی زیارت بکثرت کیا کرتا ہے۔ مجنوں لیلیٰ سے کہتا ہے ؎

ولو قطعوا رجلی مشیت علی العصا ولو قطعوا اخری حبیتُ دحبیتُ

اگر (دشمن) میرا ایک پیر کاٹ ڈالیں گے تو میں لاٹھی کے سہارے چلوں گا اور اگر دوسرا بھی کاٹ ڈالیں تو میں گھسٹتا ہوا پہنچوں گا۔ اس بارے میں باوجاہت درویش بہت سستی اور غفلت کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات بالکل ترک کر دی اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہم کو کہیں آنے جانے اور مخلوق سے ملنے ملانے کی عادت نہیں۔ چنانچہ بہت سوں کی زبانی میں نے یہ عذر سنا ہے مگر دوستوں کی ملاقات چھوڑنے کے لئے یہ عذر کچھ بھی نہیں (محض بیہودہ

جواب اور بیکار حیلہ ہے) اور بعض لوگوں نے مجھ سے یہ عذر بیان کیا کہ میں نے ملنا ملانا صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ مبادا میرے شاگرد اور مرید یہ نہ سمجھیں کہ اگر فلاں شخص ہمارے پیر سے مرتبہ میں بڑھا ہوا نہ ہوتا تو یہ خود اُس کی زیارت کو کیوں جاتے جب کہ وہ اُن کی زیارت کو کبھی نہیں آتا پھر اس خیال کے بعد اُن کو میری صحبت سے فائدہ نہ پہنچ سکے گا (میرے فیوض سے محروم ہو جائیں گے) اور یہ بھی ایک عذر بارد ہے - شرعی سنتیں ایسے بہانوں سے چھوڑی نہیں جاسکتیں اور منشا ان سب علوم کا شریعت میں کم مشغول ہونا ہے[۱] واللہ غفور رحیم -

---

[۱] اگر علوم شریعت میں پوری مشغولی ہوتی تو ایسے بہانے کبھی نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ کامل درویش وہی ہے جو ہر کام میں اتباع سنت کا لحاظ رکھے اور علوم شریعت سے کافی طور پر واقف ہو الحمد للہ کہ ہمارے سب مشائخ علوم شریعت میں کامل اور ہر کام میں اتباع سنت کا پورا لحاظ کرنے والے ہیں - ادامہم اللہ وابقاہم -
مترجم

عہد (۵۲)

جب تک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خدائے تعالیٰ سے اجازت حاصل نہ کر لیں اس وقت تک کوئی کام شروع نہ کریں

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک ہم کھانے پینے اور پیر پھیلانے اور سونے سے پہلے زبان سے یا فقط دل سے دستور یا اللہ (خداوندا میں اجازت چاہتا ہوں) نہ کہہ لیا کریں اُس وقت تک کوئی کام نہ کیا کریں۔ اگرچہ شریعت کی طرف سے ہم کو اس کے بغیر بھی ان کاموں کی اجازت ہے لیکن زیادہ ادب اور تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی پوری نگہداشت اسی میں ہے (کہ ہم پہلے دستور یا اللہ کہہ لیا کریں) کہ اس سے بندہ کی استعداد بہ نسبت اُس شخص کے جو اجازت شرعی کی وجہ سے غفلت کے ساتھ ان کاموں کو کرتا ہے بہت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ (بلکہ یادداشت پیدا ہونے کا یہ بڑا عجیب طریقہ ہے) اور کھانے پینے پیر پھیلانے اور سونے کے علاوہ جن کاموں میں بھی خواہش نفس کا کچھ بھی شائبہ ہو اُن کا بھی یہی[1] حکم ہے۔ واللہ علیم خبیرہ

---

[1] اُن میں بھی ادب کی رعایت ہمیشہ کرنا چاہیئے اور راز اس کا یہ ہے کہ ذاکر شخص خدا

عہد (۵۳)

کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کسی مصیبت زدہ کی (حاجت روائی سے) کبھی چھپ کر نہ بیٹھیں البتہ کوئی عذر ہو (تو خیر) مثلاً کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵

کا جلیس اور اس کا ہم نشیں ہے تو جس وقت وہ اپنے نفس کی خواہشوں اور لذتوں کے پورا کرنے میں مشغول ہوتا ہے اس وقت گویا وہ دربار الہٰی سے جدا ہونا چاہتا ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ جب سلاطین دنیا اور حکام ظاہر کے دربار سے کوئی اٹھنا چاہتا ہے تو پہلے ادب کے ساتھ اجازت مانگا کرتا ہے۔ اجازت کے بعد اپنے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ذاکر شاغل کو اپنے نفسانی کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے حق تعالیٰ سے با ادب اجازت لینی چاہیئے اگرچہ شریعت کی طرف سے عام طور پر سب مباح کاموں کی اجازت معلوم ہو چکی ہے مگر اس پر کفایت نہ کرنا چاہیئے صراحۃً ہر کام سے پہلے جس میں کچھ بھی نفس کا دخل ہو اجازت لینا چاہیئے دیکھو سلاطین دنیا کے درباری جانتے ہیں کہ دربار کا وقت پورا ہو جانے کے بعد ہم کو اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی بادشاہ کی طرف سے اجازت ہے مگر پھر بھی وہ ہر دن بار بار اجازت طلب کرتے ہیں اور اس عام اجازت پر کفایت کر کے کبھی بغیر دریافت کیے دربار سے نہیں اٹھتے اور اگر کوئی ایسا کرے اس کو سب بے ادب بے تمیز سمجھتے ہیں اور اس کو دربار کے

حال ایسا غالب ہو جس کی وجہ سے لوگوں کا اختلاط (اور مخلوق سے میل جول) دشوار ہو جاوے یا اس کے مثل (کوئی اور عذر ہو) اور (اس غلبۂ حال کی) سچی علامت یہ ہے کہ ہم جمعہ اور جماعت کے واسطے بھی باہر نہ نکل سکیں اور یہ ایسی بات ہے جس کو صاحب حال ہی کا ذوق سمجھ سکتا ہے (جس پر ایسی حالت نہ گزری ہو وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا کہ غلبۂ حال کی وجہ سے جماعت کی نماز اور جمعہ میں جانا کیونکر دشوار ہو جاتا ہے)۔ غلبۂ حال میں لوگوں سے ملتے وقت (صاحب حال کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) گویا بدن کا گوشت پھٹ جائے گا۔ سیدی عبدالقادر دشطوطی رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا تین روز تک مجھ پر ایسی حالت رہی کہ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی مجھ کو قدرت نہ تھی نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے اگر حق تعالیٰ حجاب اور غفلت ڈال کر مجھ پر احسان نہ فرماتے تو میری ہڈیاں اور گوشت الگ الگ ہو جاتے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶

قابل نہیں خیال کرتے اسی طرح تم کو بھی عام اجازت پر کفایت نہ کرنا چاہیئے۔ ہر کام کے لئے خاص طور پر حق تعالیٰ سے اجازت طلب کرو دیکھو دل میں کیسا نور پیدا ہوتا ہے۔ وہی نور باطن خدا تعالیٰ کے جواب کی دلیل ہے۔ واقعی جو شخص اس کی پابندی کرے چند ہی روز میں انشاءاللہ اس کو نسبت یادداشت حاصل ہو جائے گی اور گناہوں سے محفوظ ہو جائے گا کیونکہ جب ہر کام کے لئے حق تعالیٰ سے اجازت لیا کرے گا تو کام کرنے سے پہلے خود بخود اس کو تنبہ ہو جائے گا کہ یہ کام خدا کی مرضی کے خلاف تو نہیں اس پر عمل کر دیکھو کیا نظر آتا ہے۔ خدا تم کو اور ہم سب کو توفیق دے۔

مترجم

(اور بدن پھٹ جاتا) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ اُن قضا نمازوں کو ادا بھی کرتے تھے فرمایا بے شک ادا کرنا تو ضروری تھا اگرچہ مہینہ بھر تک وہ حالت رہتی کیونکہ جذب کی حالت جنون کے تو مشابہ نہیں (جنوں میں تو قضا نمازوں کی ادا واجب نہیں ہوتی مگر جذب میں اگر نمازیں قضا ہو جائیں اُن کا ادا کرنا ضروری[1] ہوتا ہے) اور اس غلبۂ حال کی یہ بھی علامت ہے کہ لوگوں سے ملتے وقت اُسے کسی کا کچھ امتیاز نہ ہو۔ اعلیٰ اور ادنیٰ سب اُس کے نزدیک برابر ایک درجہ میں ہوں (یہ مرتبہ غلبۂ حال کا پہلے مرتبہ سے کم ہے کہ اس حالت میں ملتا ہے مگر کچھ امتیاز کسی کا نہیں ہوتا۔ جب زیادہ غلبہ ہو جاتا ہے تو ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ گویا گوشت پھٹ کر الگ ہو جائے گا) اس کو خوب سمجھ لو۔ واللہ علیٰ کل شیئٍ شہید ہ

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جذب کی حالت میں انسان مکلف رہتا ہے اور شرعی احکام کا خطاب اُس کے ساتھ متعلق رہتا ہے خواہ کتنا ہی غالب جذب ہو کہ گوشت پوست جُدا ہونے کا بھی اندیشہ ہو جائے البتہ اگر غلبۂ حال اس درجہ ہو کہ عقل و حواس بھی بجا نہ رہیں مدہوشی کی حالت ہوتی ہو اُس وقت شرعی خطاب اُس کے متعلق نہ ہوگا۔ مترجم

عہد (۵۴)

امور متعلقہ سلطنت وحکومت میں دخل نہ دیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ حوائج متعلقہ سلطنت وحکومت میں دخل نہ دیا کریں (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ مشائخ سے مقدمات وغیرہ میں توجہ اور ہمت اور تصرف کی درخواست کیا کرتے ہیں اس سے منع فرماتے ہیں کہ ایسے امور میں دخل نہ دیں) مگر یہ کہ ہم صاحب خدمت ہوں (اور امور تکوین ہمارے متعلق ہوں تو دخل دینے کا مضائقہ نہیں) اور وجہ (اس ممانعت کی) یہ ہے کہ درویش کی توجہ سے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا سلاطین و وزرا کے دل پھیرنے سے زیادہ آسان ہے کیونکہ ان لوگوں میں عقل و فکر اور امور (انتظامیہ اور مصالح ملکی) میں اجتہاد رائے کا درجہ بہت کچھ ہوتا ہے اور پہاڑ میں یہ باتیں کہاں ہیں (اس لئے پہاڑ کا توجہ سے ہٹ جانا آسان ہے اور ان لوگوں کے دلوں کا پلٹنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ توجہ کا اثر عاقل پر بہت کم ہوتا ہے خصوصاً جب کہ وہ اپنی رائے پر پختہ بھی ہو اس حالت میں تو اثر بہت دشوار ہے اور پہاڑ میں نہ عقل نہ مدافعت جس طرح چاہو پلٹ دو اسی طرح جاہل اور کم عقل لوگوں پر توجہ کا اثر جلدی ہو جاتا ہے کیونکہ اُن میں مدافعت

کی قوت نہیں ہوتی)۔ اور اگر عزیز من! تم مشہور ہو گئے ہو اور لوگوں کی رجوع حاجات میں ممتاز ہو گئے ہو اور اس بار کے تحمل سے درحقیقت تم عاجز ہو تو حق تعالیٰ سے دعا کرو کہ الٰہی یا تو میرا نام عالم وجود سے مٹا دے کہ کوئی مجھے بزرگ وغیرہ نہ سمجھے اور اگر آپ میرا نام مٹانا نہیں چاہتے تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ فرمائیں اور تمام بلاد و قلوب عباد کو میرے واسطے نرم اور پست فرما دیجئے اور میرے کلمۂ خیر کو نافذ فرما دیجئے یا ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ اگر چاہیں گے ایسا ہی کر دیں گے۔ وہ دعا کے سننے والے بہت قبول کرنے والے ہیں اور عنقریب بعد چالیس عہدوں کے ذرا اس کی زیادہ تفصیل آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

عہد (۵۵)

جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت وارد ہے جیسے جمعہ کی رات اور شب قدر۔ پس اپنے شاگردوں اور مریدوں کو ہمیں حکم کرنا چاہیئے کہ ان راتوں میں مجامعت اخیر شب میں جب سو کر اٹھیں اُس وقت کریں یا دن میں کیا کریں اور فوراً غسل کرلیں

تاکہ روح انسانی حق تعالیٰ شانہٗ کی جناب میں سجدہ کرنے سے سونے کی حالت میں بھی روکی نہ جائے اور نیز رحمت کے فرشتے بھی سوتے ہوئے اس کے پاس رہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جنبی سے ملائکہ رحمت دور رہتے ہیں اور جب فرشتے دور ہو جائیں گے تو (ظاہر ہے کہ) شیاطین پاس آجائیں گے (نیز یہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے ہر مسلمان کی روح حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں پڑی رہتی ہے جب تک کہ وہ جنبی نہ ہو تو جنابت کی حالت میں سو رہنا اگرچہ آسانی کے لئے شریعت نے جائز کیا ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے روح کو سجدہ سے روک دیا جانا تھوڑی بات نہیں اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے اور بجائے رخصت کے عزیمت پر عمل کرنا چاہیئے۔ افضل یہی ہے کہ جنابت کا غسل فوراً کر لیا جائے)۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض اوقات جنابت کی حالت میں سو جانا تو وہ امت کے لئے ایک آسان جائز کرنے کے لئے تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور بیان جواز کیلئے بھی کئے ہیں تاکہ ضعفاء امت کیلئے آسان حکم بھی معلوم ہو جائے لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ طریقہ سلوک کوشش اور مشقت کا راستہ ہے۔ سالک کو مباح امور کا عادی نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس کو ہمیشہ مستحبات اور افضل صورتوں کو اختیار کرنا ضروری ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (جب بیان جواز کے لئے بھی کوئی کام کرتے تھے تو آپ) کو اس میں بھی واجب کے برابر ثواب ملتا تھا۔ (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام احکام شرعیہ کا پہنچانا ضروری تھا تو جائز امور کا مباح ہونا بھی آپ کے ذمہ بیان کرنا واجب تھا جس کو حضور نے عملی صورت سے بیان

فرمایا کیونکہ اگر فقط زبان سے آپ ظاہر فرماتے اور عمل کر کے نہ دکھلاتے تو شاید بعض لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی جراءت نہ ہوتی اس لئے آپ نے بعض وہ صورتیں جو خلاف اولیٰ تھیں عمل کر کے ظاہر فرما دیں تاکہ ان کا جائز ہونا بخوبی واضح ہو جائے۔ کسی کو ان کے حرام ہونے کا خیال بھی نہ پیدا ہو کہ مبادا تحریم حلال کے گناہ میں امت مبتلا ہو جائے تو حضور کے بیان جواز میں جب اتنی ضروری اور اہم مصلحتیں ہوتی ہیں تو آپ کو یقیناً جائز صورتوں پر عمل کرنے سے بھی واجب ہی کا ثواب ملتا تھا۔ پس ہم کو چاہیئے کہ جنابت کی حالت میں حتی الامکان نہ سویا کریں اور فوراً غسل کر کے پاک صاف ہو جایا کریں اور سخت سردی ہو اور پانی اس وقت گرم نہ ہو تو کم از کم تیمم بہ نیت غسل کر کے سویا کریں اس میں ہرگز سستی نہ کریں اور صبح کو اذان وجماعت سے پہلے نہا دھو کر فارغ ہو جایا کریں) اس کو خوب سمجھ لو۔

عہد (۵۶)

بے وضو کبھی نہ سویا کریں

(اسی طرح ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ حدث اصغر پر بھی (یعنی بے وضو) کبھی دن رات کی کسی ساعت نہ سویا کریں ہمیشہ وضو یا (کم از کم) تیمم کر کے سویا کریں مبادا کہیں ہماری روح اس ناپاکی کی حالت میں نہ قبض کر لی جائے۔ اور عزیز من! جو چیزیں سب علما کے نزدیک وضو توڑنے والی ہیں جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ اُن کے بعد وضو کرنا بہ نسبت اُن چیزوں کے جن سے وضو ٹوٹنے میں اختلاف ہے زیادہ ضروری اور مؤکدہ ہے۔ جیسے فصد لینا اور عضو خاص یعنی قبل و دبر کا چھونا وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

عہد (۵۷)

بغیر باطنی طہارت کے کبھی نہ سویا کریں

(اسی طرح ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کبھی بغیر طہارت باطنی کے بھی نہ سونا کریں کیونکہ باطنی طہارت ظاہری طہارت کے بالکل برابر ہے اور باطنی ناپاکی کی مثال یہ ہے کہ معاذاللہ ہم کسی سے حسد یا کینہ یا خیانت و مکر و فریب یا تکبر دل میں لے کر یا خدا تعالیٰ کی کسی تقدیر پر ناراض ہو کر سوئیں اور اس کے مثل جو دل کی بیماریاں ہیں (ان کو بھی اسی پر قیاس کر لو غرض سونے سے پہلے دل کو تمام ناپاکی اور گندگیوں سے پاک کر لینا اور حق تعالیٰ کے سامنے توبہ و استغفار کر لینا چاہیئے)۔ کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کی اسی حالت پر موت آجائے تو اُس کا خاتمہ بہت بُرا خاتمہ ہوگا اور اگر موت بھی نہ آئی تو (سو جانے کے بعد) اُس کی روح بارگاہِ قرب الٰہی میں تو یقیناً داخل نہ ہو سکے گی جو کہ ملائکہ اور خاص اولیاء اللہ کا مقام ہے اور عزیز من! خوب جان لو کہ سب سے زیادہ دل کو ناپاک کرنے والی چیز دنیا کی محبت ہے شاید تم اس کو گناہ بھی نہ سمجھتے ہو گے اور عیسیٰ علیہ السّلام کا ارشاد بھول گئے ہو گے۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ۔ کہ دنیا کی محبت ہی سب گناہوں کی جڑ اور تمام گناہوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو

شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے اُس سے کوئی گناہ بھی جُدا نہیں ہوا سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دنیا کی محبت (دل میں) لے کر مرجائے اُس کا حشر ایسی پھٹکاری ہوئی چیز کے ساتھ ہوگا جس کو پیدا کرنے کے وقت سے کبھی حق تعالیٰ نے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا (یعنی اُس کا حشر دنیا ہی کے ساتھ ہوگا جس کے اوپر حق تعالیٰ نے محبت کی نظر کبھی نہیں ڈالی بلکہ وہ ہمیشہ خدا کے نزدیک مبغوض ہی رہی) - اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص اپنے دوستوں کے دین پر (قیامت میں) اٹھے گا - پس ہر کوئی غور کرکے دیکھ لیا کرے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو دنیا کے ساتھ محبت ہوگی اُس کا حشر دنیا کے ساتھ ہوگا نعوذ باللہ منہا) - پس اے عزیز ہر شام اور صبح دنیا کی محبت سے توبہ کیا کرو اس میں سستی نہ کرنا اور خدا تم کو ہدایت دے -

---

عہد (۵۸)

اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اُس کی قضا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہماری وجہ سے ذکر اللہ یا تلاوت قرآن یا درود شریف وغیرہ کی مجلس میں لوگ جمع ہوتے ہوں اور کسی دن

ہم نہ جائیں تو مجلس لوگوں سے خالی رہے یا کچھ لوگ نہ آئیں تو ہم کو اس کی خود قضا کرنا چاہیئے۔ پس جس قدر ذکر یا تلاوت قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف وغیرہ سب لوگ حاضر ہو کر پڑھتے اسی قدر ہم تنہا بیٹھ کر پورا کر دیں اور یہ ایسی بات ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ہر شخص اپنے دل میں بڑی حلاوت پائے گا کیونکہ (اس صورت میں) ارشاد خداوندی ویسارعون فی الخیرات کہ وہ ایسے بندے ہیں جو نیک کاموں میں سبقت کرتے اور دوڑتے ہیں اور حدیث نبوی لا یشبع موص من خیر کہ مسلمان آدمی نیک کاموں سے سیر نہیں ہوا کرتا۔ دونوں پر عمل ہو جائے گا۔ اس کو خوب سمجھ لو۔

عہد (۵۹)

اگر کسی کو کسی پر اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اس کا علاج کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کسی شخص کو کسی پر اعتراض کرتے یا بے آبروئی کرتے دیکھیں تو حکمت اور عمدہ نصیحت سے اس کا علاج کیا کریں۔ مثلاً اس سے یہ کہدیں کہ کیوں بھائی کیا تم فلانے سے زیادہ اچھی حالت میں ہو۔ اگر وہ یہ جواب دے کہ ہاں (میں اس سے اچھا ہوں) تو اس سے کہنا چاہیئے کہ اب تو یقیناً

تم اُس سے بدتر حالت میں ہو۔ کیونکہ یہی وہ بات ہے جس سے ابلیس پھٹکارا گیا کہ اُس نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کہا تھا اَنَا خَیرٌ مِنہ کہ میں آدم سے بہتر ہوں (تو اپنے آپ کو کسی سے اچھا سمجھنا خود اپنے بدتر ہونے کا اقرار ہے) اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اُس کے برابر ہوں تو اُس سے کہنا چاہیئے کہ پھر تم اور وہ دونوں برابر درجہ میں ہو تو تم کو اُس کے عیوب چھوڑ کر پہلے اپنے عیبوں کے (معالجہ) میں مشغول ہونا چاہیئے پھر اُس کو نرمی سے نصیحت کرو کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بیمار آدمی کو دوسروں (کے علاج کی فکر میں پڑنا اور اُن) کو دوائیں بتلانا بہت ہی نازیبا ہے (اُسے پہلے اپنا علاج کرنا چاہیئے) اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اُس سے بدتر حالت میں ہوں تو اُس سے کہنا چاہیئے کہ پھر تم خود مصیبت میں مبتلا ہو اور مصیبت والا دوسرے (کی فکر) کے واسطے فارغ نہیں ہوا کرتا۔ (پس تم اپنی فکر میں لگو) اس طرح نصیحت کرنے سے شاید حق تعالیٰ اس کو متنبہ فرما دیں اور وہ لوگوں پر اعتراض اور اُن کی بے آبروئی کرنے سے توبہ کرے۔ واللہ علیم حکیم ہ

عہد (۶۰)

رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی نہ سویا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی

نہ سویا کریں - اور جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر کی راتوں میں تو بالکل نہ سویا کریں مگر بہت ہی نیند کا غلبہ ہو (تو خیر) اسی طرح اور جو راتیں فضیلت کی ہیں ان میں بھی تمام رات نہ سویا کریں (جیسے عیدالفطر و عیدالضحیٰ کی راتیں وغیرہ) کیونکہ ان راتوں میں حق تعالیٰ شانہٗ کا تجلی فرمانا حدیثوں میں وارد ہے - امام سُنید کی تفسیر میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہر رات کے پچھلے تہائی حصہ میں تجلی فرماتے ہیں اور جمعہ کی رات میں رات شروع ہونے سے صبح کی نماز ختم ہونے تک تجلی فرماتے ہیں - درویش کو ان اوقات میں سوتا رہنا بہت نازیبا ہے - کیونکہ یہ اوقات جلوسِ شاہی اور دربار سلطانی کے اوقات ہیں - تو جو شخص ان وقتوں میں سوتا رہے پھر ان کے بعد کوئی حاجت خدا سے مانگے اس کی وہی حالت ہو گی جو اس حاجت مند کی ہوتی ہے جو دیر کر کے ایسے وقت بادشاہ کے پاس آیا جب کہ اجلاس ختم ہو گیا اور دربار برخاست ہو چکا اور بادشاہ خاص محل میں جا کر سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تو اس سے خدام شاہی یہی کہہ دیتے ہیں کہ اب تمھاری حاجت روائی دوسرے اجلاس میں ہو سکتی ہے (پھر آنا) تو وہ ناکام واپس چلا آتا ہے (عزیز من! عالم غیب کا انتظام سلطنت بھی عالم ظاہر کے ترتیب مملکت کے مشابہ ہے - چنانچہ بعض بزرگوں نے یہ بات بیان فرمائی ہے - مگر یہ قاعدہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بادشاہ کے سامنے رکتے ہوئے حجاب کے پیچھے پہنچتے ہیں اور جو اہل دل اپنے قلوب کے ذریعہ سے حجابات کو طے کر کے خاص دربار تک پہنچ جاتے ہیں نیز وہ لوگ جو کسی مصیبت میں مضطر و بے قرار

ہو کر دعا کرتے ہیں ان دونوں کی دعائیں ہر وقت قبول ہوتی ہیں جس وقت بھی وہ اپنی حاجت کے لئے دعا کریں)۔ پس اے عزیز! خدائی اجلاسوں کے وقت ضرور حاضر رہا کرو تمہاری ضرورتیں اور حاجات پوری ہوتی رہیں گی اور دل تمام افکار دنیا سے راحت وچین میں رہے گا (یہ تجربہ ہے کہ تہجد کی پابندی کرنے والا دن بھر بشاش رہتا ہے۔ دل کو ایک خاص سرور ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کسی کو دربار والسرائے میں تھوڑی دیر کو رسائی ہو جاتی ہے اور حاکم اس سے دو چار باتیں کر لیتا ہے تو اس شخص کی خوشی کی کچھ انتہا نہیں رہتی بار بار احباب کے سامنے دربار میں اپنے جانے کا واقعہ مسرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ تو پھر جو شخص دربار حقیقی میں پہنچ جائے اور احکم الحاکمین کے ساتھ نماز میں ہم کلام ہو اس کی خوشی اور بشاشت کا کیا پوچھنا) بخلاف اس شخص کے جو ان اوقات میں سوتا رہے کہ وہ صبح کے وقت سست اور خبیث النفس ہو کر اٹھتا ہے اور اس کی ساری ضرورتیں اور حاجات معطل اور بند پڑی رہتی ہیں (پس سب مسلمانوں کو عموماً سالکین کو خصوصاً اوقات تجلی میں ضرور بیدار رہنا چاہیئے) پھر عزیز من! جب تم کو ان مبارک درباروں میں اور بزرگ اوقات میں حق تعالیٰ سے کچھ قرب نصیب ہو تو مناسب یہ ہے کہ امور متعلقۂ آخرت اور مسلمانوں کے عام مصالح کے لئے درخواست کرو۔ ہاں اگر انسان کا یقین کمزور ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ اول اپنی ضروریات کے لئے دعا اور درخواست کرے مگر حد سے نہ بڑھنے پاوے (مثلاً کسی محال چیز کی درخواست نہ کرے جیسے نبوت

وغیرہ کی دعا۔ نیز حرام اور ناجائز امور کی درخواست بھی نہ کرے۔ اسی طرح جنت کے کسی خاص محل کسی خاص درجہ کی فرمائش نہ کرے اور حتی الامکان حدیث یا قرآن کی دعاؤں کو اختیار کرے) اور اگر یقین کامل عطا ہو چکا ہو تو پھر اول دوسروں کے واسطے دعا کرے اور اپنے لئے دعا موخر کرے۔ سیدی ابراہیم مبتولی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمھارے میں سے کسی کو حق تعالیٰ شانہٗ کا کچھ قرب نصیب ہو جائے تو اس کو اپنے زمانہ کے تمام مسلمانوں کے لئے سفارش کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ سب سے درگزر فرمائیں پھر فرمایا کہ شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے عرض کیا کہ میری سفارش میرے زمانہ کے تمام مسلمانوں کے حق میں قبول کر لی جائے اچانک ہاتف نے کہا کہ ہم نے تمھاری شفاعت سب کے بارے میں منظور کی۔ واللہ غفور رحیم ۰

عہد (۶۱)

تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک ہم تمام اصحاب خدمت کی جو آفاق زمین میں پھیلے ہوئے ہیں معاونت اور امداد ان کے حفظ مراتب میں نہ کر لیا کریں اس وقت تک نہ کسی رات سوئیں نہ

جاگیں (مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے سپرد حق تعالیٰ نے تکوینی خدمت یا شرعی ہدایت وغیرہ کر دی ہے قطب زمانہ کو ہر صبح وشام اُن کی امداد کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے منصب کو اچھی طرح ادا کرتے رہیں - علامہ شعرانی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ قطب زمانہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے اُن کے مشائخ نے یہ عہد اُن سے لیا) - اور امداد کی صورت یہ ہے کہ ہم ایک نگاہ قلبی تمام دنیا کی آباد اقلیموں پر اور جتنے دریا عالم کو محیط ہیں اُن سب پر ڈالیں اور حق تعالیٰ کا اسم اعظم زبان و دل سے یاد کرتے رہیں حتیٰ کہ سب سے فراغت ہو جائے اور تمام عالم پر نظر ڈالنے کی وہی صورت ہو گی - جو آئینہ پر نظر ڈالتے ہوئے حالت ہوا کرتی ہے تو جس قدر بلاد اور پہاڑ اور دریا آئینہ دل میں بالمقابل نظر آئیں اُن سب پر توجہ کرتے اور اسم اعظم پڑھتے رہیں - کیونکہ انشاء اللہ جتنی صورتیں آئینہ قلب کے سامنے آئیں گی دیکھنے والے کو وہ سب اُس میں منقش معلوم[1] ہوں گی اور ہم نے اس عہد کو رسالہ آداب میں بوضاحت بیان کر دیا ہے -

---

[1] سچ ہے وتحسب انک جرم صغیر - وفیک انطوی العالم الاکبر

انسان سمجھتا ہے کہ میں ذرا سا ہوں حالانکہ اُس میں سارا عالم اکبر سمایا ہوا ہے - آئینہ دل میں دنیا بھر کے شہر اور پہاڑ اور سمندر سب محفوظ ہیں - اُس میں جنت اور دوزخ - عرش و کرسی وغیرہ سب کا نقشہ موجود ہے جس کی چاہے سیر کر لے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا بہ چمن درآ

عہد (۶۲)

مسلمانوں کے ہر غم میں شریک ہونا چاہیئے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ مسلمانوں پر ہر دن جو مصائب اور افکار نازل ہوتے ہیں جب ہم کو خبر پہنچے تو ہم بھی اُس غم میں شریک ہوں یہاں تک کہ ہر دن آفتاب غروب ہونے کے وقت ہمارے جسم کی حالت (فرطِ غم سے) گھُل گھُل کر ایسا ہو جائے جیسے کسی نے آدہ سیر زہر پی لیا ہو۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر پورا عمل ہو جائے المؤمنون کالجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر البدن بالسهر والحمی کہ مسلمان سب ایک جسم کے مانند ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱

مگر ہر شخص کو انکشاف ہونا ضروری نہیں۔ نہ کشف کے درپے ہونا چاہیئے۔ اکثر اہل خدمت بزرگوں کو زیادہ کشف ہوا کرتا ہے اور اہل ارشاد کو یہ کشف کونی کم ہوتا ہے البتہ القاء علوم والہام وارادت زیادہ ہوتے ہیں جو کہ انبیا علیہ السلام کے علوم ہیں اور وہی قابل قدر ہیں۔ خضر علیہ السلام کشف کونی اور مکاشفات ناسوتی میں بڑھے ہوئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کشف الٰہی میں زیادہ تھے۔ اب خود فیصلہ کرلو کس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ سچ کہا ہے ؎

دل ہو وہ جس میں کچھ نہ ہو جلوہ یار کے سوا — میری نظر میں خاک بھی جام جہاں نما نہیں

جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن (اس کا شریک
حال ہوتا ہے اور ہر عضو) بخار اور بیداری میں اس کا ساتھ دیتا ہے۵

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند | کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار | دگر عضو ہارا نماند قرار

تو (دیکھو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن ہو
تو ہر بیمار آدمی اور جس کو حکام کی کچہریوں میں (ناحق) سزا دی جائے
بلکہ جس مسلمان کی بھی تکلیف کی جب خبر ملا کرے اس میں شریک ہوا
کرو (یعنی تمھارے قلب اور جسم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیئے)

عہد (۶۳)

جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے یہ کہہ دیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس جماعت میں عداوت اور بغض
دیکھیں اور ان میں صلح کرانے سے ہم عاجز ہو گئے ہوں تو (دونوں
فریق سے مدارات اور خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے رہیں اور) ہر
فریق سے بطور مدارات کے کہہ دیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں
تمھارے ہی طرف ہیں لیکن (اس کا خیال رہے کہ) یہ بات کہتے
ہوئے دل میں یہ خیال نہ کریں کہ ہم ہنسی مذاق اور دل لگی سے

ایسا کہہ رہے ہیں (کیونکہ کسی کا مذاق اڑانا اور محض دل لگی سے اپنے کو اُس کا ساتھی بنانا نفاق کی علامت ہے) منافقین کی جو زیادہ مذمت (قرآن میں) کی گئی ہے وہ اَنا معکم (ہم تمہارے ساتھ ہیں) کہنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اُن کے اس بات کی وجہ سے زیادہ مذمت کی گئی کہ انما نحن مستھزؤن بھی کہتے تھے کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں (اور محض چال و فریب سے اپنے کو اُن کے سامنے مسلمان ظاہر کرتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن کی صرف اسی بات کا اپنے اس قول میں رد فرمایا اللہ یستھزی بھم کہ حق تعالیٰ اُن کے اس استہزا اور دلگی کی پوری سزا ان کو دیں گے (انا معکم کا کوئی رد نہیں فرمایا کیونکہ اتنا کسی سے کہدینا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں فی نفسہٖ بُرا نہیں ہاں استہزا کی نیت سے کہا جائے تو بیشک برا ہے) اور مدارات اسی کا نام ہے (کہ ہر مسلمان سے کہدیا کریں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں) اور عارفین اس کو اچھی باتوں میں اور خصال حمیدہ میں شمار کرتے ہیں اور جب عارفین (کسی سے) کہتے ہیں (کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں) تو وہ اس بات میں بالکل سچے ہوتے ہیں کیونکہ واقعی وہ تو خیر خواہی اور دعا سے ہر فریق کے ساتھ ہوتے ہیں (ہر اک کے لئے دعاء خیر کرتے ہیں) جو کہ شرعاً پسندیدہ اور عادت محمودہ ہے اس کو خوب سمجھ لو یہ معرفت کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور خدا تم کو ہدایت دے۔

عہد (۶۴)

مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک اپنے نفس کے باریک باریک دھوکوں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کرلیں اُس وقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ (واقع میں تو) محض حظ نفس کے لئے قطع تعلق کیا جاتا ہے اور نفس اُس میں باتیں بنا دیتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں اور اس پر بہت سی دلیلیں قائم کر دیتا ہے بالخصوص اگر یہ شخص جو تعلق قطع کر رہا ہے خصومت اور جھگڑا کرنے والا ہو (تب تو اُس کے نفس کا کچھ اعتبار ہی نہیں) اور اگر یہ بول چال بند کرلے والا (مسلمانوں سے تعلق قطع کرنے والا) اس بات میں غور کرلیا کرے کہ (اس گناہ کی وجہ سے) اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں پہنچے گا (جب تک کہ اپنے بھائی سے صلح نہ کرلے) تو ہرگز کسی سے ترک تعلق نہ کیا کرے اور مسلمان کی عزت و حرمت کا ہمیشہ لحاظ کیا کرے۔ ہاں اگر دوسرا شخص کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو (اور اُس سے توبہ نہ کرتا ہو تو اُس کے چھوڑ دینے میں اور اس سے بات چیت بند کر دینے میں کوئی حرج

نہیں) مگر اس وجہ سے ترک تعلق بہت کم کیا جاتا ہے اکثر اُسی شخص سے ترک تعلق کیا جاتا ہے جو ہماری مرضی کی مخالفت کرے اور بس (باقی) حق تعالیٰ جس کی حفاظت چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں خود فرماتے ہیں (ورنہ اکثر لوگ اسی مرض میں مبتلا ہیں کہ محض اپنی مرضی کی مخالفت کرنے سے دوسرے آدمی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں) اور سب سے بدتر کینہ اور قطع تعلق وہ ہے جو علما میں ہو یا اُن لوگوں میں جو صلحا کی صورت بنائے ہوئے ہیں کیونکہ اس سے عام لوگوں میں بہت ہی فساد برپا ہوتا ہے۔ واللہ غفور رحیم ہ

عہد (۶۵)

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرّہ برابر کچھ بھی ادا کیا ہے اور یہ (جب ہو سکتا ہے) کہ ہم اپنے نور ایمان اور پختہ یقین کے ساتھ یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں شروع سے لیکر انتہا تک سب کا پیدا کرنے والا خدا ہے جب سارے اعمال خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے اُسی کی توفیق سے عطا ہوئے ہیں تو اُسی کی دی ہوئی چیز سے اُس کا حق کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ بھلا غور تو کرو غلام

کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اُس کے آقا کا عطیہ ہے اگر وہ اُس کو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اُس کا حق ادا کر دیا تو اُس سے بھی زیادہ کوئی بیوقوف دنیا میں ہے اور خدا کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے - پیدا اُس نے کیا ہوش و حواس عقل و تمیز بینائی شنوائی ہاتھ پیر غذا وغیرہ سب اسی کی پیدا کی ہوئی اور اُسی کی دی ہوئی ہیں جن کے سہارے سے کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال ہم کر لیتے ہیں پھر حق کس چیز سے ادا کیا - اپنے گھر کی کون سی چیز ہے جو خدا کے سامنے پیش کر دی - توفیق اور ارادہ و ہمت بھی اُسی کی دی ہوئی ہیں خوب کہا ہے ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور یہ جو زبان سے ہم کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم بہت ہی قصور وار ہیں اس سے تو صرف اپنی عاجزی اور خدا کی بزرگی کا اظہار ہوتا ہے - ہاں جس نے دل سے اس کا مشاہدہ کر لیا اُس نے اتنا شکر ادا کر دیا جتنا کہ بندوں کے حق میں واجب تھا - رہا دہ شکر جس کو حق تعالیٰ کا کمال چاہتا ہے تو ہم لوگوں نے خدا تعالیٰ کی جیسی قدر جاننا چاہیئے ویسی قدر ہی نہیں جانی - (بس بندہ کا کامل شکر یہ ہے کہ ہمیشہ یہی سمجھتا رہے کہ اُس نے ذرہ برابر بھی خدا کا حق ادا نہیں کیا - نہ تھوڑا نہ بہت - کیونکہ تقصیر اور کوتاہی سمجھنے میں بھی کسی قدر حق ادا کر دینا سمجھا جاتا ہے - حالانکہ انسان کچھ بھی ادا نہیں کر سکتا) اور جس کو کمال شکر کہا جاتا ہے وہ بھی بندہ کے اعتبار سے کامل ہے - خدا کے حقوق کے سامنے وہ بھی کچھ نہیں ؎

(بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش | عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خدا ویش | کسی نتواند کہ بجا آورد)

واللہ علیم خبیرہ

عہد (۶۶)

جو کوئی ہماری مدح کرے اُس کو ڈانٹ دیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی ہماری مدح شعر یا نثر میں کرے خواہ تنہائی میں یا مجمع میں اُس کو ڈانٹ دیا کریں اور مجمع میں تعریف کرنا تو بہت ہی سخت ہے (اور ڈانٹ دینے کا حکم اس لئے کیا گیا) تاکہ ہم اپنے پروردگار کے ساتھ حمد و مدح میں شریک ہونے سے (ہمیشہ) بھاگتے رہیں حمد کے لائق حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات ہے پس جو کوئی اپنی مدح سنتا ہے وہ بھی اپنے کو لائق حمد سمجھتا ہے تو اک گونہ خدا کی شرکت کو اُس نے پسند کیا (اور ذرا سا شرک بھی کفر طریقت ہے) اور اکثر جن باتوں کے ساتھ شعرا آج کل لوگوں کی مدح کرتے ہیں حس ظاہری خود اُس کی تکذیب کر دیتا (یعنی اکثر تعریفوں میں کھلا جھوٹ ہوتا ہے) ۔ پس ہم جیسوں کو ہرگز کسی کو اپنی مدح پر جراءت نہ دینا چاہیئے اور جو کوئی ہم جیسوں میں یہ دعویٰ کرے کہ مدح سے میرے اندر کچھ تغیر نہیں آتا اُس سے کہنا چاہیئے کہ جس وقت تمہاری مذمت

کی جائے اُس وقت اپنے نفس کا امتحان کرو اگر مذمت کے وقت بھی بُرائی کرنے والے سے کسی قسم کا تغیر (دل میں) نہ پیدا ہو تو واقعی وہ سچا ہے (اُس کو مدح سے بھی تغیر نہ ہوتا ہوگا اور اگر مذمت کے وقت اُس کے اندر تغیر پیدا ہو جائے تو اُس کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ مدح سے مجھ کو تغیر نہیں ہوتا مذمت سے متغیر ہونے والا مدح سے بھی ضرور متاثر ہوگا)۔ سیدی احمد بن رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ جو شخص تمام احوال میں اپنے نفس کو متہم نہ سمجھے اُس کا نام مردانِ (طریق) میں نہیں لکھا جاسکتا ہم جیسوں میں کوئی کیا دعویٰ کر سکتا ہے کہ مدح سے اُس کو تغیر نہیں ہوتا حالانکہ وہ سرتاپا اپنے شکم و فرج کی لذت اور جاہ و ناموری کی خواہش میں دن رات ڈوبا ہوا ہے۔ برادرم افضل الدین رحمتہ اللہ علیہ کی مجھ کو اور تمام دوستوں کو یہ وصیت تھی کہ جو کوئی تمھارے عیبوں کو چھپائے اور تمھارے نفس کی تعریف کرے اور تمھاری بات کو سنے اور تمھارے علوم کو پھیلائے اُس سے بہت بچتے رہو کیونکہ وہ باطن میں سب سے بڑا تمھارا دشمن ہے مگر تم کو خبر نہیں اور جو کوئی تم کو بُرا بھلا کہے وہ تمھارے حق میں اُس سے بہتر ہے کیونکہ بُرا کہنے والا تمھارے پوشیدہ عیبوں پر تم کو مطلع کرتا ہے اور مدح کرنے والا عیوب کو تم سے پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور بخدا جو دشمن تم کو خدا تک پہنچا دے وہ اُس دوست سے ہزار درجہ بہتر ہے جو تم کو خدا تعالیٰ سے جُدا کر دے۔ سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب ایک بات انسان کے اندر موجود ہو تو وہ سب سے پیچھے رہ جائے گا۔ وہ یہ کہ اپنے آپ کو علم و فضل میں دوسرے سے

آگے سمجھتا ہو اور یہ بھی فرماتے تھے کہ تعریف کرنے والے کی بات کو کان لگا کر سننا ریاکار کی علامت ہے۔ برادرم افضل الدین رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی اُس تعریف کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھے (کیا جب بھی وہ ریاکار ہے) فرمایا کہ یہ بڑے لوگوں کا مقام ہے۔ ہم جیسوں کا یہ رتبہ نہیں۔ اور جس نے اپنا مرتبہ پہچان لیا وہ (بڑی) راحت میں رہتا ہے۔ واللہ علیٌّ حکیم ٥

عہد (۶۷)

جو کوئی ہماری تعریف کرے اُس کے منہ میں مٹّی جھونک دیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی ہماری تعریف کرے اُس کے منہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔ شیخ محی الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ ہاتھ میں مٹی لے کر نرمی سے اُس تعریف کرنے والے کے سامنے پھینک دیا کریں پھر اُس سے کہہ دیں کہ جو شخص اسی مٹی سے پیدا ہوا ہو جس کو مخلوق کے قدم پامال کرتے رہتے ہیں وہ کب اس قابل ہے کہ اُس کی مدحؔ کرو۔ میں کیا چیز ہوں میرا کیا رتبہ ہے

لہ حجۃ اللہ فی زمانہ سیدنا مولانا رشید احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں لکھا تھا بندہ کو مدح و ذم برابر ہے۔ حضرت حاجی صاحب

(اور یہ الفاظ کہتے وقت) سچے طور پر حقیقتاً اپنے نفس کو برا بھلا کہتے اور دھمکاتے رہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلب اس ارشاد سے۔ احثوا فی وجوہ المداحین التراب۔ مداحوں کے منہ میں مٹی جھونک دیا کرو یہی ہے (جو ہم نے بیان کیا کہ اس سے کہدو کہ جس کی اصل پیدائش مٹی سے ہے وہ مدح کے قابل نہیں)۔ اور عزیزمن سچے دل سے ان الفاظ کے نکلنے کی کسوٹی یہ ہے کہ جو لوگ تمہارے لئے محفلوں میں کبھی نہ کھڑے ہوں یا کوئی تمھارے منہ پر جوتا رکھ کر چلا جائے اُن سے نفس کی وجہ سے تم ذرا مکدر نہ ہو۔ کیونکہ تم مٹی ہو (پھر اگر منہ پر جوتے کی مٹی بھی لگ جائے تو کیا مضائقہ ہے)۔
واللہ اعلم ۰

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰

نے اس پر مبارک باد دی کہ یہ بڑے عارفین کا مقام ہے۔ اور میں نے اپنے استاد مولانا محمد عبداللہ صاحب دام ظلہم سے سنا ہے کہ ایک بار کسی نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شان میں قصیدہ مدحیہ لکھ کر حضرت کو سنایا جب ختم کر چکے تو حضرت نے ایک مٹھی بھر کر مٹی اُن کی طرف پھینک دی پھر یہ حدیث پڑھی اھ واقعی حضرت والا معرفت و اتباع سنت میں حجۃ اللہ تھے۔
مترجم

عہد (۶۸)

جو شخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اُس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کا نفس (بلندی پر) قائم ہو خصوصاً جب کہ وہ بغیر علم کے بحث و مباحثہ کرتا ہو اُس سے ہرگز مقابلہ کے ساتھ پیش نہ آئیں کیونکہ ایسے شخص سے مقابلہ کرنا ہم کو اور اُس کو دونوں کو مضر ہوگا بلکہ ایسے شخص کے ساتھ نرمی اور رحمت کے ساتھ ہم کو گفتگو کرنا چاہیئے بشرطیکہ گفتگو کا موقع بھی ہو (اور ضرورت ہی آپڑے) اور اگر ایسے شخص کے ساتھ ہم نے بھی اُسی طرح سختی سے کلام کیا جیسے وہ ہم سے کرتا ہے تو پھر اُس پر اعتراض کرلے کا ہمیں کیا حق ہے (کیونکہ جب ہم بھی اُسی مرض میں مبتلا ہیں جس میں وہ گرفتار ہے تو ہم اور وہ دونوں اس عیب کی وجہ سے قابل اعتراض ہیں) عاقل وہ ہے کہ جس طرح غصہ و غضب میں اپنے کو معذور سمجھتا ہے دوسرے کو بھی معذور سمجھے۔ کیونکہ وہ بھی اسم قاہر[1] کے تحت میں ہے (جس کی وجہ

---

[1] اسم قاہر کے تحت میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ یہ عالم مظہر صفات خدا تعالیٰ ہے ہر چیز اور ہر حالت میں کسی نہ کسی صفت خداوندی کا ظہور ہوتا ہے مثلاً سلاطین میں صفتِ معزّ کا اور رعیت میں صفتِ مذل کا مالداروں میں صفتِ باسط

سے غصہ اور غضب میں وہ مغلوب ہو گیا) تو عزیز من ! جیسا کہ تم اُس کی بات کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ تمھارے (دل میں ایک بات جمی ہوئی ہے اور) نفس نے تمھارے ذہن میں اس کو آراستہ و مزین کر دیا ہے اسی طرح دوسرے کی بھی یہی حالت ہے (پس اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اپنے غصہ کو بجا اور دوسرے کے غضب کو بیجا خیال کیا جائے جیسا کہ تمھارے نزدیک وہ حق بات سے انکار کرتا معلوم ہوتا ہے اُس کی نظر میں تم بھی ایسے ہی معلوم ہوتے ہو یہ کیا ضرور ہے کہ جس بات کو تم حق سمجھتے ہو وہ سب کے نزدیک بھی حق ہو اگرچہ اس لئے دوسروں کو بھی معذور سمجھنا چاہیئے جیسا کہ اپنے کو معذور خیال کرتے ہو) واللہ علیم حکیم ٥

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۲

کا تنگ دستوں میں صفت قابض کا ، علماء و حکماء میں صفت علیم و حکیم کا ۔ راہنما و رہبروں میں اسم ہادی کا ظہور ہے اسی طرح تمام چیزوں کو اسی پر قیاس کر و غرض صفت خداوندی کو اسم سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نام بھی ہیں ۔ اور صفات بھی پس علامہ فرماتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں انسان اسم قاہر کے تحت میں ہوتا ہے ۔ یعنی اُس وقت حق تعالیٰ کی صفتِ قہر کا اُس سے ظہور ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس تعلقِ ظہور سے انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہے بلکہ جیسا ارادہ اور جیسی کوشش کی جائے اُسی کے موافق کوئی صفت خداوندی اُس شخص کے متعلق ہو جاتی ہے اگر رحمت و شفقت کا ارادہ کریگا صفت رحیم اس کے متعلق ہو جائے گی اور وہی اُس کی تربیت کرے گی اگر ظلم و جفا غضب و غصہ کو پسند کرے گا صفت قاہر اُس کی تربیت کرے گی اور اس میں اسی کا ظہور ہو گا ۔ اب جو چاہو اختیار کر لو ۔ جس شخص کی تربیت مثلاً صفت رحیم کے ساتھ

عہد (۶۹)

جو لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں اُن پر جلدی اعتراض نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو لوگ ظالموں (اور فاسقوں کے) ہدایا اور مشتبہ مال و دولت اور کھانا کپڑا وغیرہ قبول کر لیتے ہیں اُن پر جلدی سے اعتراض نہ کیا کریں بلکہ صبر کر کے دیکھیں کہ وہ اُس کو کہاں اور کن لوگوں پر صرف کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس حرام اور مشتبہ مال کو (اپنے صرف میں نہ لاتے ہوں بلکہ) ایسے لوگوں پر خرچ کرتے ہوں جو اُس کے مستحق ہیں۔ جیسے اندھے آدمی۔ بیوہ عورتیں اور قرض والے اور زیادہ عیالدار (پس جو شخص ظالموں کے ہدایا قبول کر کے اپنی ذات پر نہ خرچ کرتا ہو بلکہ مستحقین میں صرف کر دیتا ہو وہ اعتراض و ملامت کے قابل نہیں۔ یاد رکھو) کوئی مشتبہ روپیہ پیسہ اور حرام لقمہ اور کپڑا ایسا نہیں جس کا کوئی مستحق دنیا میں موجود نہ ہو اور جو لوگ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳

کی جائے گی۔ اُس کا منتہیٰ جنت اور جس کی تربیت صفت قہر کے ساتھ کی جائے گی اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

مترجم

روشن ضمیر ہیں اُن کی مثال معمار کی طرح ہے کہ وہ ہر اینٹ کے رکھنے کی جگہ خوب بھلے پہچانا کرتا ہے (اسی طرح عارفین بھی ہر مال کا مصرف خوب پہچانتے ہیں۔ وہ مشتبہ اور حرام مال کو ایسے ہی لوگوں میں خرچ

لہ حضرت حکیم الامت نے اس مقام پر فرمایا کہ بزرگان سلف کی باتیں دیکھ سن کر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرات بھی بالکل اسی طریقہ پر تھے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ وحضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا قیام مطبع ہاشمی میرٹھ میں تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا حجرہ نیچے تھا اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اوپر تھا۔ ایک دفعہ ایک رنڈی اپنی لڑکی کو لے کر آئی۔ کسی سے سن لیا تھا کہ مطبع میں بزرگ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اول مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت ہمارا گزر اسی لڑکی پر ہے اور یہ بیمار ہے اس کا کام نہیں چلتا کوئی تعویذ دیدیجئے کہ یہ اچھی ہو جائے اور کام چلنے لگے۔ مولانا گھبرا گئے فرمایا کہ بزرگ اوپر ٹھہرے ہوئے ہیں اُن سے جا کر کہو۔ وہ اوپر مولانا یعقوب صاحب کے پاس پہنچی۔ مولانا حجرہ میں تنہا تھے۔ عورتوں کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ فوراً پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئیں۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا کہ اوپر ایک بزرگ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مجھے تعویذ کی ضرورت ہے۔ وہ سارا قصہ کہنے لگی۔ مولانا نے فوراً ایک تعویذ لکھ کر اُس کے حوالہ کیا۔ کچھ حال سنا کچھ نہ سنا۔ اور فرمایا کہ بس جلدی یہاں سے رخصت ہو۔ اس کے بعد مولانا نیچے تشریف لائے اور بہت خفا ہوئے کہ لوگوں کو خدا کا خوف نہیں آتا نامحرم عورتوں کو میرے پاس بھیج دیا۔ یہ نہ خیال آیا کہ آخر نفس وشیطان میرے ساتھ بھی ہے۔ میں فرشتہ تو نہیں ہوں۔ اگر میری نیت میں فتور آجاتا تو بس میں تو تباہ ہو گیا تھا۔ چند روز گزرے تھے کہ وہی رنڈی بہت سی مٹھائی لے کر آئی کہ اُس تعویذ سے میری لڑکی کو آرام ہو گیا اور اُس کی آمدنی بڑھ گئی ہے۔ میں بزرگ صاحب

کرتے ہیں جو اُس کے مستحق ہیں) اور حق تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے روزی پہنچاتے رہتے ہیں۔ اخیر عمر میں سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ اسی قدم پر تھے۔ نیز سیدی ابوبکر حدیدی اور شیخ محمد منیر بھی اور شیخ محمد عراق اُن لوگوں پر انکار کرتے تھے (جو غربا کی مصلحت سے حرام و مشتبہ مال قبول کر لیتے ہیں) اور فرمایا کرتے تھے کہ اس میں اپنے ذمہ ایک بار لینا ہے اور غنیمتِ ثواب سے سلامتی مقدم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا میلان بھی اسی طرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ٥

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۵

کے واسطے یہ مٹھائی لے کر آئی ہوں۔ مولانا نے فرمایا اچھا رکھ دے اور چلی جا۔ اس کے بعد مولانا نے مطبع والوں سے فرمایا کہ یہ مٹھائی حرام مال کی ہے جس شخص کے یہاں فاقہ ہو اُس کو تو کھانا حلال ہے اور جس کو ضرورت نہ ہو اس کے لئے حرام ہے۔ مطبع والوں میں سے کسی نے بھی نہ چکھا۔ پھر آپ اس کو لے کر سڑک پر کھڑے ہو گئے اور یہی بات سب رستہ چلنے والوں سے فرما دی کہ یہ مٹھائی حرام مال کی ہے جو فاقہ بھرتا ہو اس کے لئے حلال ہے۔ جس کو ضرورت نہ ہو اُس کو حرام ہے۔ جو اہلِ ضرورت تھے وہ لیتے جاتے تھے اسی طرح سب ختم ہو گئی۔
مترجم

عہد (۷۰)

اپنے دوستوں میں سے کسی کو دوسروں کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرنے دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھی لوگوں کے منصبوں (اور جاگیروں) میں (اپنی ذات کے واسطے) کوشش نہ کرنے دیں (کہ دوسروں کے منصب یا جاگیر کو اپنی طرف منتقل کرائے) بالخصوص اگر وہ (جاگیر یا) منصب کسی بے زبان فقیر کے ہاتھ میں ہو جس کا مددگار مخلوق میں کوئی بھی نہیں یا کسی میت کے ہاتھ میں تھا جو ایسی اولاد یا بھائی وغیرہ چھوڑ کر مر گیا ہے کہ وہ اپنے واسطے اُس جاگیر وغیرہ کے منتظر (اور خواہش مند) ہیں (ایسی صورت میں تو کسی غیر شخص کا اُس جاگیر یا منصب میں اپنے واسطے سعی کرنا بہت ہی نازیبا ہے) اور آج کل قرآن پڑھنے والوں کی ایک جماعت میں یہ مرض پایا جاتا ہے حالانکہ اُن کے واسطے یہ بہت ہی بے جا بات ہے کہ اُن سے ایسے کام سرزد ہوں حتیٰ کہ میں نے بعض وہ لوگ بھی دیکھے ہیں جو اپنے استاد کے منصب میں جس نے اُن کو پڑھایا لکھایا تھا اپنے واسطے کوشش کرتے تھے۔ اور یاد رکھو جو شخص کوئی منصب یا جاگیر وغیرہ کسی آدمی کے ہاتھ سے نکال کر اُس

کا دل پھونکتا ہے یا ایسے منصب کے لئے کوشش کرتا ہے جس کے
امیدوار میت کے اہل و عیال تھے (اس کو ضرور اس ظلم کا بدلہ
ملے گا اور گویا) اُس نے خود اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کر دیا ہے
پھر حق تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مسلط فرمائیں گے جو خود اُس کے یا بعد
میں اس کی اولاد کے مقابلہ میں اسی قسم کی بے جا کوشش کر کے اُس کا
یا اُس کی اولاد کا دل جلا دے گا اور سب سے زیادہ سخت بات یہ
ہے کہ دو آدمی ایک محلہ یا ایک مسجد کے رہنے والے ہوں کہ ہر وقت
ایک دوسرے کے سامنے آتا (اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا) ہو
(پھر ان میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کے منصب کو اپنی طرف
منتقل کرائے) عقلمند آدمی کے سامنے تو اگر دنیا بھر کے مال و دولت
بھی لا کر رکھ دیئے جائیں جن کے لینے سے کسی مسلمان کا دل دکھتا ہو
تو وہ (ہرگز ایسے مال و دولت کو پسند نہ کرے گا بلکہ) یہی چاہے گا
کہ مسلمان بھائی کا دل میلا[1] نہ ہو کیونکہ مسلمان کی بڑی حرمت ہے۔

---

[1] افسوس آج کل مسلمانوں میں یہ اتفاق ایسا کھویا گیا کہ گویا کبھی اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جاگیر یا منصب کو تو الگ رکھئے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جس طرح ہو سکے دوسرے کی مملوکہ جائداد زمین و باغات کو بھی دبا لیا جائے چنانچہ جو زبردست ہیں وہ غریبوں پر جو کچھ ظلم و ستم ڈھاتے ہیں ظاہر ہے۔ کسی کی زمین دبالی کسی کا مکان دبا لیا کسی کا باغ کٹوا دیا۔ وہ وہ ظلم برپا کئے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں کو تو نانِ شبینہ کا بھی محتاج بنا دیا پھر اس پر شکایت ہے کہ مسلمان ذلیل ہو گئے پست ہو گئے۔ ترقی نہیں کرتے۔ اس حالت کے ساتھ خدا کی نصرت کیونکر ہمراہ ہو سکتی ہے۔
مترجم

شیخ عبدالرحیم ابناسی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ ان کو ایک میت کی جاگیر دی گئی جس کی آمدنی روزانہ بارہ نصف تھی (نصف کوئی سکہ ہے جو اُس زمانہ میں رائج تھا ممکن ہے کہ نصف درہم ہو) اور سلطان نے اس کی بابت حکم نامہ لکھ دیا جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ میت نے ایک بچہ چھوڑا ہے تو فوراً سلطانی فرمان کو واپس کر دیا اور بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ میرے دل کی خوشی چاہتے ہیں تو یہ جاگیر میت کے لڑکے کے واسطے لکھ دیجئے۔ چنانچہ اسی کے نام لکھ دی گئی۔ حق تعالیٰ ان سے راضی رہیں۔ اور سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متقی کو تو وظائف دینی کی تنخواہ سے بھی[1] نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ

---

[1] وظائف دینیہ پر تنخواہ ملنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بطور عقد اجارہ کے پہلے ہی تنخواہ مقرر کی جائے کام کی مقدار گھنٹوں کی شمار قوانین مخصوصہ کی پابندی وغیرہ طے کر لی جائے اس صورت میں اگرچہ تنخواہ ملنے سے پہلے نفس کو انتظار ضرور ہوگا مگر یہ انتظار اختیار سے باہر ہے کیونکہ جب معاملہ صراحتہً طے کیا گیا ہے تو یقیناً نفس کو معلوم ہے کہ ایک ماہ کے بعد تنخواہ کا مستحق ہوں گا اور مجھ کو تنخواہ ملے گی اس لئے یہ صورت حدیث کی ممانعت میں داخل نہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کے تم پہلے سے بطور معاملہ کے مستحق نہیں ہو بلکہ از سر نو بطور ہدیہ یا عطیہ کے تمھارے پاس آئیں تو اگر کسی قرینہ وغیرہ کی وجہ سے اس کا ملنا پہلے سے معلوم ہو گیا ہے جس سے نفس میں اس کا انتظار پیدا ہو گیا ہو اس کو نہ لیا جائے (اور انتظار سے بھی مراد وہ۔ انتظار ہے جو قصداً پیدا ہوا ہو یہاں تک کہ اگر وہ چیز نہ ملے تو صدمہ اور رنج ہو اور اگر محض خطرہ یا وسوسہ پیدا ہوا تو وہ اختیار سے باہر ہے وہ بھی ممانعت میں داخل نہیں) دوسری صورت وظائف

اس میں نفس کو انتظار رہتا ہے چنانچہ جس دن یا جس مہینہ یا جس سال میں تنخواہ ملتی ہے وظیفہ والے کا نفس ہمیشہ اُس وقت کا منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ جب تنخواہ وصول ہو جاتی ہے اُس وقت انتظار رفع ہوتا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے اس چیز کے لینے سے منع فرمایا ہے جو نفس کے انتظار کے بعد آئے۔ علی خواصؒ ایسی چیز ہرگز قبول نہ فرماتے تھے جس کا علم اپنے سامنے آنے سے پہلے اُن کو ہو چکا ہو اور فرمایا کرتے تھے (پہلے معلوم ہو جانے سے) نفس اُس کا منتظر ہو جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹

دینیہ پر تنخواہ ملنے کی یہ ہے کہ پہلے سے معاملہ وغیرہ کچھ نہ کیا جائے بلکہ محض اللہ کے لئے درس و تدریس وغیرہ شروع کی جائے مگر یہ بات معلوم ہے کہ حاکم اسلام جب کسی کو دین کی خدمت کرتے دیکھتا ہے اُس کو تنخواہ وغیرہ دیا کرتا ہے (جیسا کہ مصر وغیرہ میں سلاطین اسلام کے وقت میں ایسا دستور تھا) اس صورت میں چونکہ کچھ معاملہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ نہ وقت کی پابندی نہ کام کی پابندی بلکہ پڑھانے والا خدا کے لئے پڑھاتا ہے سلطان بیت المال سے اُس کی خدمت کر دیتا ہے تو یہ تنخواہ اجرت نہیں ہوتی بلکہ ہدیہ وعطیہ ہوتی ہے۔ عطایا اور ہدایا کی نسبت یہی حکم ہے کہ بغیر انتظار نفس کے آئے اُس کو قبول کیا جائے اس کی تدبیر یہ ہے کہ گاہے گاہے تنخواہ واپس بھی کر دیا کرے جس سے التزام اور دوام نہ رہے گا اور انتظار اکثر التزام ہی سے ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت فرمایا کرتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کو بالالتزام ہر ملاقات میں ہدیہ نہ دیا کرے اس سے اس کو انتظار ہو جاتا ہے۔

مترجم

عہد (۱۷)

اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لئے بے ضرورت کوشش نہ کرنے دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ فقرا میں سے اپنے کسی دوست کو کسی خالی وظیفہ (یا منصب) کے لئے بے ضرورت کوشش نہ کرنے دیں بلکہ اس کو صبر کرنا چاہیئے یہاں تک کہ خود اس سے درخواست کی جائے (کہ اس منصب کو تم قبول کر لو) اس صورت میں (خدا کی طرف سے) اس کی امداد و اعانت کی جائے گی اور اس منصب کے پورا حق ادا کرنے کی توفیق عطا ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یا عبد الرحمٰن بن سمرہ لا تسأل الامارۃ فانک ان اعطیتها عن مسئلۃ وکلت الیها وان اعطیتها عن غیر مسئلۃ اعنت علیها۔ اے عبد الرحمٰن بن سمرہ حکومت کے لئے خود درخواست مت کرنا کیونکہ درخواست کے بعد اگر تم کو حکومت دی گئی تو تم کو اسی کے حوالے کر دیا جائے گا (اور غیب سے امداد نہ ہو گی) اور اگر بدون درخواست کے دی گئی تو اس پر تمہاری اعانت کی جائے گی۔ اور درویش کو (اچھی طرح) جان لینا چاہیئے کہ تمام دینی

اور دنیوی منصب اور مرتبے اور ظاہری اور باطنی رزق خدا کے فضل سے خود اپنے حقدار کی تلاش میں اُس کی کوشش اور تلاش سے بھی کہیں زیادہ گھومتے رہتے ہیں تاکہ اپنے حقدار ہی کے پاس[۱] پہنچ کر رہیں اور بعض دفعہ جو اُس کے پہنچنے میں دیر ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ طالب کے اندر اس کی شرطیں مجتمع نہیں ہوتیں۔ اگر طالب میں اس حکومت وولایت کی تمام شرائط مجتمع ہو جائیں تو وہ دوڑ کر خود اُس کے پاس پہنچ جائے اور لوگ اپنے آپ اُس سے (قبول منصب کی) درخواست کریں اور (خوشامد کر کے) یہ کہیں کہ اس منصب کے لائق تمہارے سوا کوئی نہیں۔ واللہ علیم حکیم ٥

عہد (۲۷)

اگر سید ہم سے کوئی چیز مانگے فوراً دیدیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی سید (اولادرسول) دنیا کی کوئی چیز ہم سے مانگے تو (فوراً) دیدیا کریں اگرچہ اس وقت

---

[۱] اسی طرح سالک کو خود خلافت حاصل کرنے کی تمنا اور درخواست نہ کرنا چاہیئے بلکہ جب شیخ ازخود خلافت واجازت عطا فرمائے اُس وقت اس منصب کو قبول کرے تاکہ خداتعالیٰ کی طرف سے اس کی اعانت اور اس کے حق ادا کرنے کی کامل توفیق عطا ہو۔ مترجم

اس کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہو اور اگر ہمارے ہاتھ میں
کوئی چیز نہ ہو تو ادب کی بات یہ ہے کہ دل میں پختہ ارادہ رکھیں کہ
اگر یہ چیز ہمارے پاس ہوتی تو ہم فوراً اس شخص کو دے دیتے تاکہ
اولادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی نہ ہو (یہ بہت ہی
بیجا بات ہے کہ) اولادِ رسول کی شان کا اہتمام نہ کیا جائے اور
(لاپروائی سے) ان پر اس طرح گزر جائیں جیسے چھٹے ہوئے جانور
گزرا کرتے ہیں (کہ ان کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون کس درجہ کا آدمی
ہے) حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا
المودۃ فی القربیٰ - اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے
پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا صرف اپنی قرابت کے لئے مودت
اور دوستی مانگتا ہوں - حق تعالیٰ نے لفظ مودت ارشاد فرمایا ہے
جو کہ سخت مضبوط محبت کا نام ہے کیونکہ محبت تو اس کو کہتے ہیں کہ
محبوب کی طرف دل کا میلان ہو اور مودت یہ ہے کہ جان نکلنے
تک وہ میلان باقی رہے تو حق تعالیٰ نے قرابت رسول کے ساتھ صرف
محبت رکھنے پر ہم کو نہیں چھوڑا بلکہ اس میں پختگی اور دوام طلب
کرتے ہیں اور محبوب کا حق یہ ہے کہ اگر وہ اپنے محب سے کوئی چیز
مانگے تو ہرگز انکار نہ کرے حتیٰ کہ جان سے بھی دریغ نہ کرے جیسا
کہ شہدا کفار سے لڑنے کے وقت جان پر کھیل جاتے ہیں اور بہت
ہی نامناسب بات ہے کہ اولادِ رسول کی درخواست پورا نہ کرنے
کے لئے طرح طرح کے بہانے تراشیں اور یہ کہیں کہ جب تک ان کا
واقعی سید ہونا ثابت نہ ہو جائے (اس وقت تک ہم ان کی درخواست

پوری نہ کریں گے ۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسے سید کی خدمت کرنا جس کی سیادت ہنوز ثابت نہیں ہوئی ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ثابت النسب سید کی خدمت کرنے سے زیادہ باعث وقعت ہوتی ہے ۔ چنانچہ پہلے ایک عہد میں یہ مضمون گزر چکا ہے نیز یہ بہانہ کرنا بھی مناسب نہیں کہ سیدوں کی (زیادہ مراعات و) خاطرداری کرنے سے لوگ ہمیں رافضی کہنے لگیں گے اور تو اور اکثر طالب علموں کو یہ بہانہ کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے دمگر یہ بہانہ بالکل واہیات ہے ۔ کیا لوگوں کی جاہلانہ ملامت سے متاثر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ضائع کردیئے جائیں گے ۔ حضور کی اولاد کے ساتھ محبت وعظمت رکھنا یہ بھی حضور کا ایک حق ہے ۔ جس کا امر آیات واحادیث میں وارد ہے ۔ محب رسول کی تو یہ شان ہونا چاہیئے ؎

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں ۔ اگر کوئی سید رافضی بھی ہو تب بھی اس کی خدمت سے دریغ نہ کیا جائے) میں نے بعض علماء سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اولاد رسول اور صحابہ کے درمیان حکم لگانا دکہ کون افضل ہیں ۔ حضرات صحابہ یا اہل بیت) اس مسئلہ کا فیصلہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود فرمادیں گے ۔ باقی ہم تو دونوں کے غلام ہیں اور غلام کا یہ درجہ نہیں کہ اپنے آقاؤں میں کچھ حکم لگائے یا فیصلہ کرے ۔ اور انسان کا اپنے آباؤ اجداد

اور بزرگوں کی حمایت کرنا ہمیشہ ہر زمانہ میں چلا آرہا ہے (تو اگر کوئی سید اپنے آباؤ اجداد کو دیگر صحابہ پر فضیلت دے تو کیا تعجب ہے) اسی وجہ سے بعض علما نے فرمایا ہے کہ سید کا سنی ہونا (کہ وہ حضرات شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے) عجائبات میں سے ہے (کیونکہ اکثر حالت تو یہی ہے کہ انسان اپنے آباؤ اجداد کی طرفداری کیا کرتا ہے۔ اس کے خلاف ہونا بہت نادر ہے۔ سید کا سنی ہونا اس کی علامت ہے کہ وہ بے جا تعصب اور حمیت اور اتباع رسوم سے پاک ہے لیکن حمیت اور طرف داری کی وجہ سے اگر سید لوگ حضرت علی کو حضرات شیخین سے صرف افضل ہی کہیں تو یہ کوئی بڑا جرم نہیں اگرچہ اجماع کے خلاف ضرور ہے مگر حضرات صحابہ کی شان میں گستاخی اور تبرا کرنا اور ان کو گندے اور برے الفاظ سے یاد کرنا پوری شیطنت اور خباثت ہے جیسا کہ ہندوستان وغیرہ کے شیعہ کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت دے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار دوستوں کو برا بھلا کہہ کر پھر بھی وہ حضور سے کسی قسم کی شفقت و عنایت کے امیدوار ہو سکتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ (جو ہم نے بیان کیا کہ سیدوں کی درخواست رد نہ کرنا چاہیئے اور ان کے لئے جان و مال سے کبھی دریغ نہ کیا جائے یہ تو) اُس وقت ہے جب کہ وہ ہم کو اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ بھی یاد نہ دلائے اگر وہ حضور کا واسطہ دے کر ہم سے کوئی چیز مانگے کہ تم کو میرے نانا کی قسم میرے نانا کا صدقہ مجھ کو روپیہ یا پیسہ یا روٹی دے دو اُس وقت تو اُس کی تعظیم و اکرام کرنا

ہمارے ذمہ نہایت ہی ضروری ہے۔ ذرا غور تو کرو اگر تم مثلاً کسی پاشا (یعنی حاکم) کے پاس بیٹھے ہوئے ہو اور اس وقت کوئی شخص تم سے کہنے لگے کہ اس سردار پاشا کے صدقے سے تم مجھ کو چاندی کا سکہ دے دو تو تم کیسے خوش ہو کر اس کو روپیہ نکال کر دیدو گے بلکہ تعجب نہیں کہ سونے کی اشرفی اس کے حوالہ کر دو یا اس سے بھی زیادہ کچھ کر دو محض اس لئے تاکہ اس حاکم کا دل خوش ہو جائے بالخصوص اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ایسا کرنے سے پاشا تم کو اپنا محبوب اور مقرب بنالے گا (تب تو کیا کچھ نہ کرو گے) حالانکہ بعض دفعہ وہ حاکم بہت ہی بڑا ظالم ہوتا ہے (مگر اس کی بھی کچھ پرواہ نہیں ہوتی) اس میں غور کرو اور اگر (حکام کے خوش کرنے کے لئے) اپنے دل کی ایسی حالت پاؤ تو استغفار کرو (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش کرنے کا تم کو اس درجہ خیال کیوں نہیں)۔ واللہ غفور رحیم۔

عہد (۳۷)

اپنے پاس روپیہ و اشرفی پر رات نہ گزرنے دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے پاس روپیہ یا اشرفی پر رات نہ گزرنے دیں[1] اور نہ کل کے واسطے کچھ کھانا وغیرہ رکھیں۔ ہاں اگر

---

[1] میں نے حضرت حکیم الامت سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رح کا ارشاد ہے

قرض ادا کرنے کے واسطے یا اُن محتاجوں کے لئے رکھا جائے جن کی تم خبر گیری کیا کرتے ہو (تو مضائقہ نہیں) حضرات سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی یہی عادت تھی - اور خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے بھی اس عہد کے پورا کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک مشابہت کی توفیق دے رکھی ہے مجھ پر کبھی صدقہ فطر بھی واجب نہیں ہوا - اور خدا سے یہی دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے مرتے دم تک اسی حال پر رکھے - آمین (دیگر) عزیز من! ایک بات یاد رکھو کہ بعض دفعہ جب کسی زاہد تارک الدنیا کے گھر میں اس کے مرنے کے بعد بہت سا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶

کہ عاشق دو قسم کے ہیں - ایک عاشق ذاتی - ایک عاشق احسانی - عاشق ذاتی تو ہر حالت میں محبوب سے خوش رہتا ہے تکلیف ہو یا راحت، کلفت ہو یا نعمت - اور عاشق احسانی اسی وقت تک خوش رہتا ہے جب تک کہ محبوب کے احسانات اپنے اوپر مشاہدہ کرتا رہے - تکلیف اور پریشانی میں اس کی محبت کم ہو جاتی ہے - پھر فرمایا کہ بھائی آج کل ہم لوگ زیادہ تر عاشق احسانی ہیں - عاشق ذاتی کم ہیں - جب تک حق تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات اپنے اوپر دیکھتے رہیں محبت بڑھتی ہے - کلفت اور مصیبت میں محبت کم ہو جاتی ہے اس لئے اس زمانہ میں سالک کے پاس اگر کچھ روپیہ پیسہ ہو تو اس کو جمع رکھے - اس سے نفس کو اطمینان رہے گا اور محبت خود بڑھے گی - اگر سارا خیرات کر دیا اور کلفت کا سامنا ہوا تو اندیشہ ہے کہ خدا سے تعلق کم نہ ہو جائے اھ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عہد اقویا کے لئے ہے - ضعفاء کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد پر عمل کرنا اور کچھ رقم اپنے پاس جمع رکھنا ہی مناسب ہے -

مترجم

مال روپے اور کپڑے پائے جاتے ہیں اس سے لوگوں کو اس کے ساتھ بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے (کہ تارک الدنیا ہو کر اس قدر مال و دولت کس لئے جمع کیا) - حالانکہ بات یہ ہوتی ہے کہ وہ مال و دولت ظالموں کے ہدایا یا ایسے لوگوں کے مال ہوتے ہیں جو کمانے میں احتیاط اور تقویٰ سے کام نہیں لیتے تو فقراء ایسے مال کے خرچ کرنے اور تقسیم کرنے سے اپنے ہاتھوں کو پاک رکھتے ہیں اور اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر (کے چلے جا) تے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ جس طرح چاہیں گے خرچ کر دیں گے (اس لئے ہر شخص پر جلدی سے بدگمانی نہ کرنا چاہیئے) -

---

عہد (۹۷)

ہمارے ہم عصر مخالف کی اگر کوئی تعریف کرے تو ہم کو بھی اس کی تائید کرنا چاہیئے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے کسی ایسے ہم عصر کی تعریف کرے جو ہم پر اعتراض کیا کرتا ہے تو ہم بھی اس تعریف اور مدح میں موافقت (اور تائید) کریں اور اس میں کچھ مین میخ نہ نکالیں - کیونکہ اس میں مجاہدۂ نفس بھی بہت زیادہ ہے اور بہت جلد (اس کے دل سے) عداوت زائل ہو جانے

کی بھی امید ہے۔ کیونکہ جب اُس ہم عصر کو معلوم ہوگا کہ ہم نے ایسے
لوگوں کے سامنے اُس کی مدح کی ہے جن کے سامنے اپنی مدح
کا ہونا وہ بھی چاہتا ہے تو ضرور وہ ہماری طرف مائل ہو جائے گا
اور دشمنی اُس کے دل سے کم ہو جائے گی۔ خاص کر اگر وہ ہم عصر
نہ ہماری تعریف کرتا ہو نہ مذمت (تب تو اُس کی مدح میں بدرجہ
اولیٰ موافقت و تائید کرنا چاہیئے)۔ اسی طرح ہم کو رفتار زمانہ کی
بھی رعایت کرنا چاہیئے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے علم و تقویٰ اور بزرگی
اور کثرت معتقدین کی وجہ سے مشہور کر دیا ہو ہم کو بھی اُس کی تعریف
کرنا چاہیئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے جو اس کو مشہور کر دیا ہے اور ہم کو گمنام
رکھا ہے اس میں ضرور کوئی بڑی حکمت ہوگی اور بسا اوقات ایسا
ہوتا ہے کہ بعضے لوگ اپنے ہمسر و ہمعصر کی تنقیص اور اس پر اعتراض
اس غرض سے کرتے ہیں تاکہ اس کے معتقد ہونے سے لوگوں کو (روکیں
اور اُس سے) نفرت دلائیں مگر اس سے لوگوں کو اُس کا اعتقاد اور
زیادہ ہو جاتا ہے اور یہ (اعتراض کرنے والا) پہلے سے زیادہ مقہور
د ہو جاتا ہے اور نظروں سے گر جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ گمنام
اور پست ہو کر ترقی سے) پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ شخص خدا
تعالیٰ کی مرضی موافق چلتا (اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا اور جس
کو خدا نے شہرت بخشی ہے اُس کے درپے نہ ہوتا) تو یہ اُس کے لئے
زیادہ بہتر ہوتا۔ واللہ علیم حکیم ٥

(یہ عہد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ذرا اس زمانہ کے علما
اور سالکین غور سے دیکھیں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا جاتا ہے۔ افسوس

اور سخت افسوس ہے کہ اس مرض میں ہم سب مبتلا ہیں کسی ہم عصر کی یا اپنے شیخ کے سوا کسی دوسرے بزرگ کی تعریف سننا ہم کو گوارا نہیں اگر کسی کی تعریف سنتے ہیں تو اکثر یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس میں کوئی اعتراض نکالا جائے - اور اگر زبان سے بھی کچھ نہ کہا تو دل سے تو ہرگز خوش نہیں ہوتے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ٥

عہد (۷۵)

جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اُس سے تہذیب اخلاق کی امید نہ رکھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کا علم (ابھی تک) اس کے نفس ہی میں رکھا ہوا ہے (کہ دل تک اُس کا اثر نہیں پہنچا) اُس سے مجاہدہ اور تہذیب اخلاق کا مطالبہ نہ کریں (نہ اُس کی اُس سے امید رکھیں) کیونکہ (اس حالت میں تہذیب اخلاق و مجاہدہ نفس پر) وہ قادر نہیں ہو سکتا بلکہ ہم کو چاہیئے کہ چپکے چپکے اخلاق صالحہ اُس کے اندر آہستہ آہستہ پہنچائیں (اول) دوسروں کے حق میں مثالیں بیان کر کے (اخلاق حمیدہ کی فضیلت اور خصائل ذمیمہ کی مضرت اُس پر ظاہر کریں) یہاں تک کہ علم (کا اثر) اُس کے لطیفۂ قلب یا لطیفۂ روح یا لطیفۂ سِر تک پہنچ جائے جب ان میں

سے کسی ایک میں بھی (علم کا اثر) پہنچ جائے گا تو پھر اس سے اخلاق حسنہ خود بخود ظاہر ہونے لگیں گے بخلاف (پہلی حالت کے جب کہ علم کا اثر نفس ہی تک پہنچا ہو کہ اس وقت اخلاقِ حسنہ کا ظہور بہت دشوار ہے جب تک علم کا اثر قلب یا روح یا سر میں نہ پہنچ جائے مجاہدات و ریاضات سب بیکار ہیں اور یہی حالت طلب کی ہے کہ جب تک طلب کا اثر نفس سے گزر کر لطیفۂ قلب یا لطیفۂ روح و سر میں یا سے کسی میں نہ پہنچا ہو اس وقت تک سالک سے ریاضات و مجاہدات[1] کی توقع بیکار ہے۔ بلکہ اول آہستہ آہستہ طلب کا اثر ان لطائف میں پہنچانا چاہیئے پھر خود بخود اس کی حالت درست ہوتی جائیگی بخلاف علم) نفس کے کیونکہ نفس سراپا ظلمت ہے اور ظلمت میں تلبیس ہوتی ہے (اس لئے نفسانی علم سے نور نہیں پیدا ہو سکتا ایسا علم ہمیشہ دھوکے میں ڈالے رکھتا ہے) اور قلب و روح و سر یہ لطائف سراپا نور ہیں۔ (جب علم کا طلب وغیرہ کا اثر ان میں سے کسی میں پہنچتا ہے تو علم میں نورانیت آجاتی ہے) اور نورِ (علم) کی پہچان یہ ہے کہ انسان کو حق و باطل کا (پورا) امتیاز ہونے لگے۔

---

[1] پس طالب کو بیعت کرنے میں جلدی نہ چاہیئے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ طلب کا اثر نفس سے گزر کر قلب یا روح وغیرہ میں پہنچ گیا ہے۔ ہاں اس کا مضائقہ نہیں کہ طالب کو بیعت سے پہلے کچھ کام بتلا دیا جائے جس سے چند دنوں میں اس کی طلب پختہ ہو جائے گی اور قلب میں طلب کا اثر پہنچ جائے گا۔

مترجم

جس سے حق کا اتباع خود کرنے لگے اور باطل کو چھوڑ دے۔

عہد (۱۶۷)

خدام مسجد اور موذن وغیرہ سے دشمنی پیدا نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کسی موذن یا کسی خادم مسجد سے خواہ وہ دربان ہو یا فرش بچھانے والا یا روشنی کرنے والا یا پاخانوں اور غسل خانوں کا صاف کرنے والا دشمنی کبھی پیدا نہ کریں خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرض منصبی کو محض ثواب سمجھ کر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں (تب تو اور زیادہ ان کا احترام کرنا چاہیے) البتہ کسی ضرورت شرعی سے (اگر عداوت کی جائے تو مضائقہ نہیں مثلاً یہ کہ وہ لوگ حرام کاموں میں مبتلا ہوں) بشرطیکہ (شرعی ضرورت) محقق بھی ہو جائے۔ (اور محض بد گمانی سے کام نہ لیا جائے) اور یہ ادب اگرچہ انہی لوگوں کے ساتھ خاص نہیں (بلکہ سب مسلمانوں کے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہیئے) مگر ان لوگوں کے ساتھ اس ادب کی رعایت کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو غیبت سے بچنا چاہیئے (حالانکہ غیبت سے بچنا سب کو ضروری ہے۔ مگر روزہ دار کو خصوصیت کے ساتھ اس سے بچنے کا حکم کیا گیا کیونکہ اس کی خالص حالت کا یہی تقاضا ہے کہ جب

حلال کاموں کو اس نے چھوڑ دیا کھانا پینا بند کر دیا تو حرام کاموں سے اس کو بدرجہ اولیٰ بچنا چاہیئے اسی طرح دشمنی کرنا سب سے ناجائز ہے مگر خدام مسجد سے کرنا سخت ناجائز ہے) اس کو خوب سمجھ لو اور حق تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت نہ کرو کیونکہ وہ خدا کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ مؤذن (کا مرتبہ) ہے کیونکہ وہ (اکثر اذان صبح کے لیئے رات سے جاگ اٹھتا اور) پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربار خاص میں حاضر ہوتا ہے (کیونکہ یہ وقت خاص تجلی الٰہی کا وقت ہے تمام عارفین کی روحیں اس وقت دربار الٰہی میں حاضر ہوتی ہیں۔ جن میں اکثر اذان دینے والے بھی شریک ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ بڑے عارف نہ ہوں مگر اس وقت میں جو کوئی بھی جاگتا اور خدا کو یاد کرتا ہے ضرور اس تجلی سے تھوڑا بہت حصہ لے ہی لیتا ہے) اور اس وقت یہ مؤذن سے عداوت رکھنے والا اکثر جنابت کی حالت میں پڑا سوتا رہتا ہے کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھی نہیں پھٹکتا (کیونکہ جنابت کی حالت میں ملائکہ رحمت پاس نہیں آتے) نیز یہ اس وقت بارگاہ الٰہی سے نکالا ہوا دور کیا ہوا محروم پڑا ہوتا ہے تو جو شخص مؤذن سے عداوت رکھے اس نے یقیناً اپنے آپ کو غضب الٰہی کا نشانہ بنا دیا۔ کیونکہ مؤذن کی بد دعا اس پر ناحق ظلم کرنے والے کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور میں نے اپنے بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے وظیفے وظائف چھوڑ کر پڑا سو رہا تھا پھر جو اٹھا تو میں نے دنیا بھر کے اولیاء اللہ کو دیکھا کہ مجھ سے پہلے ہی حق تعالیٰ کے سامنے

صف باندھ کر کھڑے ہیں اس وقت کچھ نہ پوچھو کہ مجھ پر کیا گزری۔ میں تو بیٹھا پیشاب پاخانہ کر رہا تھا گویا شیطان کے دربار میں تھا اور اولیاء اللہ دربار الٰہی میں حاضر تھے۔ اس وقت مجھے حق تعالیٰ سے ایسی شرم آئی کہ ہلاکت کے قریب ہو گیا اھ (یہ واقعہ شیخ نے کشف سے دیکھا جو ہر ایک کو ہونا کچھ ضرور نہیں مگر ہم جیسوں کو اگر کشف نہیں ہوتا تب بھی اس میں کیا شک ہے کہ رات کا آخری حصہ خاص تجلی کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں صراحۃً موجود ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رات کی آخری تہائی حصہ میں آسمان اول کی طرف نزول فرماتے ہیں (یعنی عالم دنیا کی طرف خاص توجہ فرماتے ہیں) اس وقت پیشاب و پاخانہ و جنابت وغیرہ میں مشغول رہنا سالک کو تو مناسب نہیں یہ سب کام آخری تہائی حصہ سے پہلے کرنا چاہئیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ٥)۔ اس کے بعد اس میں کچھ شبہ نہیں کہ امام کا رتبہ سب خدام مسجد سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے اس سے محبت کرنا اور اس کی دشمنی سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ امامت میں وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے (اور تم خود سمجھ لو کہ نائب رسول کا کیا حق ہونا چاہیئے) خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسجد کی خدمت کرنے والوں کی مثال وہی ہے جو ایوان شاہی کے دربانوں کی ہے اور جو شخص دربار شاہی میں جانے کا قصد کیا کرتا ہے اس کو خدام شاہی و دربان خاص کے ساتھ ادب سے پیش آنا (اور ان کی عزت و مرتبہ کا پاس کرنا) نہایت ضروری ہوتا ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا امیر ہو (اس کو بھی ان کا ادب کرنا پڑتا ہے)

چنانچہ (رات دن) دنیوی حکومتوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے (پس یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ سلاطین دنیا کے خادموں اور دربانوں کا تو اتنا ادب کیا جائے اور دربار احکم الحاکمین کے دربانوں کا ذرا لحاظ نہ کیا جائے جو لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں ورنہ امام اور مؤذن کی ایسی بے توقیری نہ ہوتی)۔ واللہ واسع حلیم ہ

عہد (۷۷)

چغلخور سے تعلق قطع کر دیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی ہمارے سامنے کسی مسلمان کا عیب بیان کرے اُس کے مقابلہ میں قطع تعلق کی تلوار (میان سے باہر) نکالے رکھیں - چاہے کوئی کیوں نہ ہو - اس عہد میں آجکل اکثر لوگ کوتاہی کرتے ہیں اُن کو خبردار ہو جانا چاہیئے اور جو کوئی دوسروں کی باتیں ہمارے سامنے بیان کرے اُس کو نکال دینا چاہیئے - کیونکہ وہ (عیب جو اور) چغلخور ہے اور چغلخور سب آدمیوں سے بدتر ہے - چنانچہ یہ بات شریعت میں صراحتہً مذکور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے سامنے بھلائی کے سوا میرے دوستوں کی کوئی بات نہ پہنچاؤ کیونکہ میں چاہتا

ہوں کہ تمہارے پاس صاف دل ہو کر آیا کروں (کہ میرے سینہ میں کسی سے کدورت نہ ہو ؎

کفر ست در حقیقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جب کوئی رہنا چاہتا تو آپ اس سے یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ میرے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔ مگر عزیز من! چغلخور اور غیبت کرنے والے سے قطع تعلق چپکے سے آہستہ آہستہ کرنا چاہیئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ خود ہی اس کو دفع کر دیں۔ کیونکہ ایسا آدمی بہت ہی برا رفیق ہے (مگر قطع تعلق کی ضرورت وہاں ہے جہاں اپنا زور نہ ہو اور جس پر اپنا زور ہو مثلاً شاگرد و مرید وغیرہ اس کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے یہ شرط کر لو کہ ہمارے سامنے کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرنا۔ اگر اس کے بعد بھی وہ خلاف ورزی کرے تو سختی سے منع کرو پھر بھی اس پر جرارت کرے تو سزا دو۔ جب کسی طرح امید اصلاح نہ ہو تو نکال دینا چاہیئے اور اجنبی آدمیوں سے غیبت کے وقت خود علیحدہ ہو جاؤ اور دوسرے وقت نرمی سے نصیحت کرو۔ اگر توبہ کر لے تو قطع تعلق کی ضرورت نہیں ورنہ تدبیر سے اس کو اپنے سے علیحدہ کر دو) کیونکہ انسان کے لئے اپنے ہی گناہ بہت ہیں تو وہ کیسا (برا آدمی) ہے جو دوسروں کے گناہ ہمارے اوپر لادنا چاہتا ہے۔ (کیونکہ جس طرح غیبت کرنے والے کے اوپر دوسروں کے گناہ لادے جاتے ہیں غیبت سننے والے پر بھی ان کے گناہ ڈالے جاتے ہیں) اور میں اس وقت اپنے دوستوں میں اس عہد پر پختگی کے ساتھ عمل کرنے والا بجز بزرگ محمد خطیب شربینی

اور شیخ زین العابدین ابن شیخ عبید البلقسیؒ کے کسی کو نہیں جانتا۔ خدا تعالیٰ دونوں سے راضی رہے۔ میں جب تک اُن کے پاس رہا کبھی یاد نہیں پڑتا کہ اُنھوں نے کسی کی غیبت کی ہو یا سنی ہو۔ حق تعالیٰ ہمیشہ اُن پر خیر و برکت نازل فرماتے رہیں اور سب دوستوں کو اُن سے نفع پہنچائیں۔

عہد (۷۸)

مجاہدۂ نفس کو علوم زائدہ پر مقدم کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ریاضت و مجاہدہ نفس میں مشغول ہونے کو علوم زائدہ میں بے ضرورت مشغول ہونے پر مقدم کریں (بھلا) جو شخص مدرس یا مفتی بنا ہوا ہو اُس کے لئے یہ کتنی نازیبا حالت ہے کہ شروع نماز سے لے کر اخیر تک خدا کے سوا دوسری چیزوں کا خیال اُس کے دل میں آتا رہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز میں خدا سے غافل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں دی بجز اس شخص کے جو کہ ریاضات و

مترجم عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی کے یہاں بھی اس کی بہت سختی ہے۔ اپنے پاس آنے والوں کو تاکید ہے کہ دوسروں کی کوئی بات بیان نہ کریں۔ بس اپنی باتیں بیان کریں۔ دوسروں کا سلام پہنچانا بھی طالب کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بارہا فرماتے ہیں ؎ کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن۔ مترجم

مجاہدات نفس سے عاجز ہو گیا ہو اور جو اس پر قدرت رکھتا ہو
اس پر واجب ہے کہ پروردگار عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے
کی قابلیت وصلاحیت اپنے اندر پیدا کرے (مگر اس کا یہ مطلب
نہیں کہ جب تک صلاحیت نہ پیدا ہو نماز ہی نہ پڑھے کیونکہ نماز
چھوڑ کر حق تعالیٰ کا حضور پیدا ہی نہ ہو گا اور جو پیدا بھی ہوا تو اس
حضور کی خدا کو ضرورت نہیں جو اس کے احکام کی مخالفت سے
پیدا ہو بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ نماز بھی پڑھتا رہے اور اس میں
حسب تعلیم مشائخ حضور کی کوشش بھی کرتا رہے رفتہ رفتہ حضور
کامل پیدا ہو جائے گا) - اور جو شخص تمام آداب و احکام شرعیہ میں
تامل کرے گا اس کو معلوم ہو گا کہ تمام احکام و آداب شرعیہ اسی بات
کا وسیلہ ہیں کہ بندہ اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے لائق ہو جائے
اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں (مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر یہ
مقصود یعنی حضور قلب کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو نماز
وغیرہ کی ضرورت نہ رہے گی - ہرگز نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کو منظور یہ
ہے کہ ان قیود اور شرائط کے ساتھ ساتھ حضور پیدا کرو - تو ان کو
چھوڑ کر جو حضور پیدا ہو گا وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں - اسی وجہ
سے عارفین نے فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز میں اگر حضور کامل
ہوتا ہو - اس سے وہ ناقص حضور افضل ہے جو آنکھیں کھولنے میں
ہوتا ہے - کیونکہ اس میں اتباع سنت ہے اور اس میں مخالفت سنت -
پس دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے - غرض تمام آداب شرعیہ سے
حضور ہی مقصود ہے - مگر ان آداب ہی کے ساتھ مقصود ہے، ان

کے بغیر نہیں۔ جس طرح سلاطین دنیا کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے علاوہ قلبی تعظیم وغیرہ کے کچھ ظاہری آداب بھی ہوتے ہیں کہ ان کا بجالانا ہر درباری پر ضروری ہوتا ہے اگر ان میں کوتاہی کرے گا تو بے ادب گستاخ شمار ہو کر دربار سے نکال دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس کے دل میں بادشاہ کی کیسی ہی عظمت ہو مگر دوسروں کی نظر میں تو اس نے بادشاہ کو لائق تعظیم ظاہر نہ کیا۔ اسی طرح دربار خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے علاوہ حضورِ قلب کے کچھ ظاہری آداب نماز کی صورت وضو وغیرہ بھی ہیں کہ ان آداب کے بغیر وہ دل کی حاضری بھی معتبر نہیں ہوتی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اصل مقصود حضور قلب ہی ہے اور ظاہری آداب کا مرتبہ اس کے بعد ہے۔ لیکن ضروری سب ہیں) پس ہر شخص کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں (سے ملنا) چھوڑ دے جو خدا تعالیٰ کے ادب میں سستی (اور کوتاہی) کرتے ہیں اور (بہانہ کرکے) یہ کہدیتے ہیں کہ اس (ادب) کا چھوڑ دینا بھی تو جائز ہے۔ کیا انسان کو بلا خشوع وخضوع کے نماز پڑھنا (اس حالت میں) جائز ہو سکتا ہے جب کہ اس کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس سے دین میں ضرر پہنچے گا اور (ان لوگوں کو چھوڑ کر) خشوع وخضوع والوں سے ملتا رہنا اور ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا رہنا چاہیئے کہ اس کی بدولت انشاء اللہ تعالیٰ اس کو خشوع (پیدا ہونے) میں امداد واعانت ملے گی۔ خلاصہ یہ کہ ہر شخص کے ذمہ تکمیل عبادت کے لئے اس حد تک ریاضت اور مجاہدہ نفس واجب ہے کہ حق تعالیٰ کا حضور اس کو بلا تکلف ایسا حاصل

ہو جائے کہ طبیعت ثانیہ[1] بن جائے ویسا حضور نہ ہو جیسا کہ بعض وہمیوں کا دیکھا جاتا ہے کہ نماز میں حق تعالیٰ کا حضور حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس پر قدرت نہیں پاتے تو بار بار ہوا میں ہاتھوں کو جھٹکتے اور سینے پر دھرتے ہیں مگر پھر بھی حضور نہیں حاصل ہوتا۔ تو بات یہ ہے کہ وہ یوں چاہتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کا تمام راستہ ایک لمحہ میں خلاف قاعدہ طے کر جائیں اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کو خوب سمجھ لو اور عمل کرو خدا تعالیٰ تم کو ہدایت دے۔

---

[1] آج کل بہت سے علماء ظاہری خشک اس میں کلام کیا کرتے ہیں کہ تصوف کوئی ضروری چیز نہیں بلکہ بعض تو اس کو بدعت بتلاتے ہیں اس لئے اس مقام پر قدرے بسط کے ساتھ تحقیق کا پہلو ملحوظ رکھ کر کلام کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و معمور کرنا۔ ظاہر کو اعمالِ جوارح ضروریہ سے اور باطن کو عقائد و اخلاق باطنہ سے مثل اخلاص و شکر و صبر و زہد و تواضع وغیرہ جن کے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے ان کی ضرورت ثابت ہے۔ ان کا حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے ذمہ فرض عین ہے۔ آجکل بڑی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ لوگوں نے شریعت کو صرف اعمالِ ظاہری کا مجموعہ سمجھ لیا ہے۔ اخلاق باطنی کا حاصل کرنا ضروری نہیں جانتے۔ حالانکہ تمام قرآن میں اخلاص اور صبر و شکر و رضا وغیرہ اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے کا امر اور حسد و تکبر و ریا اور عجب وغیرہ اخلاق رذیلہ کی ممانعت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ جب قرآن میں ان چیزوں کے احکام بھی مذکور ہیں تو یہ شریعت سے باہر کیونکر ہو سکتی ہیں۔ انہی چیزوں کے حاصل کرنے کا طریقہ تصوف کہلاتا ہے اور اس قدر تصوف تو ہر شخص کے ذمہ فرض ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

عہد (۷۹)

ختنہ وغیرہ کی تقریب میں جایا نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ختنہ یا شادی کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے کسی کی درخواست منظور نہ کیا کریں بالخصوص اگر ہم علماء

بقیہ حاشیہ ۲۴۰

عہود محمدیہ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ وکذالك أجمع اهل الطريق على وجوب اتخاذ الانسان له شيخا يرشده الى زوال تلك الصفات التي بمنعه من دخول حضرة الله تعالى بقلبه لتصح صلاته من باب مالا يتم الواجب الا به فهو واجب ولا شك ان علاج الامراض الباطنة من حب الدنيا والكبر والعجب والرياء والحسد والحقد والغل والنفاق ونحوها كله واجب كما تشهد له الاحاديث الواردة فى تحريم هذه الامور والتوعد بالعقاب عليها فعلم ان كل من لم يتخذ له شيخاً يرشده الى الخروج من هذه الصفات فهو عاص لله تعالى والرسوله صلى الله عليه وسلم لانه لا يهتدى لطريق العلاج بغير شيخ ولو حفظ الف كتاب فى العلم فهو كمن يحفظ كتابا فى الطب ولا يعرف يتنزل الدواء على الداء فكل من سمعه وهو يدرس فى الكتاب يقول انه طبيب عظيم ومن راه حين يسأل عن اسم المرض وكيفية ازالته قال انه

اور صلحا کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں (جب تو ہرگز ایسی تقریبات میں نہ جایا کریں) لیکن اگر کوئی ایسی مصلحت ہو جس سے جانے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۱

جاھل فاتخذ لك یا اخی شیخاً واقبل نصحی وایاك ان تقول طریق الصوفیة لم یأت بھا کتاب ولا سنة فانه کفر فانھا کلھا اخلاق محمدیة سدادھا ولحمتھا واعلم ان کل من رزقه الله تعالیٰ السلامة من الامراض الباطنة کالسلف الصالح والائمة المجتھدین فلا یحتاج الی شیخ بل الانسان علی نفسه بصیرة اھ ترجمہ اسی طرح اہل طریق کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر شخص کو کسی ایسے شیخ کا دامن پکڑنا واجب ہے جو ان صفات رذیلہ کے زائل کرنے کا طریقہ بتلائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور قلب کے ساتھ حاضر ہونے سے روکتے ہیں۔ تاکہ اس کے بعد اس کی نماز وغیرہ درست ہو جائے کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پوری طرح ادا نہ ہوسکے وہ بھی واجب ہو جاتی ہے (تو شیخ کا دامن پکڑنا بھی واجب ہوگا کیونکہ اس کے بغیر حضور قلب نصیب نہیں ہوسکتا)۔ نیز اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ امراض باطنہ جیسے حب دنیا۔ کبر۔ عجب۔ و ریا و حسد۔ کینہ۔ بغض۔ نفاق وغیرہ ان سب کا علاج واجب ہے۔ چنانچہ جن احادیث میں ان کی حرمت اور ان پر عذاب کی دھمکی وارد ہے وہ اس بات کی شاہد ہیں (کہ ان کا معالجہ واجب و ضروری ہے۔ جب معالجہ ضروری ہے تو معالج کی تلاش اور اس کا اتباع بھی ضروری ہوگا)۔ پس معلوم ہوا کہ جس نے کسی کو اپنا مرشد نہیں بنایا جو ان صفات سے نکلنے کا راستہ اس کو بتلادے وہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ وہ ان امراض کے علاج کا راستہ بدون شیخ کے ہرگز نہیں پاسکتا۔ اگرچہ ہزاروں کتابیں علم کی یاد کرلے۔ اس کی ایسی مثال

نہ جاننے پر ترجیح ہو جائے (تو شرکت میں مضائقہ نہیں۔ مثلاً ہم کو یہ امید ہو کہ ہماری شرکت سے خرافات اور رسوم میں کمی ہو جائے گی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲

ہو گی جیسے کوئی شخص طب کی کتاب حفظ کرلے مگر مرض کے مناسب دوا کا استعمال نہ جانتا ہو۔ تو جو کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے اُس کی باتیں سنے گا وہ تو کہے گا کہ یہ بڑا طبیب ہے اور جس نے اس کو ایسے وقت دیکھا ہو جب کہ اُس سے کسی مرض کا نام اور اُس کے ازالہ کا طریقہ دریافت کیا گیا ہو (اور وہ کچھ بھی نہ بتلا سکا ہو) وہ کہے گا کہ یہ پورا جاہل ہے اس کو طب سے مس بھی نہیں۔ پس عزیز من! کسی کو اپنا شیخ بناؤ اور میری نصیحت قبول کرو اور خبردار یہ کبھی مت کہنا کہ طریقہ صوفیہ نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول سے کیونکہ یہ بات کفر ہے۔ درحقیقت طریقۂ تصوف تمامہ اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہے۔ اُس کا تانا بانا ظاہر و باطن سب اُسی سے ماخوذ ہے (اور اگر تم کو اس سے شبہ ہو کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں تو یہ طریقہ نہ تھا تو) جان لو کہ جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے امراض باطنہ سے سلامتی عطا فرمائی ہے۔ جیسے حضرات سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین ایسے لوگوں کو شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اپنی حالت کو خود جانتا ہے (جس کو ان امراض سے سلامتی نصیب ہو اس کو اب بھی شیخ کی ضرورت نہیں اور اگر مبتلائے امراض ہو تو شیخ کا دامن پکڑنا ضروری ہے) اھ

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ تصوف کا ایک درجہ یعنی بُرے اخلاق کی اصلاح اور اچھے اخلاق کی تحصیل یہ تو ضروری اور فرض ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا درجہ ہے وہ مستحب ہے وہ یہ کہ ظاہری اعضاء کو علاوہ ضروری طاعات کے غیر ضروری طاعات نوافل وغیرہ میں مشغول کرنا اور باطن کو دوام ذکر اللہ میں منہمک کر دینا یہ مرتبہ درحقیقت مستحب ہے مگر بعض وجوہ سے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد ملت

تو ایسی صورت میں شرکت کرنے کو ترجیح ہوگی) کیونکہ بات یہ ہے
کہ شرکت تقریبات میں (آج کل) مفاسد اس کثرت سے ہیں جو کسی جاننے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳

حاضرہ لاازالت برکاتہ علینا ماطرۃ رسالہ تکشف میں حقیقت طریقت واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں (خلاصۂ سلوک) (۱) نہ اس میں کشف وکرامت ضروری ہے (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے (۳) نہ دنیا کی کاربرآری کا وعدہ ہے (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہوجائے۔ اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں (۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں۔ ایسی محویت ہوجائے کہ اپنی پرائی خبر نہ رہے (۶) نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے (۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔ بلکہ **اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے** جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز روزہ حج وزکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوق زوجین وقسم وکفارۂ قسم اور جیسے لین دین وپیروی مقدمات وشہادت ووصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وطعام وکلام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے محبت رکھنا، خدا سے ڈرنا، خدا کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، خدا کی مشیت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ کرنا، غصہ کو ضبط کرنا، وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر

والے پر پوشیدہ نہیں (آجکل) یہ (تقریبات) مقابلہ اور تفاخر کے لئے (زیادہ تر) کی جاتی ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے لوگ بھی (اسی مرض

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴

عمل کرنا بھی فرض وواجب ہے۔ نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے جیسے خدا کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی گئی، یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی، یا کبر و غلبۂ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا، حقوق تلف ہوگئے وغیرہ وغیرہ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط بھی کی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔ پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری۔ لیکن یہ باطنی خرابیاں خود سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم بھی ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے۔ ان ضرورتوں سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے۔ پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہریہ و باطنیہ کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب کہ کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ پابندیِ احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا و قرب اور کثرت ذکر سے زیادتِ رضا و قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے سلوک کے طریق اور مقصود کا۔ اھ۔

اب اس بیان کے بعد کوئی بتلائے کہ تصوف ضروری چیز ہے یا نہیں اور جو لوگ اس کو بدعت بتلاتے ہیں انھوں نے ذکر وغیرہ کی خاص ہیئت اور ترکیب کو تصوف کا مقصود سمجھ لیا ہے۔ یا بعض مسائل مثلاً وحدۃ الوجود کی تحقیق میں تصوف کو منحصر خیال

میں مبتلا ہیں) لوگ آپس میں گفتگو اور بحث کیا کرتے ہیں کہ فلانے کی تقریب فلاں کی تقریب سے زیادہ شاندار تھی (اسکو بھی جانے دو بھلا) جس عالم یا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۵

کر رکھا ہے۔ حالانکہ طریقۂ ذکر و شغل وغیرہ مثل طبی معالجات کے بتلائے جاتے ہیں نہ وہ عبادت سمجھے جاتے ہیں نہ مقصود اور مسائل زبانی تحقیق کو تصوف سے کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ دراصل وہ حالات ہیں جو سالک کو پیش آتے ہیں۔ کبھی سالک کی تسلی کے لئے زبانی بھی اُن کو بتلا دیا جاتا ہے۔ تصوف کے تمام اصول و فروع وغیرہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں جن کو تحقیق مطلوب ہو رسالہ حقیقۃ الطریقہ من السنۃ الانیقہ و رسالہ مسائل السلوک من کلام ملک الملوک مصنفہ حضرت حکیم الامت دام فیضہم ملاحظہ کریں۔ پس تصوف کی ضرورت اور اس کا ہر طرح مطابق سنت ہونا معلوم کرکے ہر مسلمان پر اُس کے ضروری حصہ کا حاصل کرنا واجب ہے اور اس کے لئے یہ بہانہ نہیں کیا جاسکتا کہ ہم کو اس کے لئے فراغت نہیں ملتی۔ کیونکہ اوّلاً تو ضروری اور واجب کام کے لئے دوسرے مشاغل کا کم کرنا عقلاً لازم ہے دوسرے بحمداللہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت دامت برکاتہم نے اس راستہ کو ایسا صاف اور سہل بنا دیا ہے کہ کم فرصت اور کم ہمت حضرات بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ رسالہ قصد السبیل جو کہ عطر تصوف ہے اس کے لئے کافی دلیل اور شاہد عدیل ہے۔ اس رسالہ میں حضرت حکیم الامت نے عامی فارغ و عامی مشغول و عالم فارغ و عالم مشغول چاروں قسم کے آدمیوں کے لئے دستور العمل بتلا دیئے ہیں۔ بس حجت الٰہی تمام ہو چکی اور خدا کا راستہ ہر ایک مسلمان کے لئے سہل طریقہ پر کھول دیا گیا ہے۔ اب بھی اگر وصال خدا کی تمنا مسلمان کے دل میں نہ پیدا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو خدا کی محبت اور طلب ہی نہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں الحاد اور بددینی کے شبہات پیدا ہوتے ہیں اُن کے اوپر بہت زیادہ

بزرگ کی ڈاڑھی سفید ہوگئی ہو اور وہ لوگوں کا مقتدا بنا ہوا ہو اُس کے لئے تو بہت ہی نازیبا ہے کہ بچوں اور فاسقوں کے ساتھ ملکر لہو ولعب کے مواقع میں شریک ہو جہاں وہ خدا سے (اس درجہ) غافل ہوتے ہیں کہ اگر یہ اُن کو کسی نیک بات کا حکم کرنا چاہے تو وہ پلٹ کر اس کی بات بھی نہ سنیں۔ نیز بسا اوقات تقریبات میں لہو ولعب کا سامان (راگ باجہ) بھی ہوتا ہے۔ جن کو یہ عالم حرام سمجھتا ہے یا بھانڈ وغیرہ ہوتے ہیں جو لوگوں کو ہنساتے اور اُن سے مسخرہ پن کرتے ہیں اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو علما اور صلحا کی شان کے خلاف اور اُن کی ہیبت وعظمت کی کھونے والی ہیں اور لوگوں میں سے اُن کی توقیر ضائع کر دینے کا سبب ہوتی ہیں۔ پس ان باتوں سے اپنے وقار وعظمت کا پاس کرنا ہر عالم ومتقی اور خطیب وواعظ وغیرہ کو لازمی طور پر ضروری ہے۔ عزیز من! ذرا سوچو تو سہی اگر کوئی خطیب جمعہ کے دن ممبر کے پاس بیٹھ کر نمازیوں کے سامنے لہو ولعب اور غپ شپ ہنسی مذاق کرتا رہے اس کے بعد اسی حالت میں پھر وہ ممبر پر پہنچے تو اُس کی تعظیم کیونکر کی جاسکتی ہے۔ اُس کی بات کی طرف کوئی بھی دل سے توجہ نہ کرے گا۔ اسی راز کی وجہ سے خطبہ کے وقت تک خطیب کے ایک حجرہ میں تنہا پوشیدہ بیٹھے رہنے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۶

ضروری ہے کہ طریقۂ تصوف کے ذریعہ سے اپنے دل میں یقین اور اطمینان پیدا کریں کہیں خدانخواستہ خاتمہ برا نہ ہو اور جو لوگ علم ظاہری پڑھ رہے ہیں یا پڑھ چکے ہیں وہ بالخصوص اس راستہ کو ضروری سمجھیں کہ اصلی علم وہی ہے جو دل میں اپنا اثر پیدا کر دے والسلام۔

مترجم

کی رسم چلی آتی ہے (تاکہ خطبہ سے پہلے لوگوں کے ساتھ بیجا اختلاط اور فضول بات چیت نہ ہونے پائے جس سے وعظ ونصیحت کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔ توجب تھوڑی دیر کی فضول باتوں سے ایسا ضرر ہوتا ہے تو بھلا تقریبات کی مجلسوں میں جہاں صدہا خرافات ہوتی ہیں جانے کا کیا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ جب ایسے لہو ولعب کے مجمعوں میں فاسقوں اور بیہودہ لوگوں کے ساتھ علما وصلحا شریک ہوں گے تو ان کی عظمت و وقار لوگوں کے دلوں میں خاک رہے گی)۔ پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور یہ بہانہ مت کرو کہ میں تو صرف ایک ضرورت کے لئے گیا تھا (ایسے مواقع میں ضرورت سے بھی نہ جانا چاہیئے) کیونکہ پرکھنے والا (اس کے ضرر کو) خوب سمجھتا ہے اور بالفرض اگر تم نے صاحب تقریب کی کم عقلی کی وجہ سے اس کی خاطرداری کا قصد کیا تو اس کو سوچ لو کہ اس پر جو نتیجہ بدمرتب ہوگا کہ دلوں میں سے تمھاری ہیبت وعظمت نکل جاوے گی اور لوگ تمھارے وعظ ونصیحت کو (آئیندہ توجہ سے) نہ سنیں گے۔ اس ضرر کو تم خود بھی اس کم عقل صاحبِ تقریب کی خاطرداری سے بدرجہا زیادہ قابل لحاظ سمجھوگے اور بالخصوص اگر اُس تقریب میں امرا اور بڑے طبقہ کے لوگ قاضی اور تجار وغیرہ بھی ہوئے تب تو تمھارے نہ جانے سے (صاحب تقریب کو رنج یا غم کا) کچھ بھی اثر نہ ہوگا اور نہ تقریب کی شان میں کچھ کمی آوے گی۔ مگر آج کل اس زمانہ کے علما اور درویشوں میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ تقریبات میں بکثرت جاتے ہیں اور طبعی طور پر اس سے حیا کم کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے قریب قریب سنو علما وصلحا کی صحبت پائی ہے جو وفات پاکر اس وقت آغوش رحمت

الٰہی میں ہیں اُن میں سے کسی کو بھی ہم نے (مرتے دم تک) کبھی کسی تقریبؔ میں نہیں دیکھا۔ پس اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

عہد (۸۰)

عرسوں کی دعوت قبول نہ کیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اُن بڑے بڑے عرسوں کی دعوت بھی قبول نہ کیا کریں جو مسلمانوں کی قبروں پر کئے جاتے ہیں۔ اور بالخصوص اگر مصر کے قبرستانوں میں عرس ہو اور تم کو بلایا جائے تو کبھی نہ جاؤ کیونکہ اس میں کثرت سے مسلمانوں اور اولیاء اللہ اور شہداء وغیرہ کی قبروں کو پاخانے پیشاب اور گدھے خچروں کی لید سے ناپاک اور پلید کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے آج کل بڑی کوشش کی کہ مصر کے قبرستانوں میں ایک قبر کے برابر جگہ مل جائے جہاں کوئی مردہ دفن نہ ہوا ہو۔ چاہے

لہ الحمد للہ والمنۃ کہ آج جس بات کو ہمارے علماء وقت نے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جو کہ چار سو برس پہلے گزرے ہیں اُس کو منع فرماتے ہیں۔ اور نہ صرف منع بلکہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے مشائخ نے اس پر عہد لیا ہے کہ تقریبات میں کبھی نہ شریک ہوا کریں۔ حالانکہ اُس زمانہ میں اس قدر خرافات بھی نہ ہوتی تھی جو آج کل تقریبات میں رسوم کی پابندی سے ظاہر ہو رہی ہیں اسلئے حضرت حکیم الامت نے بھی اپنے خدام سے حقوق طریقت میں یہ عہد لیا ہے کہ شادی وغمی کی تقریبات میں شریک نہ ہوا کریں۔ مترجم

راستوں پر ہی مل جائے مگر کوئی جگہ نہ ملی (تو ایسی حالت میں جو لوگ وہاں جائیں گے وہ سوار اس کے کہ قبروں کے اوپر چلیں اور وہیں پیشاب پاخانہ کریں۔ وہیں گدھے خچر باندھیں اور کیا کریں گے) اور (غضب یہ ہے کہ) اولیاء اللہ کے مزارات کے مجاور آج کل (عرس وغیرہ کے موقع پر) دوسرے مسلمانوں کی قبروں کے وہ نشان بھی جو ولی کے مزار کے سامنے ہوتے ہیں مٹا ڈالتے ہیں تاکہ اُس جگہ زائرین کے گدھے خچر کھڑے ہوں۔ محض اس وجہ سے کہ اُن مجاوروں کو اُن سے کچھ پیسے روپے یا روٹی کے ٹکڑے مل جاتے ہیں۔ اس کو خوب سمجھ لو خبردار کبھی انجان بن کر ایسی جگہ چلے جاؤ پھر جب پیشاب پاخانہ کا تم کو تقاضا معلوم ہوگا تو مجبور ہو کر وہیں قضائے حاجت کرنا پڑے گی۔ اس کے بدون چارہ نہ ہوگا۔ اور اگر ایسا ہی جانا ضروری ہے تو جانے سے ایک دو دن پہلے کھانا پینا چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ تم کو اپنے نفس پر اطمینان ہو جائے کہ وہاں جا کر پیشاب پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی اور علماء نے علاوہ قبروں پر بیٹھنے (اور چلنے پھرنے) اور پیشاب وغیرہ کرنے کے اور بھی بہت سی باتیں بیان کی ہیں جن کی وجہ سے شرکت عرس کے لئے بلانا (اور جانا) بالکل ہی ساقط (اور بے اصل) ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ ایسے عرس وغیرہ میں جانا[ل] ضروری یا مستحب اسی وقت

[ل] ذرہ صوفیۂ زمانہ اس عہد میں غور فرمائیں کہ جن عرسوں کی شرکت کو بڑی عبادت سمجھے ہوئے ہیں۔ پہلے زمانہ کے صوفیہ اس کی شرکت نہ کرنے کے لئے اپنے مریدوں سے کس طرح تاکید کے ساتھ عہد کیا کرتے تھے حالانکہ اُس زمانہ میں عرسوں کے اندر وہ خرافات بھی نہ ہوتی

تک ہو سکتا ہے جب کہ کوئی مانع شرعی اُس کے معارض نہ ہو اور موانع شرعیہ کتبِ فقہ میں اچھی طرح ثابت ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم ٥

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰

تھیں جو آجکل ظہور میں آرہی ہیں۔ پہلے زمانہ کے صوفیۂ کرام صرف اسی وجہ سے عرسوں میں جانے کو منع کرتے تھے کہ اُن میں قبروں کی بے حرمتی ہوتی تھی اور آج کل قبروں کی بے حرمتی کا تو کیا ذکر عرسوں میں فاسق فاجر لوگوں کا اجتماع، رنڈی بھڑووں کا ناچ رنگ۔ امرد لڑکوں کا گانا بجانا۔ ستار باجہ کے ساتھ قوالی۔ فحش اور بے حیائی کا بازار گرم۔ وہ وہ عفت سوز واقعات ہوتے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ نماز اور اذان کے وقت بھی خدا کی یاد کا خیال نہیں آتا بلکہ بعض جگہ عین نماز کے وقت تک قوالی ہوتی رہتی ہے۔ پھر اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا، چومنا، اُن کے سامنے جھکنا اُن سے مرادیں مانگنا۔ اُن کے لئے نذریں اور منتیں ماننا۔ چڑھاوے چڑھانا غرض ہر قسم کی شرک کی باتیں کی جاتی ہیں۔ پھر اس پر بھی صوفی کے صوفی۔ اور وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کے مقامات طے کرنے والے اپنے آپ کو بتلاتے ہیں۔ خدا کے سامنے جاکر معلوم ہوگا کہ توحید کیا اسی کا نام تھا۔ الحمدللہ کہ ہمارے مشائخ کا سلسلہ صوفیۂ سلف کے بالکل مطابق اتباعِ سنت پر تلا ہوا اور رنگ توحید میں رنگا ہوا اور شرک و بدعات سے بالکل پاک صاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تتخذوا قبور انبیاءکم مساجد ولا تتخذوا قبری عیدا اھ یعنی انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو معبد مت بناؤ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ جب حضورؐ اپنی قبر پر عرس کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں تو اولیاء اللہ کی قبریں تو کس شمار میں ہیں۔ حالانکہ جس حصہ زمین سے حضورؐ کا جسدِ اطہر ملا ہوا ہے علماء کے نزدیک، وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ پس اے قوم! ذرا انصاف سے کام لو اور احکام خداوندی کو پس پشت نہ ڈالو اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کے مزارات

عہد (۸۱)

بے باک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ایسے لوگوں کے گھر کا کھانا نہ کھایا کریں جو کمانے میں بیباکی سے کام لیتے ہیں (کہ حرام و حلال کا کچھ خیال نہیں کرتے) یا دنیا کے ساتھ فخر و نمود کرتے ہیں (یعنی فخر و دکھلاوے کے واسطے دعوتیں کرتے ہیں۔ اخلاص و محبت سے نہیں کرتے) یا دین فروشی کر کے دنیا کھاتے ہیں۔ جیسے وہ درویش لوگ جن کا بجز درویشی کے (اور کچھ) پیشہ نہیں (درویشی کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کا کھانا بھی نہ کھانا چاہیئے) کیونکہ یہ سب کھانے بدن میں پہنچکر (ظلمت اور) گندگی پیدا کرتے ہیں۔ جیسا کہ بخیل آدمی کے گھر کا کھانا بھی ایسا ہی اثر رکھتا ہے ان باتوں کا تجربہ کیا گیا ہے۔ اور حرام اور مشتبہ مال میں جرارت کرنے والوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات قسم قسم کے مختلف کھانے کھایا کرتے ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اپنی کمائی میں حلال روزی کی تلاش کرتے تو اپنے پاس اتنی گنجائش نہ پاتے کہ رنگ برنگ کے کھانے تیار کرائیں خصوصاً اس زمانہ میں جس میں ہر قسم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱

سے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں مگر اسی طریقہ سے برکت حاصل کرو جو شریعت مطہرہ نے بتلایا ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید / کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

مترجم

کے مال ومتاع کی کساد بازاری ہے اور پیشہ ور آدمی بدون جان کھپائے موت کا مشاہدہ کئے روزی حاصل نہیں کر سکتا اور جو عابد زاہد اپنے دین کے ذریعہ سے کماتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ نیند سے اُٹھے تو مدہوش کی طرح کھڑا ہو کہ دیر تک اُسے ہوش ہی نہیں آتا اور جو شخص دین فروشی کر کے نہیں کھاتا اس کی علامت یہ ہے کہ اگر وہ تمام اعمال صالحہ سے خالی بھی ہو جائے جب بھی لوگ اس کی خدمت (اور اُس کے ساتھ احسان وسلوک) نہ کم کریں (پس جس کے ساتھ لوگوں کو ایسی محبت ہے کہ وہ چاہے کسی حال میں رہے ہر حالت میں اُس کی خدمت کریں۔ ایسے شخص کو اپنے دوستوں شاگردوں و مریدوں سے ہدایا قبول کرنا جائز ہے) اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اگر کوئی گناہ کرتے مجھ کو دیکھ لیں گے تو مجھ سے اعراض و بے رخی کرنے لگیں گے اور اپنی خدمت وغیرہ بند کر دیں گے تو یہ شخص دین فروشی کر کے دنیا کماتا اور کھاتا ہے (اس کو ان لوگوں سے ہدایا قبول نہ کرنا چاہئیں) خوب سمجھ جاؤ۔ ایک بار امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اُن کے زمانہ خلافت میں گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے اُن کے سامنے آدھی روٹی اور آدھی ککڑی رکھدی اور فرمایا کہ اے حسن (جو کچھ حاضر ہے) کھاؤ کیونکہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں حلال روزی میں وسعت و فراخی نہیں ہو سکتی اھ پھر عزیز من! اگر تقدیر سے لاچار ہو کر کبھی تم کو ایسے بے باک (اور حرام وحلال) پروا نہ کرنے والوں کے گھر کھانا ہی پڑ جائے اور خدا نے تمھاری قسمت میں وہ کھانا مقدر ہی کر دیا ہے تو دستر خوان پر جو

سب سے کمتر اور گھٹیا کھانا ہو اُس میں سے چند لقمے کھا کر بس کر دیا کرو۔ میں نے سیدی محمد بن عنان رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بار کسی ظالم کے پاس گئے تو آپ نے اپنی آستین میں سے ایک روٹی نکالکر دستر خوان پر رکھی اور اسی میں سے کھایا۔ اور حق تعالیٰ جس کو بچانا چاہتے ہیں تو جس طرح چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں۔

عہد (۸۲)

حاجت مند سائل کو خالی واپس نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کسی حاجت مند سوال کرنے والے کو کبھی (خالی) واپس [1] نہ کیا کریں البتہ اگر وہ کسی ایسی چیز کا سوال کرے جس کی ہم کو اپنے نفس کے لئے یا اُن لوگوں کے لئے جن کی خبر گیری ہمارے ذمہ فرض ہے ضرورت اور حاجت ہو (تو اُس کے سوال کو رد کرنے کا مضائقہ نہیں) بالخصوص اگر اُس چیز کے دینے کے بعد

---

[1] لیکن جو لوگ قوی اور تندرست ہوں کمانے کھانے کے لائق ہوں۔ پھر بھی گداگری کرتے اور اسی کو ذریعہ معاش بناتے ہیں ان کو دینا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح سوال کرنا حرام ہے اور حرام کی اعانت بھی حرام ہے اور ان لوگوں کو دینے سے سوال پر اُن کو جرات بڑھتی ہے۔
مترجم

ہماری حالت بھی ویسے ہی ہو جائے جیسے اس کی حالت ہے کہ ہم خود محتاج بن بیٹھیں (ایسی صورت میں بھی سوال کرنے والے کی درخواست پوری نہ کرنا چاہیئے) حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں ولا تجعل یدک مغلولۃً الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوماً محسورا۔ اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے (کہ غایت بخل سے بالکل ہی ہاتھ روک لیا جاوے) اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیئے (کہ اسراف کیا جائے) ورنہ الزام کھائے ہوئے تہیدست ہو کر بیٹھ رہو گے (کہ سب الزام دیں گے کہ اتنا کیوں دیا جو آپ محتاج رہ گیا)۔ اور حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بار اپنے آپ کو ایک سائل کی ضرورت کے لئے بیچ دیا تھا جس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ کوئی ایسی چیز اُس کو دے دیں جس سے اپنی جان بچائے (اُس وقت آپ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی تو آپ نے اپنے نفس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیا یعنی اجارہ پر دے دیا) اور جب مجھ کو یہ مقام حاصل ہوا تو میرے وہ احباب جو مجھ کو کپڑے وغیرہ دیا کرتے ہیں کپڑے دیتے وقت یہ شرط لگا دیا کرتے کہ اگر میں کسی کو وہ کپڑے دینا چاہوں تو انہی کو واپس کر دوں (کسی دوسرے آدمی کو نہ دوں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں کسی سائل کی درخواست کو رد نہیں کرتا تو جو کوئی مجھ سے کچھ مانگتا ہے میں فوراً اس کو دے ڈالتا ہوں۔ تو جو ہدیہ میرے پاس آتا ہے وہ نہ میرے پاس رہتا ہے نہ دینے والے کے پاس رہتا ہے۔ مجھ سے بھی گیا اور اُن سے بھی گیا۔ اس لئے دینے والے اب یہ شرط کر لیتے ہیں کہ جب تک میں استعمال کروں کرتا رہوں۔ جب

کسی کو دینا چاہوں تو انہی کو واپس کردوں) - وجہ یہ کہ میرا ذریعہ معاش صرف یہی ہے کہ میں ضرورت کے وقت حق تعالیٰ سے مانگتا ہوں [۱] (پھر حق تعالیٰ کسی کے دل میں میرا خیال ڈال دیتے ہیں وہ میری خدمت کردیتا ہے اس لئے میں اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں کرتا جب سب خرچ ہوجاتا ہے پھر حق تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں تو پھر حق تعالیٰ مجھ کو عطا فرما دیتے ہیں) - واللہ غنی حمید ٥

---

[۱] اس سے پہلے عہد میں علامہ نے بیان فرمایا ہے کہ جن درویشوں کا ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں محض دین فروشی کرکے دنیا کماتے ہیں اُن کا کھانا مت کھاؤ - الخ - اس سے شاید کسی کو شبہ ہوا ہو کہ توکل کرنا اچھا نہیں کچھ ذریعہ معاش اختیار کرنا چاہیئے - مگر یہ مطلب علامہ کا ہرگز نہیں - چنانچہ اس عہد میں علامہ نے خود اپنی حالت بیان فرمائی ہے کہ میرا ذریعہ معاش بجز خدا سے مانگنے کے اور کچھ نہیں جس سے معلوم ہوگیا کہ آپ متوکل تھے - بلکہ پہلے عہد کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو محض بزرگی اور دینداری کی وجہ سے لوگ ہدایا دیتے ہیں اُن کا مال حلال نہیں - یہ دین فروشی ہے اور اگر کسی کی خدمت کرنے والے ایسے مخلص دوست ہوں جو ہر حال میں اس کی خدمت کرنے والے ہوں خواہ یہ بزرگی کے کام کرتا رہے یا کچھ بھی نہ کرے ایسے مخلصوں کا ہدیہ قبول کرنے کا مضائقہ نہیں - وہ حلال مال ہے اس کو دین فروشی نہ کہا جائیگا اس کی شرح حضرت حکیم الامت کے طرزِ عمل سے واضح ہوتی ہے - آپ پہلی ملاقات میں کسی کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ پہلی ملاقات میں جو کوئی ہدیہ وغیرہ دیتا ہے وہ محض عالم سمجھ کر اور بزرگ سمجھ کر دیتا ہے تو ایسا ہدیہ لینا دین فروشی ہے - ہاں جب بار بار کی ملاقات کے بعد کسی کو اپنے سے محبت

عہد (۸۳)

جب کوئی ہم پر ظلم کرے اپنے آپ کو اُس سے زیادہ مستحق سمجھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی ظالم ہمارے اوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اُس کا بلکہ اُس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھیں (اور یہ خیال کریں کہ) جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذرا سی راکھ اس پر ڈال کر اُس سے صُلح کر لی جائے تو اُس کو مکدّر اور ناخوش ہونا کب مناسب ہے (بلکہ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ بڑی بلا سے نجات ملی۔ تھوڑی ہی سزا پر بات ٹل گئی۔ ع رسیدہ بود بلائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶

اور خلوص پیدا ہو جائے پھر وہ محبت کی وجہ سے خدمت کرے گا محض بزرگی یا علم کی وجہ سے نہ کرے گا۔ محبت پیدا ہو جانے کے بعد وہ ہمیشہ خود ہی خدمت کرنا چاہے گا خواہ ہماری بزرگی رہے یا نہ رہے۔ ایک بار یہ بھی فرمایا کہ بحمد اللہ خدا نے مجھ کو ایسے احباب عطا فرمائے ہیں کہ اگر میں خدانخواستہ بگڑ بھی جاؤں جب بھی وہ ضرور میری خدمت کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ جو ہدیہ ہم کو محض اس وجہ سے دیا جائے کہ ہم عالم یا بزرگ مشہور ہو گئے ہیں اُس کا قبول کرنا دین فروشی ہے اور جو ہدیہ محبت اور خلوص کی وجہ سے دیا جائے اُس کا قبول کرنا سنت ہے۔ دین فروشی نہیں۔ بس متوکل کو ہر کس و ناکس کا ہدیہ قبول کرنے سے احتیاط کرنا چاہیئے۔
مترجم

دے. بخیر گزشت پس جب ہم کو کسی ظالم کی طرف سے تکلیف وغیرہ پہونچے۔ فوراً اس بات کو دل نشین کر لیا کریں کہ ہم تو اپنی خطاؤں کی وجہ سے دوزخ کی آگ میں جلائے جانے کے قابل تھے بہت اچھا ہوا کہ اس ذرا سی تکلیف پر فیصلہ ہو گیا۔ کیونکہ مصائب و تکالیف سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی مغفرت سے عذاب دوزخ ٹل جاتا ہے) - علاوہ ازیں یہ کہ ظلم کرنے والوں نے اُس وقت تک ہم پر ظلم نہیں کیا جب تک کہ خود ہم نے اپنے نفس پر یا کسی دوسرے پر ظلم نہیں کیا۔ (پھر ظالم کو کیوں الزام دیتے ہو اپنے آپ کو الزام کیوں نہیں دیتے) اور جو شخص دنیا کے ظالموں کی حالت میں غور کرے گا وہ اُن کو ارادۂ خداوندی کے لحاظ سے جہنم کے فرشتوں کی طرح سمجھے گا (جیسا کہ حق تعالیٰ نے جہنم کے فرشتوں کو نافرمانوں کے عذاب کے لئے مقرر فرمایا ہے اسی طرح ان ظالموں کے ہاتھوں سے گنہگار بندوں کو اُن کی نافرمانیوں کی سزا ملتی ہے) فرق اتنا ہے کہ جہنم کے فرشتے حکم الٰہی سے اُس کام پر مامور ہیں اور یہ ظالم اُس کام کے لئے مامور نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کا ارادہ اِن کے ہاتھوں سے پورا ہو جاتا ہے اور (ظاہر ہے) کہ اس عالم میں ارادۂ خداوندی سے حجت نہیں چل سکتی (بلکہ یہاں تو حکم شرعی سے حجت چل سکتی ہے۔ پس ظالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا کہ فلاں شخص پر سختی کی جائے اور وہ ارادہ میرے ہاتھوں پورا ہو گیا تو میں گنہگار نہیں ہوں بلکہ خدائی ارادہ پورا کرنے کی وجہ سے میں بھی جہنم کے فرشتوں کی طرح بے قصور و بے خطا

ہوں - جواب اس کا یہ ہے کہ جہنم کے فرشتے حق تعالیٰ کے ارادہ کو اس کے حکم سے پورا کرتے ہیں اور تم نے خدا کے ارادہ کو پورا تو کیا مگر بدون اجازت اور بدونِ حکم کے پورا کیا نہ خدا تعالیٰ نے تم کو اس واسطے پیدا کیا - نہ اس کام کے لئے مقرر کیا - تو تمہاری اور جہنم کے فرشتوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص مجرم ہو کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور حاکم نے اس کے لئے قتل کا حکم تجویز کر لیا ہو اور وہ چاہتا ہے کہ یہ مجرم قتل کیا جاوے - اب ایک صورت تو یہ ہے کہ حاکم جلّاد کو حکم دے کہ فلاں شخص کو جان سے مار ڈال - اس نے حکم حاکم کے بعد اس کو مار ڈالا - ایک یہ صورت ہے کہ کوئی اجنبی آدمی بدون حاکم سے پوچھے بغیر اس کے حکم کے اپنے آپ اس کو مار ڈالے - ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں حاکم کا ارادہ پورا ہو جاوے گا مگر سب جانتے ہیں کہ جلّاد اگر مارے تو وہ بے قصور ہو گا اور یہ دوسرا شخص مجرم اور قصوروار سمجھا جاوے گا - کیونکہ اس نے بھی اگرچہ حاکم کی مراد پوری کر دی مگر چونکہ بدون اجازت کے اور بلا حکم حاصل کئے جرارت کی اس لئے سزایاب ہو گا - مگر مجرم اس صورت میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں بلا قصور مارا گیا - کیونکہ وہ تو قتل کا مستحق ہو ہی چکا تھا - جلّاد کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو کیا - دوسرے کے ہاتھ سے مارا گیا تو کیا - اس کو تو وہی سزا ملی جو حاکم کی تجویز کردہ سزا تھی - بس اسی طرح دنیا میں ظالم جن لوگوں پر ظلم کرتا ہے ان کے لئے حق تعالیٰ پہلے سے وہ سزا اور مصیبت تجویز کر چکے ہوتے ہیں اور اس ظالم کے ہاتھوں سے وہ ارادۂ الٰہی پورا ہو جاتا ہے - مگر چونکہ

اس ظالم نے خدا کے ارادہ کو بلا اجازت اور بدون خدا کے حکم کے پورا کیا اس لئے یہ خود بھی مجرم اور قصوروار ثابت ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو کب حکم دیا تھا کہ تو ہمارے فلاں ارادے کو پورا کر دینا اور جہنم کے فرشتوں کو حق تعالیٰ کا حکم ہو چکا ہے اس لئے وہ بالکل بے قصور رہیں مگر جن پر ظالموں نے ظلم کیا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم بے قصور مصیبت میں گرفتار کئے گئے وہ تو ہر حال میں خطا اور قصور سے مارے گئے چاہے ظالموں کے ہاتھ سے مریں یا فرشتوں کے ہاتھ سے کیونکہ ان ظالموں کے ہاتھ سے بھی حق تعالیٰ ہی کا ارادہ پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے تمہاری نافرمانیوں کی سزا پہلے ہی تجویز کر دی تھی جو دنیا کے ظالموں کے ہاتھوں پوری ہو گئی اگرچہ ظلم کرنے والے بھی عذاب سے بچے نہ رہیں گے کیونکہ انھوں نے بھی بدون اجازت کے دخل در معقول دیا۔ اگرچہ خدا ہی کے ارادہ کو پورا کیا مگر ان سے کس نے کہا تھا۔ وہ خدائی ارادوں کے پورا کرنے والے کون تھے۔ دوسرا فرق ان ظالموں اور جہنم کے فرشتوں میں یہ ہے کہ جہنم کے فرشتے اپنا غصہ نکالنے کے لئے اپنا جی ٹھنڈا کرنے کے لئے کسی کو عذاب نہیں دیتے وہ محض حکم کے بندے اور فرمان کے تابع ہوتے ہیں اُن کی نیت حکم خداوندی بجالانے کے سوا کچھ نہیں ہوتی اور ان ظالموں کی نیت تو صرف اپنا غصہ نکالنے اور دل ٹھنڈا کرنے کی ہوتی ہے ان کے دل پر اس کا وسوسہ بھی نہیں آتا کہ ہم خدا کے ارادے کو پورا کر رہے ہیں اور نہ وسوسہ آ کیونکر سکتا ہے جب کہ اُن کو پہلے سے خدا کے ارادے کی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی

نہ اُن کے پاس خدا کی طرف سے کوئی حکم آتا ہے۔ پس ان کو کیا مُنہ ہے جو اپنی برارت کے لئے یہ حجت نکال سکیں کہ ہم نے تو خدا کے ارادے کو پورا کیا تھا)۔ اور میں نے سیدی علی خواص رحمتہ اللہ علیہ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ حاکم سایہ ہے اور رعیت جسم ہے اگر جسم ٹیڑھا ہوگا اُس کا سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا اگر بدن سیدھا ہوگا اس کا سایہ بھی سیدھا ہوگا۔ پس ٹیڑھے حاکم کو ہمیشہ رعیت کے اعمال صالحہ ہی سیدھا کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ نیزے کی طرح بالکل سیدھا ہو جاوے گا (اُس میں ذرا بھی کجی نہ رہے گی) اور سیدھے حاکم کو ہمیشہ رعیت کے بدکار اور فاسق اور نافرمانوں ہی کے اعمال بد ٹیڑھا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ کانٹے کی طرح (یا درندوں کے ناخونوں کی طرح) ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی ہم سے اپنے حاکم یا اُس کے ماتحتوں کی بے انصافی کی شکایت کرتا ہے اُس سے ہم کو اُس شکایت کرنے والے ہی کا ٹیڑھا پن معلوم ہوتا ہے (ضرور اُس نے بھی خدا کے احکام کی خلاف ورزی کی ہوگی جس کی وجہ سے خدا نے حاکم کو اُس کے حق میں ٹیڑھا کر دیا) اور عزیز من! یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہم لوگ آج کل ایسے زمانہ میں ہیں جو کہ علاماتِ قیامت کے ظاہر ہونے کا وقت ہے (اس زمانہ میں ہر شخص کو گناہوں سے بچنا دشوار ہو رہا ہے۔ اور جس قدر قیامت قریب ہوتی جاوے گی اُسی قدر گناہوں کی کثرت ہوگی)۔ پس عقلمند آدمی جس طرح اپنے آپ کو معذور سمجھتا ہے اُسی طرح دل میں اپنے حاکم کو بھی معذور سمجھتا ہے اور اُس کے افعال پر نرمی سے انکار کرتا ہے سختی نہیں کرتا کیونکہ (وہ جانتا

ہے کہ حاکم کا ظلم اُنہی اعمال کی سزا ہے جو مخلوق سے صادر ہو رہے ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور بندوں نے (دل سے) بھلا دیا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیرہ جو کچھ مصیبت[1] تم کو پیش آتی ہے یہ اُنہی اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں اور حق تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

---

[1] یہاں یہ شبہ پیدا ہوگا کہ مصیبت تو نیک بندوں پر بھی آتی ہے تو کیا ان کو بھی گناہوں کی سزا ملتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ نیک بندوں پر مصیبت کبھی نہیں آتی کیونکہ مصیبت وہ ہے جس سے دل کو پریشانی لاحق ہو۔ اولیاء اللہ تکلیف میں بھی شاداں اور فرحاں رہتے ہیں۔ اُن کے جسم کو تکلیف ہوتی ہے مگر روح کو تازگی رہتی ہے وہ تو زبان حال سے یوں کہتے رہتے ہیں ؎
دردِ از یار است و درماں نیز ہم + دل خدائے او شد و جاں نیز ہم۔ پس اہل اللہ پر مصیبت کی صورت آتی ہے حقیقت میں وہ مصیبت نہیں ہوتی اور اگر کبھی نیک بندوں کو مصیبت سے پریشان دیکھا جائے تو سمجھیں گے کہ اُن سے بھی کوئی خطا ہوئی ہوگی، جس کی یہ سزا ملی ہے کیوں کہ آخر وہ بھی بشر ہیں اپنے مرتبہ کے لحاظ سے کبھی اُن سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔ پس معیار یہ ٹھہرا کہ جس کو مصیبت سے پریشانی اور دل کی بے چینی لاحق ہو اس کے حق میں وہ سزا ہے اور اگر دل پریشان نہ ہو تو اس کے لئے وہ نعمت ہے اور درجے بلند کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے [illegible]

عہد (۸۴)

جب کوئی دوست قید ہو جائے اُس کی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی ہمارا دوست وغیرہ قید ہو جائے تو اُس کے بھائیوں اور دوستوں کو حکم کریں کہ قید خانہ میں اس کی ملاقات و زیارت کو بہت زیادہ نہ جایا کریں۔ نہ وہاں اس کے لئے بہت کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں بلکہ اگر ہم کو قدرت ہو تو اُن کو اُس کی مُلاقات سے بالکل روک دیں۔ اور ہر دن سوائے ایک سوکھی روٹی کے زیادہ کچھ نہ بھیجنے دیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قیدی پر جس قدر زیادہ تنگی اور پریشانی ہوتی ہے اُسی قدر قید کی مدت کم ہو جاتی ہے (تو جس قدر اس کو قید خانہ میں تکلیف پہنچے پہنچنے دیں) یہاں تک کہ ایک دن اس کے اوپر ایک مہینہ یا سال بھر کے برابر ہو جائے کیونکہ قید[۱] بھی ایک سزا ہے تو جتنا اس کا نفس ذلیل ہو گا اتنا ہی جلدی وہاں سے) نکلنے کا مستحق ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۰

---

[۱] یہی حکم حالت قبض کا ہے جتنا شدید قبض ہو گا اتنا ہی جلدی زائل ہو گا اور بسط بھی قوی حاصل ہو گا۔ پس قبض کی حالت میں سالک کو کام میں لگا رہنا چاہیئے۔ اور پریشانی کم کرنے کی تدبیریں نہ کرے۔ البتہ توبہ و استغفار کثرت سے کرتا رہے تاکہ نفس کی ذلت کامل ہو جائے۔ مترجم

عہد (۸۵)

جب شہر پر کوئی ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے اس کے ادا کرنے میں جلدی کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہمارے شہر کے اوپر کوئی تاوان یا ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے تو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح اس کے ادا کرنے میں ہم بھی جلدی کریں اور اس ظالم حاکم کے پاس کسی رئیس یا عالم و بزرگ کی سفارش نہ لے جائیں۔ (تاکہ اس طریقہ سے اپنے اوپر سے اس تاوان و ٹیکس کو ٹالنا چاہیں) پھر اگر وہ ظالم خود ہی (ہمارا روپیہ) واپس کر دے اور ہم کو (اس تاوان و ٹیکس سے) آزاد کر دے تو یہ ہمارے واسطے حق تعالیٰ کی حمایت و حفاظت ہوگی اور اگر وہ لے کر دھر لے تو اس وقت مخلوق کی نگاہوں میں ہماری (عزت اور) پردہ پوشی ہوگی (کیونکہ نہ دینے کی صورت میں ممکن تھا کہ ہمارے اوپر سختی کی جاتی اور خواہ مخواہ ذلت پیش آتی) اور جو شخص درویشوں کی جماعت میں ہونے کا دعویٰ کرے اس کو ایسے وقت میں دوسروں سے زیادہ جواں مردی (اور سخاوت) کرنا چاہیئے اور کسی مانگنے والے کو (خالی) واپس نہ کرنا چاہیئے اگرچہ سوال کرنے والا کوئی ظالم ہی کیوں نہ ہو (اس کی درخواست کو بھی رد نہ کرے اور جو کچھ تاوان اور ٹیکس مانگے فوراً دیدے۔

سیدی علی[1] خواص رحمتہ اللہ علیہ کا یہی طریقہ تھا۔ وہ ہمیشہ معمولی آدمیوں کی طرح سب تاوان اور ٹیکس دیدیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے حق تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتے جو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر رہے (کہ دوسرے تو ٹیکس وغیرہ ادا کریں اور یہ اپنی عزت و وجاہت کی وجہ سے بچا رہے) اور یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس صورت میں جو کچھ اس ظالم کو دیا جائے گا اس کے حق میں وہ مال حرام ہوگا۔ تو فقیر اور درویش کو یہ کب مناسب ہے کہ لوگوں کو حرام مال دے (بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس کو حرام سے بچانا چاہیئے)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظالم جو کچھ وصول کرتا ہے یا آئندہ کرے گا وہ مال اس کے حق میں اسی[2] وقت حرام ہوگا جبکہ

---

[1] بات یہ ہے کہ جہاں ٹیکس وغیرہ نہ دینے سے ذلت و بے حرمتی کا اندیشہ ہو وہاں تو دیدینا ہی اچھا ہے اور جہاں ذلت وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں بھی مقتدا اور پیشوا کو تو دیدینا ہی چاہیئے۔ مگر خوش دلی سے دینا چاہیئے تاکہ مانگنے والے کو حرام مال کا گناہ نہ ہو۔ دیدینے میں یہ نفع ہے کہ اگر دوسرے وقت اس کو نصیحت کی جائیگی تو اثر زیادہ ہوگا اور اگر رعایت و سفارش سے تم نے اپنے کو بچالیا پھر اس کو نصیحت کی۔ اس صورت میں نصیحت کا اثر نہ ہوگا۔ خوب سمجھ جاؤ۔ واللہ اعلم ۔ مترجم

[2] سبحان اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ظالموں کا سوال بھی رد نہ کیا جاتا تھا اور باوجودیکہ جو تاوان اور ٹیکس وہ مانگتے تھے صریح ظلم اور کھلی زیادتی ہوتی تھی اور اس طرح مانگنا ان کو یقیناً ناجائز تھا مگر اللہ والے ان کو بھی خوشی سے دے دیا کرتے تھے اور دل میں اس کا بار نہ آنے دیتے تھے تاکہ مانگنے والا حرام مال نہ کھاوے

دینے والا ناخوشی سے دے اور اگر درویش خوشی ہی سے اُس کو دیدیتا ہو جب تو حرمت نہ ہوگی (تو علی خواص رحمۃ اللہ علیہ طیب نفس اور خوش دلی کے ساتھ سب تاوان ادا کر دیتے تھے اس سے یہ اشکال لازم نہیں آتا) الحمد للہ کہ الدر المنضود ختم ہوا وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ کما یحب ویرضیٰ ربنا - آمین -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵

ایک یہ زمانہ ہے کہ ظالموں کو تو خوشی سے کون دیتا غریب محتاجوں کو بھی خوشی سے نہیں دیا جاتا - اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی مدرسہ یا انجمن کے جلسہ میں کوئی چندہ دیتا ہے تو محض شرم یا دباؤ اور دوسروں کے لحاظ سے دیتا ہے - خوشی سے دینے والے بہت کم ہوتے ہیں - اسی وجہ سے بعض علما چندہ کو بُرا سمجھتے ہیں کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ خوشی اور اخلاص سے دینی کاموں میں کوئی روپیہ صرف کرے اکثر لحاظ اور دباؤ سے دیتے ہیں اور بعض چندہ وصول کرنے والے بھی بہت بیجا طریقہ استعمال کرتے ہیں جس سے خواہ مخواہ بھی دینے والے ناگواری کے ساتھ دیتے ہیں - یاد رکھو کسی مسلمان کا مال جب تک کہ وہ خوش ہوکر نہ دے لینا حلال نہیں - الا لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ - مگر یہ نوبت یہاں تک اسی لئے پہنچی کہ ہم نے خوشی سے دینا چھوڑ دیا - اس لئے اب وہ لوگ دباؤ اور شرم دلا کر وصول کرنے لگے اور بالخصوص اکثر علما تو کسی کو کچھ دیتے ہی نہیں نہ خوشی سے نہ بلا خوشی کے یہ تو صدقہ اور خیرات سے اپنے آپ کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں - کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر تم صدقات اور خیرات سے مستثنیٰ ہو تو ان غریبوں سے کس لئے چندہ لے لیتے ہو جو تم سے بھی زیادہ غریب اور دو آنہ -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶

روز کماتے ہیں اور یہ حدیث کیا دوسروں ہی کے واسطے ہے - اتقوالنار ولو بشق تمرۃ - کہ جہنم کی آگ سے بچو چاہے چھوارے کا ٹکڑا ہی دیدیا کرو - تو کیا علما کے پاس صدقہ خیرات کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا اگر زیادہ نہ دیں - کچھ تو دیدیا کریں - صدقہ اور خیرات کے ثواب سے کیوں محروم رہتے ہیں - یاد رکھو بخل بہت برا مرض ہے - اس سے بچنا چاہیئے - مترجم

تمت بالخیر

تقریظ عالی حضرت حکیم الامت جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض کرتا ہے اس رسالہ الدر المنضود کو جو ترجمہ ہے البحر المورود کا میں نے جا بجا سے متناً و حاشیۃً کہیں مع اصل کے کہیں صرف ترجمہ دیکھا - جو خوبیاں اصل کتاب میں ہیں (کہ وہی دائمی ہیں اس ترجمہ کی طرف جس کی تحریک میں میں بھی شریک ہوں - جس کی زیادہ غایت یہ دکھلانا ہے کہ حضرات سلف اہل طریق کی تربیت کا کیا طرز تھا جو آج کل قلت علم و غلبۂ رسوم کے سبب مستنکر و مستغرب سمجھا جاتا ہے) وہ خوبیاں تو ترجمہ میں ہیں ہی (چنانچہ ظاہر ہے کہ ایک کا دوسرے کے لئے مرادف ہونا لازم ہے) ان کے علاوہ خود ترجمہ کے محاسن مزید ہیں - عبارت کا سلیس و مطلب خیز ہونا - جا بجا توجیہ کے لئے عبارات کا اضافہ - موقع بموقع حواشی سے توضیح - اللہ تعالیٰ مترجم کو ماتن کے ساتھ جزائے خیر میں ملحق فرمادے میرے نزدیک اس رسالہ کا ہر صاحب طریق خصوص اپنے سلسلہ والوں کے پاس رہنا اور وقتاً فوقتاً اس کا مطالعہ کرتے رہنا اور معاملات کے وقت اس کے مضامین کا مستحضر رکھنا ضروری اور نہایت ضروری ہے - والسلام

۲۶ ج ا ۱۳۵۱ھ مقام تھانہ بھون (خانقاہ امدادیہ)

نفائس الازہار

اردو ترجمہ

مجالس الابرار

یہ کتاب مصابیح الظلم کی بعض صحیح اور بعض حسن حدیثوں کی شرح ہے۔ کتاب مصابیح رنج والم کی دفع کرنے والی ہے۔ اس شرح کو بعض دینی بھائیوں کے لئے جمع کیا ہے اور تفسیر وحدیث وفقہ وکلام اور بزرگوں کے تصنیف کی معتبر کتابوں سے لے کر بعض مضامین اس میں شامل کر دیئے ہیں اس میں صحیح اعتقاد اور آخرت کے اعمال بیان کئے گئے ہیں۔ اور قبروں وغیرہ سے مدد مانگنے سے روکا ہے کیونکہ یہ کافروں اور گمراہ کرنے والوں کے کام ہیں۔ جب کہ اس زمانے میں بہتیرے لوگوں نے قبروں کو بت بنا رکھا ہے اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جو ایماندار کو زیبا نہیں۔ اس لئے یہ تمام باتیں شریعت کے احکام کے مطابق بیان کی ہیں تاکہ ان لوگوں پر حق اور باطل کھل جائے جو اپنا ایمان درست کرنا اور شیطان کے مکر سے بچنا اور عذاب دوزخ سے نجات پانا اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

اس میں ان باتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کو عام لوگ خیر اور شر اور شگون اور فال کہتے ہیں۔ مجالس الابرار و مسالک الاخیار و محالف البدع ومقامع الاشرار ایک صد مجالس کا مجموعہ ہے۔ کتابت وطباعت بہت ہی عمدہ۔

ہدیہ مکمل مجلد بیس۲۰ روپے۔

صفیہ اکیڈمی
ناشران وتاجران کتب
۱۳۸/۴ پی آئی بی کالونی۔ کراچی ۵

اَحسَنُ الاذکار
فی
مناقب غوث الابرار

تصنیف نواب محمد علی خاں صاحب رئیس رام پور

یہ کتاب مندرجہ ذیل دس ۱۰ ابواب پر مشتمل ہے

باب اول: اس بیان میں کہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قَدَمِی ھٰذِہٖ بحکم الٰہی مامور ہو کر ارشاد فرمایا۔

باب دوم: اس بیان میں کہ آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احترام و تعظیم سب مشائخ و اولیاء نے کیا ہے۔

باب سوم: ذکر نسب و صفت آنحضرت رضی اللہ عنہ میں۔

باب چہارم: ذکر اولاد و امجاد آنحضرت رضی اللہ عنہ میں۔

باب پنجم: ذکر طریق آنحضرت رضی اللہ عنہ میں۔

باب ششم: ذکر وعظ و کلام آنحضرت رضی اللہ عنہ میں۔

باب ہفتم: ذکر بعض کرامات و خوارق آنحضرت رضی اللہ عنہ میں۔

باب ہشتم: آنحضرت رضی اللہ عنہ کے اخلاق شریف کے بیان میں۔

باب نہم: آنحضرت رضی اللہ عنہ کے مریدین اور محبین اور مصاحبین کے فضل میں۔

باب دہم: اس بیان میں کہ آنحضرت رضی اللہ عنہ کو جمیع اولیاء متقدمین اور معاصرین اور متاخرین پر من کل الوجوہ تفضیل ہے۔

بہت ہی آسان زبان عمدہ کتابت سائز ۱۸×۲۳/۸

ہدیہ صرف پانچ روپے

صفیہ اکیڈمی
ناشران و تاجران کتب
۱۴۶/۶ پی آئی بی کالونی۔ کراچی نمبر ۵

سحبانُ الہند

مولانا احمد سعید دہلوی

مولانا موصوف کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ نے اتنی دینی و علمی کتابیں تصنیف کی ہیں کہ آپ کا نام پاک و ہند کے ہر مسلمان کی زبان پر ہے۔

ہم نے آپ کی مندرجہ ذیل کتب شائع کی ہیں جس کی ہر مسلمان بھائی کو ضرورت ہے۔

۱۔ رسول کی باتیں	۲-۵۰
۲۔ ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟	۱-۲۵
۳۔ عرش الٰہی کا سایہ	۱-۰۰

صفیہ اکیڈمی
ناشران و تاجران کتب
۳۶/۲ پی آئی بی کالونی۔ کراچی ۵